مسلسل اشاعت کا 34واں سال
ماہنامہ
کرکٹر
پاکستان
جون 2012ء
قیمت =/75 روپے
محمد حفیظ ...... بطور کپتان
پہلی آزمائش
آئی پی ایل کرکٹ پر کرپشن کا داغ
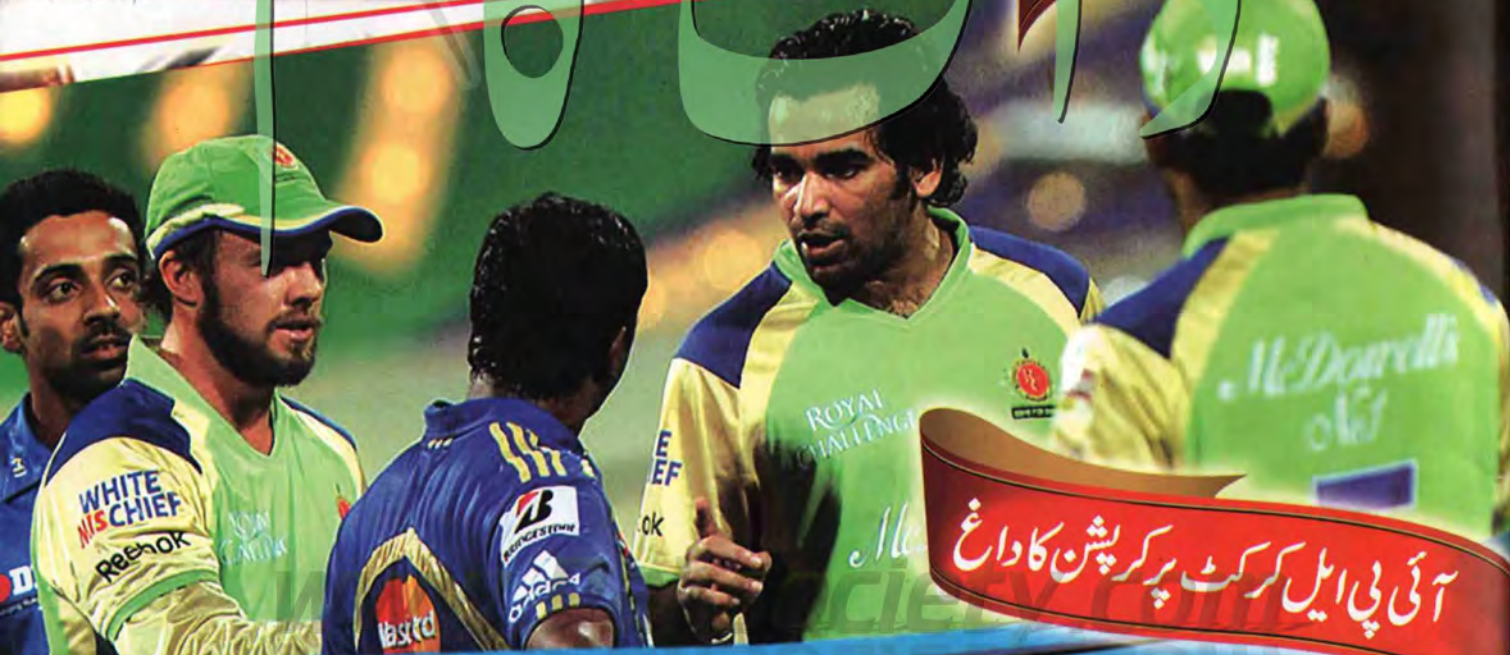
کرس گیل

بھارتی کرکٹ پر شکوک کے گھرے بادل

17

کاروباری خط و کتابت و ترسیل زر کے لئے پتہ	بیرون ملک نمائندے	لے آؤٹ ڈیزائننگ		مینجنگ ایڈیٹر
نیجر ماہنامہ ''کرکٹر'' C-4 , 14 کمرشل اسٹریٹ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی فیز II ایکسٹینشن، کراچی۔	ایان ڈیوڈسن، اسٹیو وائنگ (انگلینڈ)	محمد شاہد	بزنس منیجر لاہور	ریاض احمد منصوری
فون: 35805391 (پانچ لائنیں)	کین پیس (آسٹریلیا)	اسپیشل فوٹوگرافر	عصمت پاشا	
فیکس نمبر: 35896269	ڈک برٹنڈن (نیوزی لینڈ)	فاروق عثمان	فون: 0300-9493896	
ای میل: cricketerurdu@gmail.com	گوپیش مہرا (بھارت)			
	ایس ایس پریرا (سری لنکا)			
	برونل جانز (ویسٹ انڈیز)			

Registration No. SS-048 جون 2012ء، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 5 قیمت: 75 روپے

5 پی سی بی مالی بحران سے دوچار

7 بھارتی چیمپئنز لیگ میں اسٹالین کو دعوت

15 کھیل میں محمد یوسف کی واپسی

23 محمد آصف واپسی کے خواہشمند

24 عبدالقادر سے گفتگو

26 انگلش آل راؤنڈر......جیمز اینڈرسن کی بات چیت

35 سعید اجمل کا کاؤنٹی نہ کھیلنے کا فیصلہ

36 محمد حفیظ......طویل المدتی کپتان؟

45 برائن لارا کے کیریئر پر نظر

55 پاک سری لنکا ٹیسٹ سیریز ریکارڈ

آپس کی بات

قارئین کرام

پاک بھارت کرکٹ مقابلے صرف میدان میں دونوں ملکوں کے کھلاڑیوں کی کشمکش نہیں بلکہ سرحد کے دونوں طرف شائقین کے لیے کرکٹ صرف کھیل نہیں بہت کچھ ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کا تعلق پاکستان یا بھارت سے بھی نہ ہو پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی مقبول اور مقابلے سے بھرپور پاک بھارت کرکٹ کسی نایاب شے کی مانند ہے شائقین سوال کررہے ہیں پاک بھارت کرکٹ روابط پر جمی برف کب پگھلے گی کب دونوں ملکوں کے اسٹارز ایک دوسرے کے ملک میں اپنی جھلک دکھائیں گے؟ اس سوال کا جواب شائد کسی کے پاس نہیں لیکن مایوسی کے اندھیروں میں روشنی کی ایک کرن ضرور نظر آئی ہے چیمپئنز لیگ میں پاکستان ٹی 20 ڈومیسٹک چیمپئن سیالکوٹ اسٹالینز کے دعوت نامے سے۔ ٹھیک کہ بھارتی کرکٹ بورڈ کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں، انٹرنیشنل کرکٹ پر ان کی بالادستی سے کسی کو انکار نہیں لیکن ادھر ہمارے کرکٹ بورڈ کو انتہائی ضرورت ہے، پاک بھارت کرکٹ سیریز کی پڑوسی ملک کو اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہے کہ لیکن معاملہ دونوں ملکوں کے کرکٹ بورڈ کی پہنچ سے کہیں دور ہے، حکومتی سطح پر پیش رفت ہی ماحول کو بہتر کرسکتی ہے سیدھا مطلب ہے راستہ مشکل ہے ناممکن نہیں یہ کیسے پاک بھارت تعلقات ہیں جہاں بھارت کی فلمیں ہمارے سینما گھروں کی زینت بن رہی ہیں عاطف اسلم اور راحت فتح علی خان کو سروں کے رنگ بکھیرنے کے لیے واہگہ سرحد عبور کرنے کا اجازت نامہ تو مل جاتا ہے لیکن نہیں ملتا تو ہمارے کرکٹرز کو بھارت میں کرکٹ کھیلنے کا این او سی نہیں ملتا کیوں؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔

ریاض احمد منصوری

ابن حسن پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی سے طبع کرا کے دفتر ماہنامہ ''کرکٹر'' پلاٹ نمبر C-4، 14ویں کمرشل اسٹریٹ فیز II، ایکس ٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی سے شائع کیا۔

پاکستان کا دورہ سری لنکا

کیم جون ---- پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ------ ہمبنٹوٹا
3 جون ---- دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ------ ہمبنٹوٹا
7 جون ---- پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ------ پالیکلی
9 جون ---- دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ------ پالیکلی
13 جون ---- تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
16 جون ---- چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
22 جون ---- پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
22 تا 26 جون ---- پہلا ٹیسٹ ------ گال
30 جون تا 4 جولائی -- دوسرا ٹیسٹ ------ کولمبو
8 تا 12 جولائی ---- تیسرا ٹیسٹ ------ پالیکلی

بھارت کا دورہ سری لنکا

22 جولائی ---- پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ------ ہمبن ٹوٹا
24 جولائی ---- دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ------ ہمبن ٹوٹا
28 جولائی ---- تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
31 جولائی ---- چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
4 اگست ---- پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل ------ کولمبو
7 اگست ---- ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ------ پالیکلی

انگلینڈ دورہ اسکاٹ لینڈ

12 اگست .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل ..... ایڈن برگ

پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا

نیوٹرل سیریز (مقام کا تعین نہیں ہوسکا)

13 اگست --- پہلا ون ڈے انٹرنیشنل
16 اگست --- دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل
19 اگست --- تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل
21 اگست --- چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل
25 اگست --- پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل
27 اگست --- پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل
29 اگست --- دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل
31 اگست --- تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل

انڈر 19 ورلڈ کپ 2012ء

گروپ اے ---- آسٹریلیا، انگلینڈ، نیپال، آئرلینڈ
گروپ بی -- پاکستان، نیوزی لینڈ، اسکاٹ لینڈ، افغانستان
گروپ سی -- ویسٹ انڈیز، بھارت، زمبابوے، پاپوا نیوگنی
گروپ ڈی --- سری لنکا، جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش، نیمبیا

شیڈول پاکستانی میچز

تمام میچز پاکستانی وقت کے مطابق شام ساڑھے چار بجے شروع ہونگے
11 اگست --- بمقابلہ افغانستان --- بڑ ڈیم
13 اگست --- بمقابلہ اسکاٹ لینڈ --- بڑ ڈیم
16 اگست --- بمقابلہ نیوزی لینڈ --- ٹاؤنز ویل
ہر گروپ سے دو ٹیمیں کوارٹر فائنل کیلئے کوالیفائی کرینگی کوارٹر فائنل 19 اور 20 اگست کو جبکہ سیمی فائنل 21 اور 23 اگست کو کھیلے جائینگے۔ فائنل 26 اگست کو ہوگا۔

آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر ..... سری لنکا بمقابلہ زمبابوے ..... ہمبن ٹوٹا
19 ستمبر ..... آسٹریلیا بمقابلہ آئرلینڈ ..... کولمبو
19 ستمبر ..... بھارت بمقابلہ افغانستان ..... کولمبو
20 ستمبر ..... جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے ..... ہمبن ٹوٹا
21 ستمبر ..... انگلینڈ بمقابلہ افغانستان ..... کولمبو
22 ستمبر ..... سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ ..... ہمبن ٹوٹا
22 ستمبر ..... آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز ..... کولمبو
23 ستمبر ..... نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان ..... پالیکلی
23 ستمبر ..... انگلینڈ بمقابلہ بھارت ..... کولمبو
24 ستمبر ..... ویسٹ انڈیز بمقابلہ آئرلینڈ ..... کولمبو
25 ستمبر ..... بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان ..... پالیکلی

سپر ایٹ مرحلہ

27 ستمبر ..... سی ون بمقابلہ ڈی ٹو ..... پالیکلی
27 ستمبر ..... اے ون بمقابلہ بی ٹو ..... پالیکلی
28 ستمبر ..... ڈی ون بمقابلہ سی ٹو ..... کولمبو
28 ستمبر ..... بی ون بمقابلہ اے ٹو ..... کولمبو
29 ستمبر ..... سی ون بمقابلہ بی ٹو ..... پالیکلی
29 ستمبر ..... بی ون بمقابلہ سی ٹو ..... پالیکلی
30 ستمبر ..... ڈی ون بمقابلہ اے ٹو ..... کولمبو
30 ستمبر ..... بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو ..... کولمبو
کیم اکتوبر ..... اے ون بمقابلہ سی ون ..... پالیکلی
کیم اکتوبر ..... بی ون بمقابلہ ڈی ون ..... پالیکلی
2 اکتوبر ..... اے ٹو بمقابلہ سی ٹو ..... کولمبو

2 اکتوبر ..... کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر ..... کولمبو
4 اکتوبر ..... پہلا سیمی فائنل ..... کولمبو
5 اکتوبر ..... دوسرا سیمی فائنل ..... کولمبو
7 اکتوبر ..... فائنل ..... کولمبو

گروپ اے: انگلینڈ، بھارت، افغانستان
گروپ بی: آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز، آئرلینڈ
گروپ سی: سری لنکا، جنوبی افریقہ، زمبابوے
گروپ ڈی: پاکستان، نیوزی لینڈ، بنگلہ دیش

نوٹ: افتتاحی میچ پاکستانی وقت کے مطابق شام سات بجے جبکہ سیمی فائنل اور فائنل شام ساڑھے چھ بجے شروع ہونگے، لیگ میچز دوپہر تین بجے اور شام سات بجے شروع ہونگے۔

آسٹریلیا کا دورہ انگلینڈ

29 جون ..... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ..... لارڈز
کیم جولائی ..... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... اوول
4 جولائی ..... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... برمنگھم
7 جولائی ..... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ..... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 جولائی ..... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل ..... مانچسٹر

آسٹریلیا کا دورہ اسکاٹ لینڈ

23 جون ..... واحد ون ڈے انٹرنیشنل ..... بیلفاسٹ

جنوبی افریقہ کا دورہ انگلینڈ

19 تا 23 جولائی ..... پہلا ٹیسٹ ..... اوول
2 تا 6 اگست ..... دوسرا ٹیسٹ ..... لیڈز
16 تا 20 اگست ..... تیسرا ٹیسٹ ..... لارڈز
24 اگست ..... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ..... کارڈف
28 اگست ..... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... ساؤتھمپٹن
31 اگست ..... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... اوول
2 ستمبر ..... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ..... لارڈز
5 ستمبر ..... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل ..... ناٹنگھم
8 ستمبر ..... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ..... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر ..... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ..... مانچسٹر
12 ستمبر ..... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ..... برمنگھم

ویسٹ انڈیز کا دورہ انگلینڈ

7 تا 11 جون ..... تیسرا ٹیسٹ ..... برمنگھم
16 جون ..... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ..... ساؤتھمپٹن
19 جون ..... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... اوول
22 جون ..... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ..... لیڈز
24 جون ..... ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ..... ناٹنگھم

ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی میں ناکامی کے ساتھ پی سی بی مالی بحران سے بھی دوچار؟

پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کا وہی حال ہے جیسے کہ حکومت کے جانے اور نئے سیٹ اپ کے آنے کا...... چند روز تک ایک اُمید کی کرن اپنی چمک دمک دکھاتی ہے اور پھر وہی گھٹا ٹوپ اندھیرا......لگتا ہے کہ بدقسمتی اور ناکامی نے پاکستان کا گھر دیکھ لیا ہے۔مشکلات ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی ہیں' ایک مسئلہ حل ہونے کو نہیں آتا کہ اس میں سے کسی نئے مسئلے کا جنم ہو جاتا ہے۔ بنگلہ دیش نے وعدے تو بہت کئے' یقین دہانیاں بھی کرائیں' احسانات اُتارنے کے دعوے بھی کئے لیکن نتیجہ وہی ''ڈھاک کے تین پات''...... پاکستان کے میدان بدستور ویران اور اپنی تنہائی کا بین کرتے نظر آرہے ہیں ۔کوششیں بھی ہورہی ہیں اور اقدامات بھی کئے جارہے ہیں مگر شاید یہ وقت بھی پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے لئے سازگار نہیں ہے اور واقعات کا تسلسل اس بات کی نشاندہی کررہا ہے کہ فی الوقت ایسی کوئی کوشش پاکستان کرکٹ کو اپنے مقاصد سے مزید دور بھی لے جاسکتی ہے اور ممکن ہے کہ کوئی اچانک سانحہ اس ملک میں کرکٹ کا نام و نشان بھی مٹا سکتا ہے۔

پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کا تذکرہ آتے ہی سب سے پہلے اس جانب اشارہ کیا جاتا ہے کہ ملک میں موجود شائقین کرکٹ بُری طرح مایوسی کا شکار ہیں جو اپنے کھلاڑیوں کو ایکشن میں دیکھنے سے محروم ہوگئے ہیں بارہا اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پاکستان میں ٹیموں کی آمد کا راستہ بند ہونے سے شائقین کرکٹ کو شدید دھچکا لگا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ نقصان خود پاکستان کرکٹ بورڈ اور قومی کرکٹ ٹیم کو اٹھانا پڑا ہے۔پی سی بی کو سالانہ آمدنی کی مقابلے میں کہیں زیادہ اخراجات برداشت کرنا پڑ رہے ہیں جس کی وجہ ظاہر ہے کہ بورڈ کا سیٹ اپ ہے جس میں پُرکشش مراعات کے ساتھ نوکریاں فراہم کی گئی ہیں اور ان عہدوں پر فائز افراد جو تنخواہیں وصول کررہے ہیں ان کے فرائض اس کا عشرعشیر بھی نہیں ہیں جس کی وجہ سے مسائل میں روزافزوں اضافہ ہورہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مخدوش مالی حالات کے باعث پی سی بی کے سربراہ نے تمام مالی معاملات کو اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے مگر وہ خسارے کو قابو میں کرنے میں بُری طرح ناکام ہوچکے ہیں۔انہیں تمام تر دیانتداری کے باوجود کڑی تنقید کا سامنا ہے کیونکہ وہ ایسی مدوں میں اخراجات کو کنٹرول نہیں کرپارہے ہیں جن کو غیر ضروری سے زیادہ ''فضول'' کہا جاسکتا ہے۔

پاکستان میں شائقین کرکٹ کسی بھی دور میں اسٹیڈیمز جاکر میچز دیکھنے کے عادی نہیں رہے۔پاک بھارت مقابلوں کے دوران تو کچھ جوش اور خروش محسوس بھی ہوتا ہے مگر دوسری کسی بھی ٹیم کی آمد پر کبھی غیر معمولی دلچسپی بھی دیکھنے کو نہ مل سکی ۔ ہمارے یہاں باقاعدگی سے گراؤنڈ میں جاکر میچز دیکھنے کا رجحان بھی نہیں ہے اور اکثریت ''فری پاسز'' یا جان پہچان کے ذریعے حاصل کئے گئے ٹکٹوں پر میچز دیکھنا پسند کرتی ہے 'اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی پر میدان شائقین کرکٹ سے کھچا کھچ بھر جائیں گے تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے کیونکہ 2009ء میں سری لنکن ٹیم پر حملے کے وقت بھی میدان میں آنے والوں کی تعداد کوئی خاص نہ تھی اور اس

کے بعد ڈومیسٹک کرکٹ کے میچوں میں بھی کوئی خاص دلچسپی دیکھنے میں نہیں آئی ۔قومی ٹیم ٹی 20 کرکٹ ٹورنامنٹ کے دوران بھی چند اسٹینڈز ہی آباد نظر آتے ہیں جبکہ باقی میدان حسرتوں کی تصاویر بنے رہتے ہیں۔یہ پاکستان کا ہی وطیرہ ہے کہ یہاں ابتداء میں مہنگے ٹکٹوں کی فروخت میں ناکامی کے بعد کہیں اسکول کے بچوں' کلبوں کے کھلاڑیوں اور تمام شائقین کے لئے ''مفت داخلے'' کی سہولت فراہم کردی جاتی ہے اور مفت میں میچ دیکھنے والے ٹی وی اسکرین کی رنگینیاں بڑھانے سے زیادہ کچھ نہیں کرپاتے اور کرکٹ بورڈ خسارے کے المیہ گیت گاتا رہ جاتا ہے اور یہ ''قدیم گیت'' ہم برسہا برس سے سن رہے ہیں۔یہ کافی حد تک دلچسپ بات ہے کہ ہم بیرون ملک سے ٹیموں کو بلانے کے لئے تو نہ جتن کرتے ہیں مگر اپنے ملک میں موجود ان شائقین کو میدانوں تک لانے میں ناکام رہتے ہیں جو کہ مسلسل ''مایوسی'' کا اظہار تو کرتے ہیں مگر پاکستان کرکٹ کو مستحکم کرنے میں ان کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے جو گھر میں ٹی وی پر میچ دیکھ کر دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔

ملک میں بین الاقوامی کرکٹ نہ ہونے سے جو مالی نقصان ہورہے ہیں ان کا براہ راست اثر کھلاڑیوں پر بھی پڑ رہا ہے جن کو کئی ماہ سے سینٹرل کانٹریکٹ کی مد میں دی جانے والی رقومات سے محرومی کا سامنا ہے اور نئے سینٹرل کانٹریکٹس کا معاملہ بھی تعطل کا شکار ہے ۔ جب کھلاڑی وہ معاوضہ ہی حاصل نہ کرسکیں جو کہ ان کے کرکٹ کھیلنے کی وجہ ہے تو وہ کس طرح بھرپور جذبے کا مظاہرہ کرسکیں گے۔پی سی بی کو ''کرائے پر حاصل کردہ ہوم گراؤنڈز'' پر کھیلتے ہوئے اپنے تمام تر مالی مفادات کو اولین ترجیح دینا چاہئے تاکہ کرکٹ بورڈ کا ''خزانہ'' متاثر نہ ہو۔دوسرے ممالک میں کھیلنا ہماری مجبوری سہی لیکن اسے نقصان کا سودا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ بورڈ کے حکام ہوم سیریزوں کا ڈھکوسلا چھوڑ کر بیرون ملک ایسی سیریزوں پر متوجہ رہیں جہاں انہیں مالی فوائد حاصل ہورہے ہوں اس کے ساتھ ہی ایسے عہدوں کا بھی خاتمہ کیا جائے جن کی فی الحال قومی کرکٹ کو ضرورت ہی نہیں ہے۔

پی سی بی کے سربراہ نے ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے لئے بورڈ میں ڈائریکٹر سیکورٹی اینڈ ویجلنس کا عہدہ متعارف کرایا جس کا مقصد پاکستان آنے والی ٹیموں کو سیکورٹی کی سہولت فراہم کرنا ہے مگر جب کوئی ٹیم پاکستان کے دورے پر نہیں آرہی تو پھر اس کا فائدہ ہی کیا ہے۔اسی طرح سیٹ پر بٹھا کر کسی کو بھاری تنخواہ دینے کا کیا جواز ہے؟ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ چوہدری ذکاء اشرف نے اپنے ایک قریبی ساتھی اور سابق ڈائریکٹر ایف آئی اے طارق پرویز کو یہ ذمہ داری سونپی تھی مگر وہ بنگلہ دیش وفد کی پاکستان آمد کے موقع پر کمزور بریفنگ کے بعد روایتی سست روی کے باعث بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کو سیکورٹی پلان بھی بروقت ارسال نہ کرسکے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجوزہ دورہ التواء کا شکار ہوگیا اور ڈھاکہ کی عدالت میں سیکورٹی پر خدشات ہی دورے کی منسوخی کا سبب بن گئے اب اگر اس عہدے کو بدستور قائم رکھا جاتا ہے اور بورڈ یہ بھاری مالی بوجھ اٹھاتا رہتا ہے تو اس کا کیا جواز ہے؟ بھارت اپنے مضبوط مالی معاملات کے باعث ایشیائی کرکٹ میں سرفہرست اور دنیا میں ایک طاقت بن کر اُبھر رہا ہے تو ہم اس کی کمزوری کے باعث ڈوبتے چلے جارہے ہیں پاکستان کرکٹ مشکلات کے دور کا ماتم کررہی ہے۔

دورِ حاضر میں ''مالیات'' ہی دنیا میں سر اٹھا کر چلنے کے لئے لازمی کردار سمجھی جاتی ہیں' جو ملک مالی اعتبار سے مضبوط ہوتا ہے اس کی اتنی ہی وقعت ہوتی ہے مگر افسوس کہ پاکستان کی طرح پاکستان کرکٹ بورڈ کا مالی استحکام ٹھکانے لگ چکا ہے جسے سنبھالنے کی اشد ضرورت ہے۔پی سی بی کے کام آنے والے برسوں کے لئے نہ جانے کیا کچھ کرنے کے منصوبے تو بنارہے ہیں لیکن ان کو عملی شکل دینے کے لئے ان کے پاس ''خزانہ'' خالی ہورہا ہے۔پاکستان کرکٹ اور اس کے معاملات کمزوری میں مبتلا ہیں تو غیر ضروری عہدوں پر بیٹھے افراد کچھ کئے بغیر ''مضبوطی'' حاصل کررہے ہیں ۔ بورڈ کے ''چوہدری'' صاحب کو اس جانب توجہ دینا چاہئے کیونکہ اگر ان کے دور میں مالی بحران بھی پیدا ہوگیا تو پھر پی سی بی میں کچھ بھی باقی نہیں بچے گا۔تجاویز اور مشورے دینا ہمارا کام ہے مگر اس پر عمل پی سی بی کو کرنا ہے جو نہ کیا گیا تو پھر اس ملک کی کرکٹ کا خدا ہی حافظ ہے۔

MAB

عمر اکمل کی ٹاپ آرڈر بیٹنگ میں منتقلی کی خواہش اور......؟

وقت سب سے بڑا استاد ہے جو ہر بات سکھا دیتا ہے' ہر خوبی اور خامی سے آگاہ کر دیتا ہے۔ پاکستان کے نوجوان بیٹسمین عمر اکمل کو بھی آخر کار بیٹنگ پوزیشن کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا جنہوں نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ سری لنکا کے خلاف سیریز میں وہ اوپر کے نمبروں پر بیٹنگ کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ بڑی اننگز کھیلنے میں کامیاب ہو سکیں۔ شاید عمر اکمل کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ میں انہیں اپنی واحد سنچریاں اسکور کیے کافی عرصہ ہو چکا ہے اور اب ان کے کھیل کے اسٹائل کے ساتھ ہی ان کی بے صبری پر انگلیاں اٹھانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ جس میں ٹیسٹ ٹیم سے ڈراپ کیے جانے کا صدمہ بھی شامل ہے۔ سابق پاکستانی بیٹسمین ظہیر عباس کا کہنا ہے کہ ''سلیکٹرز نے عمر اکمل کو ٹیسٹ اسکواڈ سے اس لئے ڈراپ کیا ہے کہ وہ ٹیسٹ میچوں میں بھی ٹی 20 کرکٹ والے اسٹروکس کھیلتے ہیں' وہ ایک بہترین کھلاڑی ہیں مگر انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ٹی 20 اور ٹیسٹ کرکٹ میں بہت فرق ہے۔''

تین سال قبل جب عمر اکمل نے بین الاقوامی کیریئر کی ابتدا کی تو جارح مزاجی کے عنصر کے باوجود ان کا کیریئر بڑی دھوم دھام سے شروع ہوا جب انہوں نے تیسرے ایک روزہ انٹرنیشنل میچ میں سری لنکا کے خلاف *102 رنز کی شاندار باری کھیل ڈالی۔ صرف 70 بالز پر سنچری مکمل کرنے والے بیٹسمین کا اعتماد لاجواب تھا اور اس بات کا گواہ بھی کہ پاکستان کو ایک موثر بیٹسمین مل چکا ہے مگر افسوس کہ غیر ضروری جارحانہ پن اور جدت طراز اسٹروکس نے اس کے بعد اچھی اننگز کو تخلیق کیا مگر سنچریاں خشک ہو کر نصف سنچریوں تک محدود ہونے لگیں۔ یہی معاملہ ٹیسٹ کرکٹ میں بھی واضح رہا کہ اپنے پہلے ہی میچ میں نیوزی لینڈ کے خلاف ڈونیڈن میں عمر اکمل نے نزاعی صورتحال میں 129 رنز کی کراری اننگز کھیلی جس میں 23 مرتبہ گیند نے باؤنڈری بھی عبور کی مگر اس سطح پر بھی یہ سنچری کا آخری ''شو'' ثابت ہوا اور کئی کامیابیوں کے باوجود ریکارڈز کا ''بنجر پن'' واضح ہوتا چلا گیا جس پر حیرت کی قطعی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس کی وجوہات بالکل صاف نظر آ رہی تھیں۔ نچلے نمبروں پر بیٹنگ اور جلد بازی میں کھیلے گئے اسٹروکس کے سبب اسے مطلوبہ کامیابی نہیں مل رہی تھی۔ پھر ون ڈے میچوں میں وکٹ کیپنگ کی اضافی ذمہ داری نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور نوجوان بیٹسمین مشکلات سے دوچار نظر آنے لگا جس کی ٹیسٹ میچوں میں بیٹنگ پر مسلسل تنقید کی جا رہی تھی۔

نیوزی لینڈ کے خلاف 10-2009ء میں اولین ٹیسٹ سیریز کے دوران 63.16 کی شاندار اوسط سے 379 رنز بنانے والے بیٹسمین نے ایک سنچری کے علاوہ تین نصف سنچریاں بھی اسکور کیں اور آسٹریلیا میں بھی 33.16 کی اوسط سے 199 رنز بنا کر ابتدائی 6 ٹیسٹ میچوں کی 12 اننگز میں 578 رنز بنا ڈالے مگر اس عمدہ کارکردگی کے سلسلے کو قائم نہ رکھا جا سکا اور اگلے دس میچوں کی 18 اننگز میں اس نے صرف دو نصف سنچریوں کے سہارے 425 رنز بنانے میں ہی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ کے کیریئر کے 16 ویں ٹیسٹ کی 30 اننگز میں اس نے 35.82 کی اوسط سے اپنا مجموعہ 1003 رنز تک پہنچا دیا مگر 22 سالہ بیٹسمین کی اس سطح پر کارکردگی میں زوال کو بہ آسانی محسوس کیا جا سکتا تھا جو محض جارحانہ انداز اپنانے کے باعث ناکامیوں سے دوچار ہو رہا تھا۔ 2010ء کا انگلش ٹور اس گراوٹ کا آغاز تھا جو اس کے کرکٹ کیریئر میں سرائیت کر گئی اور وہ اس دورے پر 6 ٹیسٹ میچوں میں 240 رنز تک محدود رہا جس میں *79 رنز کی ایک اننگ ہی قابل ذکر تھی۔ اگلے برس ویسٹ انڈیز میں ایک نصف سنچری کی مدد سے اس نے 41.50 کی اوسط سے 166 رنز تو اسکور کیے مگر جنوبی افریقہ کے خلاف ایک ٹیسٹ میں 4 اور زمبابوے کے خلاف 15 رنز نے اس کو مزید پستی میں دھکیل دیا اور سلیکٹرز نے اسے متحدہ عرب امارات میں سری لنکا کے خلاف ''ہوم سیریز'' کے لئے ٹیسٹ اسکواڈ سے ڈراپ کر دیا اور بنگلہ دیش کے خلاف بھی اس کی ٹیسٹ ٹیم میں واپسی نہیں ہو سکی مگر حیران کن بات یہ تھی کہ وہ اپنی بیٹنگ کے جارحانہ انداز کو ترک کرنے پر قطعی آمادہ نہ تھا اس نے کہا ''اگر میں اپنے روایتی انداز سے ہٹ کر کھیلا تو الجھ کر رہ جاؤں گا اور اسی لئے میں نہیں سمجھتا کہ مجھے ٹیسٹ میچوں میں اپنے اسٹروکس کے آگے رکاوٹ کھڑی کرنے کی ضرورت ہے۔'' ٹیم کے کوچ محسن خان نے بھی اس کے انداز کو خود غرضانہ اپروچ قرار دیتے ہوئے ہدایت کی تھی کہ وہ ٹیم کے لئے کھیلنے کی کوشش کرے مگر عمر اکمل کی سمجھ نے کام نہیں کیا جو کہ ستمبر 2011ء کے بعد کوئی ٹیسٹ میچ نہیں کھیل سکا ہے اور حالیہ دورہ سری لنکا کے لئے بھی اسے ٹیسٹ ٹیم میں واپسی کا موقع نہیں دیا گیا ہے۔

ٹیسٹ میچوں کے برعکس ون ڈے کرکٹ میں عمر اکمل کی کارکردگی کسی حد تک بہتر ہے جس نے 62 میچوں میں 38.12 کی اوسط سے 1830 رنز بنا رکھے ہیں۔ مگر اس سطح پر بھی صرف ایک سنچری اس کا منہ چڑا رہی ہے۔ نمبر تین سے سات کی بیٹنگ پوزیشنوں پر کھیلتے ہوئے نوجوان کھلاڑی نے زیادہ تر رنز پانچویں اور چھٹے نمبر پر اسکور کیے ہیں مگر اسے سنچریاں اسکور کرنے میں ناکامی کا سامنا ہے۔ عمر اکمل کا کہنا ہے ون ڈے کرکٹ میں انہیں اکثر بحرانی حالت میں بیٹنگ کرنا پڑتی ہے اور لمبی اننگ اس وقت مشکل مرحلہ بن جاتی ہے جب ساتھی کھلاڑی آؤٹ ہونے لگتے ہیں۔ قومی کرکٹ اکیڈمی میں کوچز کی زیر نگرانی بیٹنگ کی صلاحیتوں میں بہتری کی کوشش کرنے والے عمر اکمل کی توجہ اب اس بات پر ہے کہ اگر وہ چوتھے نمبر پر بیٹنگ کریں تو بڑی اننگز کھیلنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنی بعض خامیوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ٹاپ آرڈر میں موقع مل جائے تو وہ 30 اور 40 رنز کی باریوں کو بڑے اسکورز میں تبدیل کر دیں گے۔ سری لنکا کے خلاف پہلی ون ڈے سیریز میں عمر اکمل نے 64.00 کی عمدہ اوسط سے 192 رنز اسکور کیے تھے مگر اس کے بعد وہ پھر کسی سیریز میں اتنا اچھا اوسط حاصل نہیں کر سکے۔

آئی سی سی ورلڈ کپ میں سات میچز کھیل کر انہوں نے 48.00 کی اوسط سے 240 رنز تو بنائے اور ون ڈے کیریئر کے آخری 20 میچوں میں سات نصف سنچریاں اس بات کی غماز ہیں کہ وہ تسلسل کے ساتھ اچھی کرکٹ کھیل رہے ہیں مگر اس دوران 91 رنز کی بہترین اننگ کے باوجود انہیں سنچری تک رسائی کا موقع نہیں مل سکا ہے۔ یہ بھی ایک قابل ذکر پہلو ہے کہ عمر اکمل نے ون ڈے کرکٹ میں زیادہ تر رنز سری لنکا کے خلاف بنائے ہیں۔ 12 میچوں میں 52.22 کی اوسط اور 98.94 کا اسٹرائیک ریٹ اس کا گواہ ہے جبکہ سری لنکن سرزمین پر 12 میچوں میں 540 رنز 50.40 کی اوسط اور 91.80 کے عمدہ اسٹرائیک ریٹ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قدرے آسان وکٹوں کے چیمپئن بیٹسمین ہیں کیونکہ متحدہ عرب امارات کی وکٹوں پر بھی وہ 34.70 کی اوسط سے 13 میچوں میں 347 رنز اسکور کر چکے ہیں مگر یہاں ان کا اسٹرائیک ریٹ 75.10 ہی رہا ہے۔ عمر اکمل کا کہنا ہے کہ سری لنکا میں کیریئر کی اولین سیریز کے حوالے سے ان کی خوشگوار یادیں وابستہ ہیں اور وہ اگلی سیریز میں بہترین کھلاڑی کا ایوارڈ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ کوئی ناممکن امر نہیں کیونکہ سری لنکا ان کی پسندیدہ حریف اور سری لنکن میدان ان کے فیورٹ ہیں لہٰذا وہ مین آف دی سیریز کا ایوارڈ حاصل کرتے ہیں تو اس پر کوئی حیرت نہ ہو گی۔

کیریئر کے 29 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں عمر اکمل نے 28.41 کی اوسط اور 119.64 کے اسٹرائیک ریٹ سے چار نصف سنچریوں سمیت 682 رنز اسکور کیے ہیں جو باکمال نہیں مگر کافی بہتر کارکردگی ہے مگر اس میں بھی بہتری کا عنصر پیدا ہو سکتا ہے اگر وہ ٹی 20 کو صرف اسٹروکس کی قطار سے مرصع کرکٹ سمجھنا ترک کر دیں کیونکہ ہر گیند پر چوکا چھکا لگانا کسی بھی طرز کی کرکٹ میں ممکن نہیں ہوتا اور یہ بے صبری یا جلد بازی انکے ٹیسٹ کیریئر کو بری طرح متاثر کر رہی ہے۔ وہ ٹاپ آرڈر میں آ کر اپنے ڈبل فیگر اسکورز کو تین ہندسوں میں بدلنے سے زیادہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان پر لگا ہوا جارحانہ پن کا ٹیگ ختم ہو جائے کیونکہ غیر ضروری اور انوکھے اسٹروکس کی عادت ان کے کھیل پر مضر اثرات مرتب کر رہی ہے۔ پاکستان کو موجودہ حالات میں ٹیسٹ معیار کے اچھے بیٹسمینوں کی ضرورت ہے اور عمر اکمل ماضی میں اس معیار پر کامیابی کے ساتھ کھیل کر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ان میں ایک اچھے بیٹسمین کی تمام خصوصیات موجود ہیں جن کے ساتھ وہ انصاف نہیں کر رہے۔ ہارڈ ہٹنگ پر کاربند رہنے کا دفاع کرتے ہوئے انہوں نے جن بیٹسمینوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں کوئی بھی معمولی کھلاڑی نہیں۔ وریندر سہواگ' کیون پیٹرسن اور ڈی ویلیئرز ٹیسٹ میچوں میں بھی بڑے اسٹروکس کھیلتے ہیں مگر اسوقت جب ان کی نگاہیں گیند پر جم جاتی ہیں۔ وہ جب بھی ابتدا میں اسٹروکس کا سہارا لیتا ہے ناکامی اس کے پاؤں جکڑ لیتی ہے اور عمر اکمل کو تو اس کی عادت پڑ چکی ہے۔ ٹی 20 اور ون ڈے کرکٹ کے اسٹروکس شائقین میں جوش ضرور بھر دیتے ہیں اور ان کی داد بھی خوب ملتی ہے مگر اس کے لئے ٹیسٹ کرکٹ کی قربانی بڑا مہنگا سودا ہے۔ وہ جن کھلاڑیوں کو نگاہ میں رکھ کر بڑے اسٹروکس کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں کبھی رکی پونٹنگ' مائیکل کلارک اور جیک کیلس کا خیال کیوں نہیں آتا جو بڑے اسٹروکس کھیلنے کی اہلیت کے ساتھ کامیاب ٹیسٹ بیٹسمین بھی ہیں۔

MAB

چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی: بھارت پاکستانی ٹیم کو مدعو کرنے پر رضامند

نومبر 2008ء میں ممبئی میں دہشت گرد حملوں کے بعد سے پاکستان اور بھارت کے سیاسی و کرکٹ تعلقات پر جو سرد مہری چھائی ہوئی تھی، اس کی برف اچانک پگھلتے دکھائی دے رہی ہے کیونکہ بھارت نے عرصہ دراز کے بعد پاکستانی کرکٹ کے حوالے سے اپنے رویے میں کچھ تبدیلی دکھائی ہے۔ بھارتی کرکٹ بورڈ کی جانب سے رواں سال چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی کے لیے پاکستان سے ایک ٹیم مدعو کرنے پر رضامندی کا اظہار سرحد کے دونوں جانب ایک بہت اہم خبر بن کر سامنے آیا ہے اور پاکستان کرکٹ بورڈ نے بھی بھارتی کرکٹ بورڈ بی سی سی آئی کے اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ قدم دونوں ممالک کے درمیان کرکٹ تعلقات کی بحالی کے لیے ایک اہم موڑ ثابت ہو سکتا ہے۔ بھارتی کرکٹ بورڈ کا یہ فیصلہ پاک۔بھارت تعلقات کی بحالی میں پہلا قدم ثابت ہو سکتا ہے پی سی بی کے چیف آپریٹنگ آفیسر سبحان احمد نے کہا ہے کہ یہ بلاشبہ پاکستان کے لیے بہت اچھی خبر ہے اور ہم بھارت کے اس مثبت قدم کا خیر مقدم کرتے ہیں، ہم گزشتہ کئی ماہ سے غور کر رہے ہیں کہ دونوں ممالک کے کرکٹ تعلقات کس طرح بحال کیے جائیں اور یہ اس سمت میں اہم قدم ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ حیران کن اقدام نہیں تھا، بلکہ ایسی پیشرفت ہے۔ جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا، کیونکہ ہم گزشتہ دو ماہ سے اس حوالے سے گفتگو کر رہے تھے۔ بھارتی کرکٹ بورڈ بتدریج قدم اٹھانا چاہتا ہے، اور ایک مرتبہ چیمپئنز لیگ میں اس سلسلے کے کامیابی سے آغاز کے بعد ہم جونیئر اور سینئر ٹیموں کے ساتھ مزید آگے بڑھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاک بھارت کرکٹ تعلقات میں تناؤ کو کم کرنے کے لیے کرکٹ اور سفارتی دونوں حلقوں کو استعمال کیا گیا۔ اس سلسلے میں حکومت نے ہمیشہ مددگار کردار ادا کیا ہے۔ میرے خیال میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنا دونوں ملکوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ ہم نے آئی سی سی کے ایگزیکٹو بورڈ اجلاس کے دوران بھارتی عہدیداران کے ساتھ کرکٹ تعلقات کی بحالی کے لیے متعدد تجاویز رکھی تھیں۔ وہ ایک سیر حاصل ملاقات تھی جس میں ممکنات پر غور کیا گیا۔ دوسری جانب سیالکوٹ ریجنل کرکٹ ایسوسی ایشن نے بھی اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا ہے، کیونکہ پاکستان کی موجودہ ٹی ٹوئنٹی چیمپئن ہونے کے ناطے سی ایل ٹی ٹوئنٹی میں ملک کی نمائندگی کا اختیار اسی کو ہوگا۔ ایس آر سی اے کے صدر ذوالفقار ملک نے کہا کہ ہماری نظریں اس موقع پر مرکوز ہیں کیونکہ ہم اس سطح کی ٹیم جو چیمپئنز لیگ میں مقابلہ کر سکتی ہے۔ میں بھارت کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں جو بالآخر دونوں ملکوں کے درمیان اچھے تعلقات کے قیام میں مددگار ثابت ہوگا۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے کپتان شعیب ملک نے کہا ہے کہ یہ پاکستان کے کھلاڑیوں کے پاس اپنی صلاحیتوں کے حقیقی اظہار کا ایک شاندار موقع ہوگا۔ چیمپئنز لیگ میں دنیا کی بہترین ٹیموں کے ساتھ مقابلے کرنے کا موقع ملنا ایک خوش آئند امر ہے۔ بالآخر برف پگھلی ہے اور یہ ہمارے لیے بھی موقع ہے کہ ہم بھارتی کرکٹ شائقین کے سامنے ثابت کریں کہ پاکستان میں کرکٹ کی زبردست صلاحیتیں موجود ہیں۔ چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی میں پاکستان کی ڈومیسٹک چیمپئن ٹیم کو شرکت کی اجازت دینا پاک بھارت کرکٹ روابط کی بحالی میں بڑی پیش رفت ہے۔ شعیب ملک نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کے کرکٹ روابط کی بحالی دونوں ملکوں کے لئے بہتر ہے۔ مجھے گزشتہ دنوں آئی پی ایل کے ایک میچ کیلئے بنگلور جانے کا اتفاق ہوا، بھارتی شائقین ویلکم ویلکم کے نعرے لگاتے رہے، ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ہم پاکستانی کھلاڑیوں کو ایکشن میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ شعیب ملک نے کہا کہ پاکستان کے کرکٹرز کا بھارت میں کھیلنا اچھی خبر ہے۔ میرے سسرال والے بھارتی ہیں اس لئے وہاں کھیلنے کا پریشر ضرور ہوگا۔ شعیب ملک نے کہا کہ سیالکوٹ اسٹالینز میں کئی مشہور کھلاڑی ہیں۔ اس وقت پاکستان کی جس ٹیم کا اعلان ہوا ہے اس میں سے پانچ کھلاڑیوں کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اس کے علاوہ رانا نوید، عمران نذیر، منصور امجد اور شاہد یوسف جیسے کھلاڑیوں کی موجودگی میں کانٹے دار مقابلہ ہونے کی توقع ہے۔

دنیا بھر کی ڈومیسٹک چیمپئن کرکٹ ٹیموں کے میلے چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی میں ابتدا ہی سے پاکستان کی کوئی بھی ٹیم کھیلنے سے محروم رہی ہے، جس کی صرف ایک سادہ سی وجہ ہے کہ سی ایل ٹی 20 بھارتی کرکٹ بورڈ کے زیر نگیں ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف انڈین پریمئر لیگ میں پاکستانی کھلاڑیوں کی راہ روکے رکھی بلکہ سی ایل ٹی 20 میں بھی کسی بھی پاکستانی ٹیم کو آج تک شرکت نہیں کرنے دی لیکن اب اچانک بھارتی کرکٹ بورڈ نے اعلان کیا ہے کہ وہ ٹورنامنٹ کی گورننگ کونسل کو سفارش کرے گا کہ بھارت کو پاکستان کی جانب سے کسی ٹیم کی شرکت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ گورننگ کونسل نے سفارش منظور کر لی تو پاکستان کی جانب سے سیالکوٹ اسٹالینز رواں سال ٹورنامنٹ میں حصہ لے سکتا ہے اس امر کا اعلان بھارتی کرکٹ بورڈ بی سی سی آئی کے چینئی میں ہونے والے اجلاس کے بعد بورڈ سربراہ این شری نواسن نے کیا۔ جن کا کہنا تھا کہ ورکنگ کمیٹی نے رواں سال اکتوبر میں ہونے والی چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی میں پاکستان سے ایک ٹیم کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سی ایل ٹی ٹوئنٹی بھارتی کرکٹ بورڈ، کرکٹ آسٹریلیا اور کرکٹ ساؤتھ افریقہ کی ملکیت ہے۔ اس لیے ہم گورننگ کونسل کو سفارش کریں گے کہ بی سی سی آئی کو کسی پاکستانی ٹیم کو مدعو کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سی ایل ٹی 20 اس سال بھی بھارت میں کھیلی جائے گی اور جہاں تک کسی پاکستانی ٹیم کو باضابطہ طور پر مدعو کرنے کا تعلق ہے، یہ کام گورننگ کونسل ہے۔ بی سی سی آئی گورننگ کونسل کو سفارش کرے گا اور وہ اس معاملے پر حتمی فیصلہ دے گی۔ انہوں نے کہا کہ اجلاس میں رواں سال ٹورنامنٹ کی ساخت اور حصہ لینے والی ٹیموں کی تعداد کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی اور ممکن ہے کہ پاکستان سے بھی کسی ٹیم کو مدعو کیا جائے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ ماضی میں سی ایل ٹی ٹوئنٹی میں کسی پاکستانی ٹیم کو کھلانے کی خواہش ظاہر کر چکا ہے، کیونکہ وہ واحد اہم ٹیسٹ کھیلنے والا ملک ہے جسے اس ٹورنامنٹ کا کوالیفائر تک کھیلنے کی اجازت نہیں۔ بھارتی کرکٹ بورڈ کے نائب صدر راجیو شکلا کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے کوئی مداخلت نہیں کی گئی، اور نہ ہی کوئی گرین سگنل دیا گیا ہے۔ گو کہ پی سی بی گزشتہ تین سالوں سے ہم سے یہ مطالبہ کر رہا تھا، لیکن ہم نے اس کی درخواست پر غور نہیں کیا۔ البتہ اس مرتبہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انہیں مدعو کرنے کا اچھا موقع ہے اور یوں ہم نے پی سی بی کی درخواست قبول کر لی ہے۔ اجلاس کے دوران یہ این شری نواسن تھے جنہوں نے اس معاملے کو پیش کیا اور تمام شرکا نے اس امر پر اتفاق کیا کہ سیاسی ماحول ایسا ہے کہ پاکستان کی جانب سے کسی ٹیم کو مدعو کیا جا سکتا ہے اور یوں ورکنگ کمیٹی کے اراکین نے بالاتفاق رائے اس تجویز کی حمایت کی۔ چیمپئنز لیگ مختلف ممالک کے ڈومیسٹک ٹی ٹوئنٹی فاتحین کے درمیان کھیلی جاتی ہے۔ سیالکوٹ اسٹالینز اس وقت پاکستان کی ڈومیسٹک ٹی ٹوئنٹی چیمپئن ہے اور سیالکوٹ ریجنل کرکٹ ایسوسی ایشن نے گزشتہ ماہ پاکستان کرکٹ بورڈ سے درخواست کی تھی کہ وہ سیالکوٹ کے چیمپئنز لیگ میں حصہ لینے کو ممکن بنانے کے لیے کوششیں کریں۔ البتہ پاکستان کرکٹ بورڈ کا کہنا تھا کہ سیالکوٹ کی شرکت پاک بھارت کرکٹ تعلقات کی بحالی پر منحصر ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ سیالکوٹ اسٹالینز کو 2008ء کے اواخر میں ٹورنامنٹ کے پہلے ایڈیشن کے لیے مدعو کیا گیا تھا، لیکن اسی سال نومبر میں ممبئی میں دہشت گرد حملے نے پاک۔بھارت کرکٹ تعلقات پر آخری ضرب لگا دی اور یوں پاکستان اس اہم ترین ٹورنامنٹ میں شرکت سے بھی محروم ہو گیا۔

پی پی ایل کا انعقاد...... مگر بڑے سلیقے اور احتیاط سے!!

پی سی بی کا حال اس نابینا شخص جیسا ہے جس کے ہاتھ سے چھڑی بھی چھین لی گئی ہو اور وہ کسی سہارے کے لئے ادھر ادھر ٹکرا رہا ہو۔ نہ اسے کوئی راہ مل رہی ہو اور نہ ہی سنبھلنے کے لئے کوئی سہارا...... پی سی بی کے سربراہ اپنی سی کوشش کررہے ہیں کہ ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کا سلسلہ کسی بھی سطح پر کم از کم شروع ہوجائے مگر انہیں ہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مجبوری کے عالم میں برٹش یونیورسٹیز کی ٹیم کی آؤ بھگت کی گئی اور انگلینڈ کے ایک کلب میلکنز کو مدعو کرنے کا مشورہ بھی سامنے آیا اور کینیڈا جانے کی راہ میں رکاوٹ کے بعد کینیڈا کو مہمان بنانے کی کوشش بھی کی گئی مگر لگتا ہے کہ اس وقت تقدیر ہی ملک میں موجود کرکٹ کے حکمرانوں کے ساتھ نہیں جو اپنے سرپرستوں کی طرف سے بھی کوئی خاص مدد حاصل کرنے میں ناکام ہیں۔ پاکستان میں سیکورٹی ایک ایسا لفظ بن گیا ہے جس سے ہر کوئی کترا رہا ہے کیونکہ نہ ہونے والی کوئی چیز ہفتوں اور مہینوں نہیں ہوتی مگر ہونے والا سانحہ منٹ بھر میں سب کچھ الٹ پلٹ کرڈالتا ہے اور یہ ''خطرہ'' مول لینے کو کوئی تیار نہیں کہ وہ ''حفاظت'' کا ذمہ لے کر معاملات کو آگے بڑھائے۔

بین الاقوامی ٹیموں کی آمد کے حوالے سے ہونے والے اجلاسوں میں ''فول پروف'' حفاظتی اقدامات کا دعویٰ تو مسلسل کیا جاتا ہے اور شاید اس میں کسی حد تک سنجیدگی بھی ہوتی ہے مگر 2009ء میں سری لنکن ٹیم پر ہونے والا منظم حملہ یاد آئے تو پھر دل میں کچھ ہونے کا خوف جگہ بنانے لگتا ہے۔ اس وقت بھی سری لنکا ان چند ٹیموں میں سے ایک تھی جس نے پاکستان آنے کی ہمت کی تھی ورنہ بیشتر ہوم سیریزیں اس سے قبل بھی ''پرائے میدانوں'' پر کھیلی جاچکی تھیں۔ ذرا سی غفلت نے پاکستان کرکٹ کا مستقبل ویران کردیا اور اب ایسے کسی واقعے کا متحمل نہیں ہوا جاسکتا جو ہمیشہ کے لئے پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کا مستقبل ختم کردے۔ پی سی بی کے پاس ملکی شائقین کرکٹ کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے جو تین سال سے بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کی منتظر ہیں۔ ایسے میں پاکستان پریمیئر لیگ کا آئیڈیا روشنی کی کرن بن کر اُبھرا ہے جس کے انعقاد سے انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی خواہ ممکن نہ ہوسکے مگر ملک میں کرکٹ کے کھیل کو دیکھنے کے خواہشمندوں کو ضرور تسلی مل جائے گی جو رفتہ رفتہ دوسرے کھیلوں کی طرف رُخ کررہے ہیں یا پھر انہوں نے تقدیر کا یہ فیصلہ قبول کرلیا ہے کہ انہیں اب پاکستانی ٹیم کو ٹی وی پر کھیلتے ہوئے دیکھنے پر اکتفا کرنا ہوگا۔

پی پی ایل یعنی پاکستان پریمیئر لیگ کے کامیاب انعقاد کے حوالے سے پی سی بی حکام بہت زیادہ پُرامید ہیں جن کو کچھ اچھے اسپانسرز بھی دستیاب ہوگئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب بنگلہ دیش جیسا ملک پریمیئر لیگ کا کامیابی سے انعقاد کرسکتا ہے تو پاکستان میں اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ صلاحیت موجود ہے اور پی پی ایل کی تجویز سامنے آنے کے بعد میڈیا ہاؤسز کے علاوہ کارپوریٹ ادارے بھی اس میں گہری دلچسپی ظاہر کررہے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ یو اے ای کا ایک بینک اور دو ٹیلی کام کمپنیاں پی سی بی کی مدد کو تیار ہیں جنہوں نے پریزنٹیشن بھی دے دی ہے مگر یہ خبر کسی طرح بھی خطرے سے خالی نہیں ہے کہ بھارتی ادارے بھی اس ایونٹ میں اپنی دلچسپی ظاہر کررہے ہیں جن کا مقصد خطے میں اپنا اثر نفوذ بڑھانا ہے اور وہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کی طرح اس ایونٹ کو بھی ''ہائی جیک'' کرکے اس میں اپنا ہولڈ کرنا چاہتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی ایک بھارتی ادارے نے پریمیئر لیگ کے خواب کو حقیقت کا رنگ دیا جو کہ ایونٹ کا مالک اور مختار بنا ہوا ہے اور بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ محض اس پیسے کے حصول کی کوشش میں مصروف ہے جو مذکورہ ادارے سے اسے ملتا ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ کھلاڑیوں کو ادائیگی کا سلسلہ تاخیر کا شکار ہے اور بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کو ''وعدے'' پر بھروسہ کرکے ابتدائی اخراجات بھی خود اٹھانا پڑے ہیں۔ سری لنکن پریمیئر لیگ کا بھی یہی حال ہے کہ اس ایونٹ کا انتظام کرنے والا ادارہ سمرسٹ انٹرٹینمنٹ بھی آئی پی ایل کے ایک سابق عہدیدار کی ملکیت ہے جو بھارتی کرکٹ سے بے دخل کئے جانے کے بعد آئی پی ایل کی طرز کے ایونٹ سامنے لاکر بھارت کو نیچا دکھانے کی کوشش میں مصروف ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھارتی بورڈ نے اپنے کھلاڑیوں کو سری لنکن پریمیئر لیگ میں شرکت سے روک دیا جس کے سبب یہ ایونٹ ملتوی کرنا پڑا تھا۔

پی سی بی کو ایونٹ مینجمنٹ کا تجربہ نہ ہونے کے برابر ہے جسے ممکن ہے کہ اس حوالے سے کسی بھارتی ادارے کی جانب دیکھنا پڑے لیکن بڑی احتیاط کے ساتھ معاملات کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں پی پی ایل بھی دوسرے ہاتھوں میں نہ چلی جائے جس کی بھارتی لابی پوری کوشش کرے گی کیونکہ اپنے پیسے اور تجربے کے بل پر پڑوسی ملک ساری دنیا کی کرکٹ کو اپنی انگلیوں پر نچانے کی کوشش کرتا رہا ہے اور آئی سی سی سمیت بڑے کرکٹ ممالک بھی اس کی بڑائی کا دم بھرتے نظر آتے ہیں۔ پی سی بی کے چیئرمین ذکاء اشرف کا کہنا ہے کہ وہ مجوزہ ٹی 20 لیگ کو آئی پی ایل سے مختلف اور منفرد انداز سے آرگنائز کرنا چاہتے ہیں اور شاید اس کا نام بھی پاکستان پریمیئر لیگ نہیں ہوگا بلکہ اسے کوئی نیا اور دلچسپ نام دیا جائے گا۔ انہوں نے تصدیق کی ہے کہ اکتوبر میں ہونے والے ایونٹ میں کئی بھارتی اداروں نے دلچسپی ظاہر کی ہے جس میں نشریاتی ادارہ نمبس بھی شامل ہے جو پاکستان میں ٹی 20 لیگ کا حصہ بننا چاہتا ہے اور اس نے اپنی پریزنٹیشن بھی دیدی ہے۔ پی سی بی کو فرنچائز کی ملکیت کے حوالے سے بھی بڑے بزنس گروپس کی جانب سے اچھا رسپانس مل رہا ہے جو حوصلہ افزا بات ہے مگر کوشش یہی ہونا چاہئے کہ یہ بزنس گروپس متحدہ عرب امارات اور دیگر دوست ممالک سے ہوں جو خلوص نیت کے ساتھ پاکستان میں کرکٹ کے کھیل کو سہارا دینے کی کوشش کریں نہ کہ اس کے مالک بن جانے کی کوششوں میں مصروف ہوجائیں اور کھیل مزید مشکلات سے دوچار ہوجائے۔

پی سی بی کی توجہ اس بات پر بھی ہے کہ ایونٹ میں غیر ملکی کرکٹرز بھی بڑی تعداد میں شرکت کریں تاکہ ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کا امکان پیدا ہو مگر اکتوبر میں جب اس ٹورنامنٹ کو آرگنائز کیا جائے گا تو اس وقت اکثر صف اول کے کھلاڑی بھارت میں چیمپئنز لیگ کھیل رہے ہوں گے اور اس دوران صرف چند کھلاڑی دستیاب ہوسکیں گے جن کو دیکھنے کی شائقین تمنا رکھتے ہیں۔ پی سی بی کو اس جانب بھی بھرپور توجہ درکار ہوگی کہ پی پی ایل کو محض ایک ایونٹ کے طور پر ہی آرگنائز نہ کیا جائے جس سے بورڈ کے خزانے بھرے جاسکتے ہیں بلکہ کھیل کے عام شائق کی دلچسپی کا بھی بھرپور خیال رکھا جائے جسے گھر سے نکال کر اسٹیڈیمز تک اسی صورت میں لایا جاسکتا ہے جب دلچسپ اور مقابلے سے بھرپور کرکٹ کھیلی جارہی ہو اور اس میں عالمی کرکٹ کے چند نامور ستارے بھی شریک ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ٹیموں کو پاکستان لانے میں مشکلات کا سامنا رہا ہے مگر انفرادی معاہدے کرکے چند نامور اسٹارز کو ''معقول معاوضے'' پر پاکستان لایا جاسکتا ہے۔ بھارتی کھلاڑیوں کی ایونٹ میں شرکت پر بدستور سوالیہ نشان لگا ہوا ہے جو دوسرے ممالک کی لیگز سے بھی کترا رہے ہیں یا بورڈ انہیں اجازت دینے سے ہی انکاری ہے مگر سری لنکا' بنگلہ دیش' جنوبی افریقہ اور انگلینڈ کے علاوہ زمبابوے سے باصلاحیت کھلاڑیوں کو طلب کرکے ایونٹ میں رنگینی پیدا کی جاسکتی ہے۔ پی سی بی کے سربراہ کے مطابق یہ ایونٹ آئی پی ایل کی نقل نہیں ہوگا مگر ہر فرنچائز کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ غیر ملکی کھلاڑیوں کی خدمات بھی حاصل کرے۔ پی سی بی کی غیر ملکی کھلاڑیوں کو پاکستان لانے کی کوشش ظاہر ہے کہ غلط نہیں کیونکہ اس کے بغیر ایونٹ میں جان نہیں پڑے گی مگر کھلاڑیوں کی حفاظت ایک بڑا مسئلہ ہوگی جس میں ذرا سی بھی کوتاہی پاکستان کو طویل تاریکی میں بھی دھکیل سکتی ہے۔ یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ سیکورٹی پر آنے والے بھاری اخراجات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کم از کم ایسے کھلاڑیوں کو پاکستان میں مدعو کیا جائے جن پر یہ اخراجات ''فضول'' محسوس نہ ہوں کیونکہ چھوٹے ممالک کے کھلاڑیوں پر اگر بھاری رقم خرچ کرکے میلہ سجانے کی کوشش کی جائے گی تو اس کا پاکستان کرکٹ کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوگا۔ چوہدری ذکاء اشرف پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے لئے جو کوششیں کررہے ہیں ان کو سراہنا پڑتا ہے لیکن صرف بین الاقوامی کرکٹ کے لئے پاکستان میں کرکٹ کو داؤ پر لگا دینا کسی طرح سے بھی قابل قبول نہیں۔ پی پی ایل پاکستان کرکٹ کے مستقبل کا تعین کرنے کے لئے ایک پرفیکٹ پلیٹ فارم ہے جسے موثر انداز سے استعمال کرکے ہی اس کے ثمرات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ذرا سی کوتاہی' معمولی سی غفلت ہمیں 3 مارچ 2009ء سے بھی پیچھے لے جاکر پھینک سکتی ہے جہاں سے واپسی کا راستہ بین الاقوامی کرکٹ سے محرومی کی تنگ گلی میں بھی لے جاسکتا ہے اور پاکستان کرکٹ اس صدمے کو سہنے کی متحمل نہیں ہوسکے گی۔ **MAB**

کرس گیل کی کیریبیئن اسکواڈ میں طویل عرصے بعد واپسی

جارح مزاج بیٹسمین کرس گیل کی ویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم میں واپسی 22 جون کو لیڈز میں انگلینڈ کے خلاف تیسرے ون ڈے کے موقع پر متوقع ہے۔ ویسٹ انڈیز کرکٹ بورڈ سے تنازعات ختم کرتے ہوئے کرس گیل اپنی دستیابی پر رضامند ہو چکے ہیں تاہم اس سے قبل وہ آئی پی ایل میں رائل چیلنجرز بنگلور اور انگلش کاؤنٹی سمرسیٹ سے اپنے معاہدے پورے کریں گے۔ ان کی ٹیم دورہ انگلینڈ میں پہلا ٹیسٹ 21 مئی کو لارڈز میں کھیلے گی تاہم کرس گیل ون ڈے اسکواڈ میں شامل ہیں اور لیڈز میں 22 جون کو تیسرا میچ کھیلیں گے۔

شعلہ فشاں بلے باز کرس گیل ویسٹ انڈیز کرکٹ بورڈ سے معاملات طے ہو جانے کے بعد کاؤنٹی معاہدے سے دستبردار ہو گئے یوں وہ انگلستان کے خلاف سیریز میں قومی کرکٹ ٹیم کے لیے دستیاب ہوں گے۔ گزشتہ سال بورڈ کے خلاف بیان دینے کے بعد ویسٹ انڈین ٹیم سے باہر کر دیے جانے والے کرس ایک مرتبہ پھر ٹیم میں واپس آ چکے ہیں، البتہ اب بھی اس کا انحصار بورڈ اور سلیکشن کمیٹی پر ہے۔ اگر کرس گیل کو انگلستان کے خلاف ٹیم میں شامل کیا گیا تو یہ ایک سال بعد ویسٹ انڈیز کی نمائندگی کا پہلا موقع ہوگا انگلستان کے خلاف ٹیسٹ سیریز کا آغاز 17 مئی سے لارڈز میں ہو چکا ہے، جس کے لیے ویسٹ انڈین دستے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس کے بعد تین ایک روزہ مقابلوں کے لیے گیل کے نام پر غور کیا گیا کیونکہ ویسٹ انڈیز کرکٹ بورڈ کے چیف ایگزیکٹو ارنسٹ ہلیئر پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ گیل کے نام پر اس وقت تک غور نہیں کیا جائے گا جب تک وہ خود کو پیش نہیں کرتے۔ اب جبکہ گیل یہ فیصلہ کر چکے ہیں اس لیے کم از کم ان کا نام زیر غور آنے کی توقع ضرور ہے۔ جاری کردہ بیان میں کرس گیل نے کہا ہے کہ "میں نے سمرسیٹ کو تحریری صورت میں لکھ بھیجا ہے کہ میں فرینڈز لائف ٹی 20 کے لیے دستیاب نہیں ہوں گا اور یہ فیصلہ میں نے ویسٹ انڈیز کرکٹ اور اپنے شائقین سے اپنی وابستگی کے باعث کیا ہے۔ اب میں تمام طرز کی کرکٹ میں ویسٹ انڈیز کے لیے دستیاب ہوں۔ میں اپنے اہل خانہ اور دوستوں سمیت گزشتہ ایک سال میں مدد کرنے والے تمام افراد کا شکر گزار ہوں خصوصاً دنیا بھر کے ان شائقین کا، جنہوں نے ہر اس جگہ میری حوصلہ افزائی کی جہاں میں نے کھیلا۔ میری نظریں ایک مرتبہ پھر ویسٹ انڈیز کی قومی ٹیم کا لباس پہننے، غیر کرکٹ اور بین الاقوامی کیریئر کے ایک مرتبہ پھر آغاز کرنے پر مرکوز ہیں۔ کرس گیل عالمی کپ 2011 کے بعد سے ویسٹ انڈیز کی نمائندگی نہیں کر پائے، جبکہ وہ انڈین پریمیئر لیگ سمیت تمام طرز کی لیگ کرکٹ میں شاندار کارکردگی دکھا چکے ہیں، جن میں آسٹریلیا کی بگ بیش لیگ اور بنگلہ دیش کی بنگلہ دیش پریمیئر لیگ شامل ہیں۔ اکتوبر 2011 میں کرس گیل نے بورڈ سے سوال کیا تھا کہ بورڈ کن بیانات پر معذرت کا طلبگار ہے؟۔ ویسٹ انڈیز کرکٹ بورڈ ڈبلیو آئی سی بی نے جاری کردہ بیان میں کہا تھا کہ گیل کی ٹیم میں شمولیت پر اسی وقت غور کیا جا سکتا ہے جب وہ بورڈ اور اس کے عہدیداروں کے بارے میں اپنے بیانات واپس لیں اور معذرت طلب کریں۔ عالمی کپ 2011ء کے بعد سے ویسٹ انڈیز کی نمائندگی سے محروم شعلہ فشاں بلے باز کرس گیل بورڈ کے رویے سے مایوس دکھائی دیے اور ان کا کہنا تھا کہ میرے خیال میں بورڈ اس

سیمی ٹیم میں گیل کی جلد از جلد شمولیت کے خواہشمند

پے در پے شکستوں سے دوچار ویسٹ انڈیز کے کپتان ڈیرن سیمی اس سلسلے کو توڑنا چاہتے ہیں عالمی نمبر ایک انگلستان کی سرزمین پر اس کے خلاف جیتنے کے ایک مشکل ترین ہدف کو حاصل کرنے کے خواہاں ڈیرن سیمی چاہتے ہیں کہ شعلہ فشاں بلے باز کرس گیل جلد از جلد ٹیم میں واپس آ جائیں تاکہ اصل کمزوری یعنی بیٹنگ لائن اپ کو مضبوط کیا جا سکے۔ کرس گیل جو ایک سال تک ویسٹ انڈیز کرکٹ بورڈ کے ساتھ تنازع کے باعث ٹیم سے باہر رہے کے معاملات اب تقریباً حل ہو چکے ہیں۔ تاہم انڈین پریمیئر لیگ میں شرکت کے باعث انہیں ٹیسٹ دستے کا حصہ نہیں بنایا گیا 'اسکائی اسپورٹس' سے گفتگو کرتے ہوئے ڈیرن سیمی نے کہا کہ جو بھی کھلاڑی ٹیم کا حصہ بنے گا ہم اس کا خیر مقدم کریں گے اور توقع ہے کہ وہ ٹیم کو لیے مدد گار ثابت ہوگا۔ اب اس بات کا انحصار سلیکٹرز پر ہے کہ وہ کس کا انتخاب کرتے ہیں اور کس کا نہیں۔ سیمی کا کہنا تھا کے میرے خیال سے گیل اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ وہ تینوں طرز کی کرکٹ کے لئے دستیاب ہوں گے لہٰذا اب فیصلہ سلیکٹرز کے ہاتھوں میں ہے۔ بیٹنگ کے حوالے سے ہمیں ٹاپ آرڈر میں کافی مشکلات کا سامنا ہے اور اگر گیل اس نازک وقت میں ٹیم کا سہارا بنتے ہیں تو یقیناً سب ہی کو خوشی ہوگی۔

معاملے کو حل ہی نہیں کرنا چاہتا حالانکہ اسے اس قضیے کو جلد نمٹانے کی ضرورت ہے۔ کیریبین میڈیا کارپوریشن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بجائے اس کے کہ ایک مبہم و غیر واضح بیان جاری کرنے کے بجائے بورڈ کو صراحت سے بیان کرنا چاہیے کہ مجھے کس کس بیان کی معافی مانگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ پیغام اس وقت موصول ہوا جب میں علاقائی ٹورنامنٹ میں جمیکا کی نمائندگی کر رہا تھا اور میں اس وقت صرف اور صرف ٹورنامنٹ جیتنے پر اپنی توجہ مرکوز کرنا چاہتا تھا اس لیے اس معاملے پر ٹورنامنٹ کے بعد ہی کچھ غور کر سکتا تھا۔ ڈبلیو آئی سی بی نے 20 اکتوبر کو جاری کیے گئے بیان میں کہا تھا کہ گیل اور بورڈ کے درمیان ہونے والی گفتگو کے تجزیے، ویسٹ انڈین ٹیم کی انتظامیہ کی رپورٹوں اور بورڈ عہدیداروں کے بارے میں کھلاڑی کے بیانات پر غور کے بعد بورڈ کرس گیل پر واضح کر دینا چاہتا ہے کہ ان کی ویسٹ انڈین ٹیم میں شمولیت پر اسی وقت غور کیا جائے گا جب وہ اپنے بیانات واپس لیں گے۔ کھلاڑی اور بورڈ کے درمیان تعلقات گزشتہ سال اپریل میں ایک انٹرویو کے بعد تلخ ہو گئے تھے جس میں کرس گیل نے بورڈ انتظامیہ اور کوچ اوٹس گبسن کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ بعد ازاں مفاہمت کی کوششوں میں ناکامی کے بعد کرس گیل بھارت روانہ ہو گئے جہاں انہوں نے بھارتی پریمیئر لیگ اور بعد ازاں چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی میں اپنی ٹیم رائل چیلنجرز بنگلور کی نمائندگی کی اور شاندار کھیل کا مظاہرہ کر کے آئی پی ایل میں سب سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی بنے ۔ 2011ء میں ویسٹ انڈیز پلیئرز ایسوسی ایشن نے جارحانہ بلے باز کرس گیل کو سال کا بہترین کھلاڑی قرار دیا کرس گیل رواں سال آئی پی ایل میں سب سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی رہے کوئنز ہال، سینٹ ایز میں منعقدہ ایک رنگارنگ تقریب میں گیل کو 2010ء ویپا کرکٹر آف دی ایئر کے اعزاز سے نوازا گیا۔ بھارتی پریمیئر لیگ میں 12 اننگز میں 608 رنز بنا کر بہترین بلے باز کا اعزاز حاصل کرنے والے کرس گیل نے شیونرائن چندرپال، موجودہ کپتان ڈیرن سیمی اور آل راؤنڈر ڈیوین براوو کو پیچھے چھوڑتے ہوئے یہ اعزاز اپنے نام کیا۔ کرس گیل اس اعزاز کے حصول پر خدا کے ساتھ ساتھ نوجوان ساتھی اوپنر ایڈرین بارتھ کے بھی شکر گزار تھے انہوں نے کہا کہ ٹیسٹ میچ کے دوران دوسرے اینڈ پر ایک نوجوان کھلاڑی کو حریف گیند بازوں پر حاوی ہوتے ہوئے دیکھنا ایک متاثر کن شے تھی اور اسی کی بدولت مجھ میں اچھا کھیلنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ کرس گیل نے چندرپال، سلیمان بین اور کیمار روچ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے سال کے بہترین ٹیسٹ کھلاڑی کا اعزاز بھی اپنے نام کیا۔ کرس گیل رواں سال انڈین پریمیئر لیگ میں بھرپور فارم میں رہے اور امید کی جا سکتی ہے وہ انگلینڈ کیخلاف اپنی جارحانہ بیٹنگ سے شائقین کو لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کریں گے۔ جبکہ گیل کی شمولیت سے ویسٹ انڈیز کی ٹیم ایک مضبوط جتھے میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

دورہ سری لنکا کیلئے منتخب نہ ہونے پر کامران اکمل رنجیدہ

پاکستان کے وکٹ کیپر کامران اکمل نے دورہ سری لنکا کے لئے عدم انتخاب پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ مستقل نظرانداز کیوں کیا جارہا ہے۔ دورہ سری لنکا کے لیے کامران اکمل کو پاکستان کے ٹی ٹوئنٹی، ایک روزہ اور ٹیسٹ کسی بھی دستے کے لیے منتخب نہیں کیا گیا حالانکہ ٹیم میں کئی پرانے نام ایک مرتبہ پھر نظر آئے ہیں جیسا کہ محمد سمیع اور فیصل اقبال۔ کہا جاتا ہے کہ کامران اکمل کی وکٹوں کے آگے اور پیچھے ناقص کارکردگی ان کے ٹیم سے اخراج کا سبب بنی۔ بہرحال کامران اکمل نے کہا ہے کہ میں نے ڈومیسٹک سیزن میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور مکمل طور پر فٹ ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے وطن کے لیے کھیلنا چاہتا ہوں لیکن مجھے مستقل قومی کرکٹ ٹیم سے نظرانداز کیا جارہا ہے جس کی وجہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ پاکستان کے چیف سلیکٹر اقبال قاسم کا کہنا ہے کہ کامران اکمل کو خود کو انتخاب کا اہل ثابت کرنے کے خود کو میچ فکسنگ کے الزامات کے حوالے سے کلیئر ثابت کرنا ہوگا۔ دوسری طرف اکمل کا یہ دعویٰ ہے کہ پی سی بی کی انٹیگریٹی کمیٹی کی جانب سے اس معاملے میں انہیں پہلے ہی کلیئرنس مل چکی ہے۔ اکمل کا کہنا ہے کہ مجھے کلیئرنس مل چکی ہے لیکن اگر میں پھر بھی غلط ہوں تو مجھ پر ہمیشہ کے لئے پابندی لگادینی چاہیے۔ مگر یہ کوئی انصاف نہیں کہ مجھ پر الزامات لگائے جائیں کیونکہ میں اس حوالے سے آئی سی سی سمیت سب کو مطمئن کرچکا ہوں پچھلے سال کامران اکمل نے پی سی بی کی جانب سے ہر چھ ماہ بعد تمام کھلاڑیوں کے اثاثہ جات اور بینک کھاتوں کی پڑتال پر رضامندی کا اظہار کیا تھا تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ تمام کھلاڑی کسی غیرقانونی سرگرمی میں ملوث نہیں۔ اپنے کیریئر میں ابتدائی شہرت کے بعد کامران اکمل کو وکٹوں کے پیچھے کافی مشکلات کا سامنا رہا۔ 2009-10 کے دورآسٹریلیا اور بعدازاں عالمی کپ 2011 میں دوسرے درجے کی وکٹ کیپنگ کے باعث وہ کڑی تنقید کا نشانہ بنائے گئے اور بالآخر عالمی کپ کے سیمی فائنل میں بھارت کے ہاتھوں شکست کے ساتھ ہی انہیں ٹیم سے خارج کردیا گیا اور اسی سال وہ اپنے مرکزی معاہدے سینٹرل کانٹریکٹ سے بھی محروم ہوگئے۔

دورہ سری لنکا کے لیے عدم انتخاب ......عبدالرزاق کی تنقید

پاکستان کے آل راؤنڈر عبدالرزاق نے دورہ سری لنکا کے لیے ٹیم میں اپنے عدم انتخاب کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ انہیں ٹیم میں منتخب نہ ہونے کا بہت دکھ ہوا ہے حالانکہ میں مکمل طور پر فٹ ہوں اور حال ہی میں ڈومیسٹک کرکٹ میں بھی بھرپور کارکردگی دکھاتا آ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ سلیکٹرز کی جانب سے مجھے نظرانداز کیے جانے کی روش پر قائم رہنا میرے لیے حیران کن امر ہے۔ آل راؤنڈر عبدالرزاق نے کہا ہے کہ قومی کرکٹ ٹیم میں شامل نہ کرکے موجودہ سلیکشن کمیٹی نے بھی ان کے ساتھ زیادتی کی ہے، ماضی میں چیف سلیکٹر محسن حسن خان اور کوچ وقار یونس نے کیریئر کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور قومی کرکٹ ٹیم سے دور رکھا، اب یہی عمل موجودہ چیف سلیکٹر اقبال قاسم نے بھی دہرایا۔ انہوں نے ریٹائرمنٹ کے حوالے سے آنے والی خبروں کی تردید کی اور کہا کہ وہ پاکستانی ٹیم میں ایک مرتبہ پھر واپسی کے لئے پرامید ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ میرا بین الاقوامی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا کوئی ارادہ نہیں، بلکہ مجھے یقین ہے کہ میں اب بھی پاکستان کے لئے کھیل سکتا ہوں۔ انگلستان کی کاؤنٹی لیسٹرشائر سے میرا معاہدہ ہے، میں وہاں جاؤں گا اور اس امید کے ساتھ کھیلوں گا کہ میری کارکردگی قومی سلیکٹرز کو مطمئن کرسکے۔ 46 ٹیسٹ میچز میں پاکستان کی نمائندگی کرنے والے عبدالرزاق نے آخری مرتبہ گزشتہ سال نومبر میں سری لنکا کے خلاف ایک روزہ سیریز کھیلی تھی لیکن کاندھے کی انجری کے باعث انہیں باہر کردیا گیا اور اس کے بعد سے وہ دوبارہ ٹیم میں جگہ نہیں بنا پائے۔

وہاب ریاض سلیکٹرز کے رویئے سے دلبرداشتہ ہوگئے

سلیکشن کمیٹی اور قومی ٹیم انتظامیہ کے رویے سے دلبرداشتہ ٹیسٹ فاسٹ بولر وہاب ریاض مستقبل سے مایوس ہوگئے، انہوں نے کرکٹ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا لیکن انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ ادھر سلیکٹرز کا کہنا ہے کہ آرام کا موقع دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی کرکٹ پر فوکس کرسکیں۔ قومی سلیکشن کمیٹی نے سری لنکا کے خلاف سیریز کے لئے اعلان کردہ تین مختلف فارمیٹس کے لئے 31 کھلاڑیوں میں انہیں شامل نہیں کیا۔ ذرائع کا کہنا ہے تینوں ٹیموں سے ڈراپ ہونے کے بعد وہ سلیکٹرز سے سخت ناراض ہیں اور انہوں نے کرکٹ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ تاہم انہیں سمجھایا گیا کہ وہ محنت کریں کیریئر میں عروج وزوال آتے رہتے ہیں۔ وہاب ریاض نے ڈھاکا میں ایشیا کپ میں بھارت کے خلاف چار اوورز میں 50 رنز دیئے تھے جس کے بعد انہیں سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ 25 ون ڈے، سات ٹیسٹ اور چھ ٹوئنٹی انٹرنیشنل کھیلنے والے وہاب ریاض کے بارے میں سلیکٹرز کا خیال ہے کہ وہ اپنی کرکٹ سے سنجیدہ نہیں ہیں ان کی کارکردگی میں نمایاں فرق آیا ہے۔ تاہم انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نیٹ پر جاکر اپنی کارکردگی میں بہتری لائیں۔ لیفٹ آرم فاسٹ بالر نے اگست 2010 میں انگلینڈ کے خلاف اوول میں اپنے ٹیسٹ ڈیبیو پر محمد عامر اور محمد آصف کی موجودگی میں 63 رنز دے کر پانچ وکٹ حاصل کیے تھے اور میچ میں چھ وکٹ لے کر پاکستان کو چار وکٹ کی فتح دلواتے ہوئے مین آف دی میچ ایوارڈ حاصل کیا تھا۔ 2011 کے ورلڈکپ سیمی فائنل میں انہیں شعیب اختر پر ترجیح دی گئی تھی۔ وہاب نے موہالی میں بھارتی بیٹنگ کے پرخچے اُڑاتے ہوئے 46 رنز دے کر پانچ وکٹ حاصل کیے تھے۔ تاہم اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے دوران مبینہ طور پر ان کے سٹے باز مظہر مجید کے ساتھ روابط بھی سامنے آئے تھے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ محمد الیاس کی سلیکشن کمیٹی میں بھی یہ بات سامنے آئی تھی کہ وہاب ریاض اپنی کرکٹ پر فوکس نہیں ہیں۔ ایک بار پھر سلیکٹر اور ٹیم انتظامیہ کا ان پر عدم اعتماد ان کے کیریئر پر سوالیہ نشان ہے۔ تاہم چیف سلیکٹر اقبال قاسم کا کہنا ہے کہ کسی کھلاڑی کو ہمیشہ کے لئے ڈراپ نہیں کیا جاتا۔ وہاب ریاض دلبرداشتہ ضرور ہیں لیکن میں نے انہیں سمجھایا ہے کہ وہ بولنگ فارم حاصل کریں اور ٹیم میں دوبارہ جگہ بنائیں۔

SEHWAG
PAKISTAN
BOOM BOOM
وہاب ریاض
کامران اکمل
عبدالرزاق

کپتانی کا میوزیکل چیئر گیم
مصباح الحق کو بھینٹ چڑھا دیا گیا

پاکستانی کرکٹ میں سلیکشن کی کرشمہ سازی نئی نہیں ہے کپتانی کے میوزیکل چیئر گیم میں ایک اور کی کپتانی گئی۔ اس بار مصباح الحق اس کی بھینٹ چڑھے ہیں جن سے نہ صرف ٹی ٹوئنٹی کی کپتانی لی گئی ہے بلکہ انہیں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان کے لیے اب ٹیسٹ اور ون ڈے رہ گئے ہیں وہ ٹی ٹوئنٹی کو قصہ پارینہ ہی سمجھیں۔ گو کہ مصباح الحق نے ڈومیسٹک ٹی ٹوئنٹی کھیلتے رہنے کا علم بلند کیا ہے لیکن سب ہی جانتے ہیں کہ اس طرز کرکٹ کی اڑان کے لیے ان کے پر ہی کاٹ دیئے گئے ہیں۔ مصباح الحق کو ٹی ٹوئنٹی سے الگ کرنے کی وجہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے مستقبل کی پیش بندی بتائی ہے جس میں مصباح الحق فٹ نہیں بیٹھتے۔ مصباح الحق اور ان کے جانشین محمد حفیظ کو ایک ساتھ بٹھا کر پاکستان کرکٹ بورڈ نے جو محفل سجائی اور جس میں پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف یہی تاثر دیتے رہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ جبراً نہیں ہے یہ بالکل ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی سیاست داں اپنی جماعت چھوڑ کر نئی پارٹی میں شمولیت کا اعلان کر رہا ہو جس میں ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا ہوتا ہے لیکن پس پردہ کسی کی مجبوری اور کسی کا مفاد دونوں چھپے ہوتے ہیں۔ ماضی میں ہم ڈاکٹر نسیم اشرف کو بھی اسی طرح ہنستے مسکراتے محمد یوسف اور انضمام الحق کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے دیکھ چکے ہیں۔ مصباح الحق کو بھی ملکی مفاد پر مبنی ایسے ہی فیصلے سے آگاہ کر دیا گیا جو پہلے کیا جا چکا تھا۔ ظاہر ہے ان کے پاس دو ہی راستے تھے اپنی انٹرنیشنل کرکٹ جاری رکھنے کے لیے وہ کرکٹ بورڈ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرتے یا پھر بچ جانے والی ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ کو بھی قربان کر دیتے۔ انہوں نے پہلی راہ کا انتخاب کیا۔ اگر بنگلہ دیشی لیگ میں محمد سمیع کی کارکردگی کو بنیاد بنایا گیا ہے تو اسی لیگ میں عمران نذیر کی کارکردگی اور پھر پاکستان کے ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹس میں ان کی شاندار کارکردگی انہیں خالد لطیف کے ساتھ ٹیم میں لا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مصباح الحق اڑتیس سال کے ہونے والے ہیں۔ ظاہر ہے ایک نہ ایک دن انہیں تیز رفتار طرز کی کرکٹ سے رخصت ہونا ہی تھا لیکن سوال یہ ہے کہ مصباح الحق اگر انگلینڈ کے خلاف ابوظہبی کے آخری ٹی ٹوئنٹی میں آخری گیند پر چھکا لگا کر پاکستان کو کامیابی دلا دیتے تو آج نہ ان کی عمر آڑے آئی ہوتی نہ مستقبل کا سوچا جا رہا ہوتا۔ محمد حفیظ اس لیے خوش قسمت ہیں کہ شاہد آفریدی اور شعیب ملک قیادت سنبھالنے کے لیے پاکستان کرکٹ بورڈ کی گڈ بک میں نہیں ہیں ورنہ انہی دو میں سے کوئی ایک دوبارہ کپتان بن جاتا۔ یہ دونوں کھلاڑی ٹی ٹوئنٹی کی ٹیم میں شامل ہیں اور دیکھنا یہ ہوگا کہ محمد حفیظ کیساتھ ان کا تال میل کیسے رہتا ہے۔ محمد حفیظ کی دیرینہ خواہش پوری تو ہوگئی ہے لیکن انہیں اپنی کارکردگی کو بھی بہتر کرنا ہوگا جو ٹی ٹوئنٹی کے حالیہ میچوں میں بہت اچھی نہیں رہی ہے۔

لیکن کیا یہ فیصلہ مصباح الحق مرضی سے ہوا۔ یہ وہ سوال تھا جو پی سی بی کی پریس کانفرنس میں شامل ہر صحافی کی زبان پر تھا۔ پریس کانفرنس میں جب پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ ذکا اشرف نے جب محمد حفیظ کو ٹی ٹوئنٹی ٹیم کا کپتان بنانے کا اعلان کیا تو وہ کافی دیر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ فیصلہ تو مصباح الحق کے مشورے سے کیا گیا ہے اور یہ کہ مصباح اور حفیظ دونوں میں کافی ہم آہنگی ہے اور مصباح کے خیال میں اگر کوئی ان کی جگہ لے سکتا ہے تو وہ حفیظ ہی ہے۔ صحافیوں کے اس فیصلے پر تند و تلخ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے جب بھی چیئرمین صاحب نے اپنے فیصلے کو صحیح قرار دیا تو وہ پریس کانفرنس میں موجود مصباح الحق کی جانب دیکھ کر ان سے تائید چاہتے رہے اور بعض دفعہ تو مصباح الحق ان کی تائید میں سر بھی ہلا دیتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ بھئی مصباح الحق نے تو گزشتہ سات ون ڈے میچوں کی کپتانی کی اور ان میں سے پانچ پاکستان نے جیتے تو کیا اس نئے فیصلے سے جیت کا تسلسل نہیں ٹوٹے گا تو ذکا اشرف کا جواب تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مصباح کی بطور کپتان کارکردگی بہت زبردست رہی ہے لیکن جو دنیا میں آیا ہے اسے جانا تو ہے اور کوئی بھی اپنے عہدے پر ہمیشہ نہیں رہ سکتا اس لیے ٹیم کا مستقبل سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ ضروری تھا اور یہ کہہ کر انہوں نے ایک بار پھر تائید کے لیے مصباح الحق کی جانب دیکھا۔ اس سوال پر اگر یہ فیصلہ ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے بعد کیا جاتا تو کیا زیادہ اچھا نہ ہوتا تو ذکا اشرف

انگلینڈ کے خلاف ٹی ٹوئنٹی سیریز کی جس کارکردگی کی قیمت مصباح الحق کو چکانی پڑی اسی سیریز کے پہلے میچ میں وہ تئیس رنز بنا سکے جس کے بعد اگلے دونوں میچوں میں وہ صفر پر آؤٹ ہوئے تھے۔ اور ان تین میچوں میں وہ صرف تین وکٹیں حاصل کر سکے تھے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کا مستقبل کی پیش بندی کا دعوی ٹیم سلیکشن کے کچھ فیصلوں کو دیکھ کر غلط معلوم ہوتا ہے۔ محمد سمیع۔ فیصل اقبال اور یاسر عرفات کو منتخب کر کے سلیکشن کمیٹی کسی طور یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کی نظر مستقبل پر ہے۔ محمد سمیع پاکستان کے ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ کے پانچ میچوں میں ایک سو چونتیس کی اوسط سے صرف ایک وکٹ حاصل کر سکے جبکہ یاسر عرفات نے تین میچ کھیلے اور تین ہی وکٹیں حاصل کیں۔ پاکستانی کرکٹ میں سلیکشن کی کرشمہ سازی نئی نہیں ہے سب کو پتہ ہے کہ سلیکشن کمیٹی کو کرکٹ بورڈ کے اپنے گورننگ بورڈ کے ارکان کی خواہشات بھی دیکھنی پڑتی ہیں اور سیاسی حلقوں کے دباؤ بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں اور ایسے میں اگر کہیں میرٹ پر پسند ناپسند غالب آ جائے تو حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ اسی طرح نئے بولر راحت علی کو فرسٹ کلاس کرکٹ کی کارکردگی پر ون ڈے سکواڈ میں جگہ دی گئی ہے لیکن ان سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے والے تابش خان، بلاول بھٹی اور محمد خلیل منہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ عثمان صلاح الدین کو اسٹینڈ بائیز میں شامل کر دینا اس لیے حیران کن ہے کہ وہ اس سیزن میں سب سے زیادہ سات سنچریوں کی مدد سے چودہ سو ایک رنز بنا کر آفاق رحیم کے چودہ سو بیس رنز کے بعد دوسرے نمبر پر رہے۔ اس لحاظ سے فیصل اقبال خوش قسمت ہیں کہ صرف ایک ہزار تیرہ رنز انہیں ٹیم میں لے آئے۔ آخری جو بھی فیصلہ کیا جائے اس کی مخالفت کوئی نہ کوئی تو ضرور کرتا ہےمصباح الحق کو نہ صرف پاکستان کی ٹی ٹوئنٹی ٹیم کی کپتانی سے ہٹا دیا گیا ہے بلکہ وہ سری لنکا کے خلاف ٹی ٹوئنٹی سکواڈ کا حصہ بھی نہیں ہیں

مصباح الحق کا کپتانی چھوڑنے پر اظہار ناراضگی

پاکستان کرکٹ بورڈ نے مصباح الحق کو ٹی ٹوئنٹی کی کپتانی سے سبکدوش کر دیا، مصباح الحق از خود یہ عہدہ چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ جب انہیں اطلاع دی گئی کہ بورڈ انہیں ٹی ٹوئنٹی کی کپتانی سے ہٹانا چاہتا ہے اور مختصر طرز کی کرکٹ میں بھی ان کی کوئی جگہ نہیں ہے تو اسٹار بیٹسمین نے اس پر شدید ناراضی کا اظہار کیا۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ لاہور میں ایک میٹنگ میں مصباح الحق کو بلوا کر پی سی بی کے فیصلے سے آگاہ کیا گیا۔ اس میٹنگ میں ڈائریکٹر انتخاب عالم، کوچ واٹ مور اور سلیکشن کمیٹی کے ارکان موجود تھے۔ عینی شاہدین کے مطابق جب مصباح کو بلوا کر اس مشکل فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ چراغ پا ہو گئے انہوں نے کہا فیصلے پر ناراضی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا کہ مجھے کیوں ہٹایا جا رہا ہے۔ مصباح کو بتایا گیا کہ اس فارمیٹ میں تبدیلی کے لیے بورڈ آپ کو ون ڈے اور ٹیسٹ میچوں تک محدود کرنا چاہتا ہے۔ اس دوران ان کی میٹنگ میں شریک افسران سے گرما گرمی ہوئی۔ ذرائع نے دعوی کیا ہے کہ مصباح الحق نے ابتدا میں ٹی ٹوئنٹی کی قیادت چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ تاہم بمشکل انہیں قابو کیا گیا۔ ذرائع کا دعوی ہے کہ ون ڈے اسکواڈ میں مصباح الحق کے کہنے پر ٹیسٹ اسپیشلسٹ اظہر علی کو جگہ دی گئی ہے۔

مصباح الحق کے کیریئر ریکارڈز

	میچ انگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	گیندیں	اکنامی ریٹ	100	50	4s	6s	CT
Tests	5834	10	2173	161*	45.27	5367	40.48	3	16	235	24	35
ODIs	9887	22	2763	93*	42.50	3679	75.10	0	19	189	39	49
T20Is	3934	13	788	87*	37.52	715	110.20	0	3	45	26	14

ٹی ٹوئنٹی ٹیم سے علیحدہ ہوکر دباؤ کم ہوگیا، مصباح

پاکستان کی ٹیسٹ اور ون ڈے ٹیم کے کپتان مصباح الحق نے کہا ہے کہ ٹی ٹوئنٹی ٹیم سے علیحدگی کے بعد دباؤ کم ہوگیا ہے سری لنکا کے دورے میں سخت مقابلہ ہوگا حریف ٹیم مشکل ہے جس کے خلاف ٹیمیں کھیل کے ہر شعبے میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ محمد حفیظ کے ساتھ اچھی ہم آہنگی ہے مختلف فارمیٹ کی ٹیموں میں تین چار کھلاڑی تبدیل ہوگئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی کھلاڑی کو اس کی خواہش پر اوپر کے نمبر پر نہیں کھلایا جاسکتا ہے ہر کھلاڑی کو اس کی صلاحیت اور ٹیم کے ضرورت کے مطابق بیٹنگ آرڈر ترتیب دیا جاتا ہے ٹیم کی فیلڈنگ میں بہتر ہوئی ہے تاہم اب بھی آسٹریلیا، انگلینڈ اور سری لنکا جیسا معیار حاصل نہیں کر سکے

ماضی میں سابق کوچ وقار یونس اور فیلڈنگ کوچ اعجاز احمد نے ٹیم کی فیلڈنگ کے شعبے میں بہتری لانے کے لیے بہت زیادہ محنت کی اب جیولین فاؤنٹین فیلڈنگ کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے سخت محنت کر رہے ہیں مصباح الحق نے کہا کہ ان کی نظریں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ پر مرکوز ہیں سری لنکا کی سرزمین پر سیریز کھیلنے کا ہم پر کوئی دباؤ نہیں۔ اچھی کارکردگی کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے چانسز دونوں ٹیموں کے لیے برابر ہیں مصباح کا کہنا تھا کہ سری لنکا پاکستان کے لئے ہمیشہ سے ایک مضبوط حریف رہا ہے خاص طور پر جب مقابلہ ان کے اپنے وطن میں ہو بہتر نتائج کے لئے یقیناً ہمیں ہر شعبے میں جان مارنی پڑے گی مگر چونکہ ہمارا حالیہ ریکارڈ سری لنکا کے خلاف اچھا رہا ہے اور کھلاڑیوں میں اعتماد کا بھی فقدان نہیں اس لیے ہمیں مخالف ٹیم پر ایک طرح کی فوقیت ضرور حاصل ہے گزشتہ سال اکتوبر میں دونوں ٹیمیں متحدہ عرب امارات میں ایک دوسرے کے مقابل آئی تھیں جہاں سری لنکا کو تینوں طرز کی کرکٹ میں پاکستان کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا پاکستان نے ٹیسٹ سیریز میں 0-1 اور ایک روزہ سیریز میں 4-1 سے کامیابی حاصل کی۔ جبکہ ٹورنامنٹ میں کھیلے جانے والے واحد ٹی ٹوئنٹی میچ میں بھی پاکستان فتح یاب رہا۔ رواں سال ہونے والے ایشیا کپ میں بھی جب دونوں ٹیمیں نبرد آزما ہوئیں تو ہار سری لنکا کا مقدر بنی۔ البتہ اس سیریز کی مناسبت سے یہ نکتہ اہمیت کا حامل ہے کہ آخری مرتبہ جب دونوں ٹیمیں سری لنکن سرزمین پر ٹکرائی تھیں تو پاکستان کو ٹیسٹ سیریز میں 0-2 جبکہ ایک روزہ مقابلوں میں 2-3 سے ہزیمت اٹھانا پڑی تھی مصباح کا کہنا تھا کہ فیلڈنگ اور فٹنس کے حوالے سے پاکستانی ٹیم میں جو بہتری آئی ہے وہ اس مرتبہ کافی فائدہ مند ثابت ہوگی میرا خیال ہے کہ پچھلے دو سالوں میں ان دو شعبوں میں ہم نے کافی محنت کی ہے ماضی میں ہر کوچ چاہے وہ وقار یونس ہوں یا اعجاز احمد سب نے اپنے متعلقہ شعبوں میں اچھا کام کیا اور اب جولین فاؤنٹین بطور فیلڈنگ کوچ نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں دورہ سری لنکا کے لئے پاکستان نے تینوں طرز کی کرکٹ کے لئے اسپیشلسٹ کھلاڑیوں کا انتخاب کیا ہے مصباح کا نام ٹی ٹوئنٹی دستے کے لئے نامزد نہ ہوسکا اور کپتانی محمد حفیظ کو سونپی گئی مگر مصباح کا کہنا ہے کہ اگر پاکستان کو ٹی ٹوئنٹی میں ان کی ضرورت پڑی تو وہ ضرور حاضر ہوں گے۔ مصباح الحق کا کہنا ہے سری لنکا کے خلاف ان کی ٹیم کی حالیہ کارکردگی اس بات کی آئینہ دار ہے کہ دورہ سری لنکا میں پاکستان کو میزبان ٹیم پر تھوڑی بہت برتری ضرور حاصل ہوگی۔ مصباح کا کہنا تھا کہ سری لنکا پاکستان کے لئے ہمیشہ سے ایک مضبوط حریف رہا ہے، خاص طور پر جب مقابلہ ان کے اپنے وطن میں ہو۔ بہتر نتائج کے لئے یقیناً ہمیں ہر شعبے میں جان مارنی پڑے گی۔ مگر چونکہ ہمارا حالیہ ریکارڈ سری لنکا کے خلاف اچھا رہا ہے اور کھلاڑیوں میں اعتماد کا بھی فقدان نہیں، اس لیے ہمیں مخالف ٹیم پر ایک طرح کی فوقیت ضرور حاصل ہے۔ مصباح نے کہا کہ مختصر ترین طرز کی کرکٹ دنیا بھر میں مقبول ہے اور میں ہمیشہ اس کے لئے کھیلتا رہوں گا۔ جہاں تک میرے بین الاقوامی ٹی ٹوئنٹی کیریئر کا تعلق ہے اس کا فیصلہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں شک نہیں کے اس نئے فیصلے سے میرا کافی بوجھ ہلکا ہوا ہے اور میں زیادہ بہتر طور پر ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ پر اپنی توجہ مرکوز کرسکوں گا۔ لیکن اگر آپ کرکٹ سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو آپ تینوں طرز کے کھیل سے خوش اسلوبی سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔

ٹیسٹ آغاز...... پاکستان بمقابلہ نیوزی لینڈ بمقام آکلینڈ 8 تا 12 مارچ 2001ء

ون ڈے انٹر نیشنل آغاز...... پاکستان بمقابلہ نیوزی لینڈ بمقام لاہور 27 اپریل 2002ء

ٹی ٹوئنٹی انٹر نیشنل آغاز...... پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش بمقام نیروبی 2 ستمبر 2007ء

آخری ٹی ٹوئنٹی انٹر نیشنل ...... پاکستان بمقابلہ انگلینڈ بمقام ابوظہبی 27 فروری 2012ء

نے کچھ مزاحیہ انداز میں کہا کہ جو بھی فیصلہ کیا جائے اس کی مخالفت کوئی نہ کوئی تو ضرور کرتا ہے اور یہ بھی کہا کہ کچھ لوگوں کی رائے تو یہ تھی کہ مصباح الحق سے ون ڈے کی کپتانی بھی لے لی جائے لیکن ہم نے تو صرف ٹی ٹوئنٹی ہی کی کپتانی لی۔ بظاہر مصباح الحق اس فیصلے پر کچھ زیادہ خوش نہیں تھے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پریس کانفرنس میں مصباح الحق اور محمد حفیظ دونوں ایک دوسرے کی مداح سرائی کرتے رہے کیونکہ ٹیسٹ اور ون ڈے میں تو حفیظ مصباح الحق کے نائب ہیں لیکن اصل مزا تو یہ ہے کہ میدان میں بھی کپتان اور ان کے
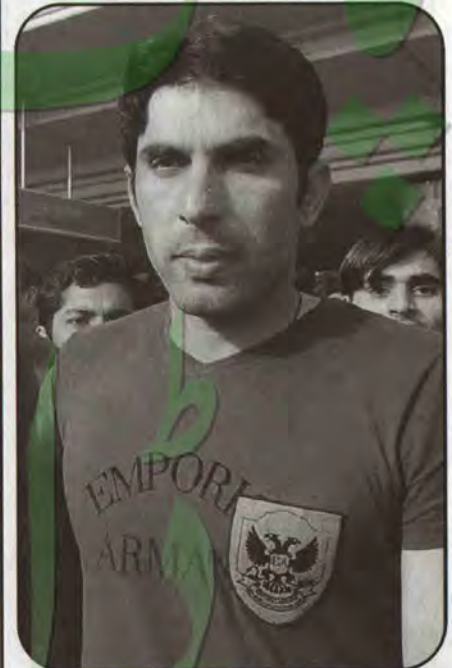
نائب کپتان میں اتنی ہی ہم آہنگی نظر آئے۔ اگرچہ چیئرمین پی سی بی تو یہ کہتے رہے کہ اس فیصلے میں مصباح الحق کی مرضی شامل تھی لیکن جب مصباح الحق سے یہ پوچھا گیا کہ آپ کیا کہیں گے تو انہوں نے بار بار یہی کہا کہ فیصلہ کرکٹ بورڈ کا ہے اور وہ اسے ماننے کے پابند ہیں۔ ان سے صحافیوں نے الگ الگ بھی یہ بات کریدنے کی کوشش کی تاہم وہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ یہ بورڈ کا فیصلہ ہے۔ مصباح الحق سے جب یہ پوچھا گیا کہ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں ان کا مستقبل کیا ہے تو ان کا کہنا تھا کہ کرکٹ کرکٹر کے خون میں ہوتی ہے اور وہ تمام طرح کی کرکٹ کھیلنا چاہتے ہیں اور اگر ٹیم کو ضرورت ہوئی اور سلیکٹرز نے چاہا تو وہ ٹی ٹوئنٹی ٹیم کے لیے بھی اپنی خدمات دیں گے۔ پاکستان کے اکثر کھلاڑیوں اور کپتانوں کی طرح مصباح الحق نے ازخود ٹی ٹوئنٹی کرکٹ چھوڑنے سے گریز کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ڈومیسٹک سطح پر ٹی ٹوئنٹی کھیلتا رہوں گا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے مصباح الحق کو ٹی ٹوئنٹی ٹیم سے ڈراپ کر کے قیادت کا تاج محمد حفیظ کے سر پر سجا دیا۔ مصباح الحق 8 ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میں پاکستان کی کپتانی کر چکے ہیں۔ انہوں نے 6 میں کامیابی حاصل کی ہے۔ فروری میں انگلینڈ کے خلاف سیریز میں ان کی قیادت میں پاکستان ٹیم کو 1-2 سے شکست ہوئی البتہ مصباح الحق کو ٹیسٹ اور ون ڈے کا کپتان برقرار رکھا ہے۔ ذکا اشرف نے کہا کہ کپتان اور نائب کپتان کا تقرر صرف سری لنکا کی سیریز کے لئے کیا گیا ہے۔ مصباح الحق 28 مئی کو 38 سال کے ہوجائیں گے بظاہر ان کا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل کیریئر ختم ہوگیا ہے لیکن مصباح الحق نے اعلان کیا ہے کہ میں ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل سے ریٹائر نہیں ہورہا، مختصر طرز کی کرکٹ ڈومیسٹک سطح پر کھیلتا رہوں گا، پی سی بی کا فیصلہ قبول کرتا ہوں، کوشش کروں گا کہ آئندہ بھی ملک کی خدمت بہتر انداز میں کر سکوں۔ 31 سالہ محمد حفیظ انٹرنیشنل کرکٹ میں پہلی بار پاکستان کی قیادت کریں گے۔ محمد حفیظ نے پاکستان کے لئے 29 ون ڈے انٹرنیشنل کھیلے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں پی سی بی کی انتظامیہ اور مصباح الحق کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے کپتان بنانے کا سوچا، کوشش کروں گا کہ سو فیصد کارکردگی دکھاؤں، پاکستان ٹیم کی ساکھ کو بحال کروں۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف نے مصباح الحق کی بحیثیت کپتان خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ مایہ ناز کھلاڑی اور سلجھے ہوئے کپتان ہیں۔ مصباح الحق نے زبردست لیڈرشپ دکھائی ہے، ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ پی سی بی نے ٹی ٹوئنٹی کپتان کا تقرر انہی کی مشاورت سے کیا ہے۔ محمد حفیظ نے کہا کہ میری مصباح الحق سے 12 سال پرانی دوستی ہے اور انہی کی مشاورت سے ٹیم کو آگے لے کر چلوں گا۔

کھیل میں محمد یوسف کی واپسی کی کوشش؟

بعض کام کیے تو جاسکتے ہیں مگر ان کے لئے دل نہیں مانتا کراہیت بھی محسوس ہوسکتی ہے اور گھن بھی آسکتی ہے۔ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں امکانات کو پیش نگاہ رکھا جاتا ہے۔ اگر کامیابی کا امکان نہ ہو یا اس کے موہوم سی امید ہو تو دماغ کہتا ہے کہ اس کو کرنے سے بہتر ہے کہ کچھ اور دیکھا جائے جہاں کامیابی کا تناسب زیادہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ محمد یوسف پر واپسی کی دھن سوار ہونے کے بعد بہت سارے لوگ اسی الجھن کا شکار ہوں گے کہ وہ کیا کریں؟ یہ کرکٹ کے لئے ایک دھماکہ خیز خبر تھی کہ ماضی کے سپر اسٹار بڑی خاموشی کے ساتھ قومی کرکٹ اکیڈمی تک پہنچے اور کوچ ڈیو واٹمور کی "ہمدردی" کی سیڑھی پر سوار ہو کر انہوں نے ایک مرتبہ پھر "ریٹائرمنٹ" کے لفظ کو مذاق بنانا چاہا مگر شکر ہے کہ قومی سلیکشن کمیٹی اس "جھانسے" میں نہیں آئی اور چیف سلیکٹر نے واٹمور سے تعلقات خراب کرتے ہوئے اسے اپنے کام میں مداخلت تو نہیں کہا مگر ہاں پی سی بی کے سربراہ کو ضرور آگاہ کر دیا کہ وہ کوچ پر نگاہ رکھیں جو کہ "چور دروازوں" کو کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اقبال قاسم نے کوچ سے اچھے تعلق کو بھی قائم رکھا اور اپنی بات بھی اعلیٰ حکام تک پہنچا دی یوں ایک "سنسنی خیز" واپسی اپنے آپ میں دم توڑ گئی جس کی کوشش ماضی کے ریکارڈ ساز بیٹسمین محمد یوسف کر رہے تھے۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ دو سال قبل جس کھلاڑی کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑا ہے اور اس کی مجموعی کارکردگی بھی اس کے شایان شان نہیں اس میں دو سالہ عرصے کے دوران "جوانی" کہاں سے عود کر آئی کہ اس نے واٹمور کا سخت "فٹنس" ٹیسٹ بھی پاس کر لیا۔ 24 اپریل کو ٹیسٹ دینے کے بعد محمد یوسف کا کہنا تھا کہ "میں نے فٹنس ٹیسٹ دے دیا ہے اور اب نتیجہ پی سی بی کے ہاتھوں میں ہے، میں اپنے ملک کے لئے کھیلنے کو تیار ہوں اور میرے اندر ابھی کافی کرکٹ باقی ہے۔" اس بات کا جواب ظاہر ہے کہ محمد یوسف ہی بہتر انداز میں دے سکتے ہیں کہ ان میں اگر کافی کرکٹ باقی تھی تو وہ اسے دو سالہ عرصے میں اس وقت کیوں استعمال نہ کر سکے جب ان کے ہاتھ سے وقت نکلا جا رہا تھا۔ وہ دو سال تک گھر بیٹھ کر اب کھیل میں کود پڑنے کو تیار ہوئے تو انہوں نے یہ کوشش اور کاوش اس وقت کیوں نہیں کی جب انہیں انگلش ٹور کے بعد "ہری جھنڈی" دکھا دی گئی تھی۔ وہ اسی وقت فرسٹ کلاس کرکٹ میں واپسی کو یقینی بنا کر ٹیم میں واپسی کی راہ ہموار کر سکتے تھے مگر شاید انہیں ڈومیسٹک کرکٹ کھیل کر ٹیم میں واپسی "ہتک" محسوس ہوتی ہے اور وہ براہ راست "ریڈ کارپٹ ویلکم" کے ساتھ اپنی واپسی چاہتے ہیں۔ جس میں نہ تو کوئی امتحان دینا پڑے اور نہ ہی کسی آزمائش سے گزرنا پڑے۔ دلچسپ بات تو یہ بھی ہے کہ واٹمور نے ان کا ٹیسٹ لینے کا ارادہ بھی کر لیا جو کہ ماضی کے کھلاڑی کو اس کی سابقہ خدمات کا صلہ دینا چاہتے تھے اور اسی لئے انہوں نے اکیڈمی میں ان کی کوچنگ میں بھی دلچسپی لی حالانکہ یہ بالکل ایسا ہی تھا کہ جیسے کوئی پرائمری ٹیچر کسی سیکنڈری اسکول کے "ہیڈ ماسٹر" کو پڑھانے کی کوشش کرے بے چارے واٹمور تیرنا سکھانے کی کوشش میں خود ہی ڈوبتے ڈوبتے رہ گئے۔

محمد یوسف کے بارے میں میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ کوشش کرنے ایک بار پھر کھیل میں بہتری تو پیدا کر سکتے ہیں مگر انہوں نے گزشتہ برسوں میں آف دی فیلڈ جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی وجہ سے ٹیم میں ان کا قدم رکھنا بھی ایسے ہی ہوگا کہ جیسے بارود کو ماچس کی تیلی دکھا دی جائے۔ ریٹائرمنٹ کا اعلان کرنے اور اس کی خاموشی سے خاتمے کے لئے وہ پہلے ہی کافی شہرت رکھتے ہیں۔ معاہدے کرنا اور توڑنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ وہ دائیں ہاتھ کے بیٹسمین ہیں۔ یہ نسیم اشرف کا دور نہیں ہے کہ وہ ان کے سامنے "حاضری" دے کر فوائد کی تھالی پر بیٹھیں اور ٹیم میں داخل ہو جائیں کیونکہ موجودہ سلیکشن کمیٹی کے سربراہ اقبال قاسم کو اچھی طرح علم ہے کہ دو سال پہلے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے دورے پر ان کی منتخب کردہ ٹیم کا کیا حشر ہوا" اور انہیں کن حالات میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا تھا۔ ان کی قطعی یہ خواہش نہ ہوگی کہ ایک اچھی بھلی ٹیم جو بننے کے عمل سے گزر رہی ہے ایک بار پھر سازشوں اور آپس کی چپقلش کا گہوارہ بن کر رہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ماضی کے آزمائے ہوئے ناتواں بازوؤں کے بجائے چند ایسے کھلاڑیوں پر بھروسہ کیا ہے جن میں سے ایک بھی کلک کر گیا تو پاکستان کی کرکٹ کو اس کا آنے والے برسوں میں فائدہ پہنچے گا مگر یہاں محمد یوسف کی واپسی کی کوششوں پر بات ہو رہی ہے تو ان کے کیریئر کا ایک جائزہ بھی لیتے چلیں جو آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہوگا۔ محمد یوسف کے کیریئر کو کافی حد تک کامیاب کہا جا سکتا ہے جنہوں نے ایک اسٹائلش بیٹسمین کی حیثیت سے پاکستان کے لئے نمایاں کارنامے انجام دیئے اور ایک کیلنڈر سال میں سب سے زیادہ رنز اور سنچریوں کے ریکارڈز قائم کر کے وزڈن کے سال کے پانچ بہترین کھلاڑیوں میں بھی جگہ بنائی مگر "پیسے" کے حصول کی خاطر انہوں نے پہلے ہر طرز کی کرکٹ میں پاکستان کی نمائندگی کی غیر ضروری کوشش کی اور ٹی 20 کرکٹ میں نظرانداز ہونے کے بعد بھارت میں شروع ہونے والی باغی انڈین پریمئر لیگ میں شمولیت اختیار کر لی جس کا نہ تو کوئی مستقبل تھا اور نہ ہی کھیل پر کوئی خاص اثر...... سونے پر سہاگہ یہ کہ انہوں نے پاکستان کرکٹ کے لئے اپنی دستیابی کی بھی بھاری قیمت وصول کی اور آئی پی ایل سے معاہدے کر کے اس کی پاسداری میں ناکام رہے۔ لالچ کا ایک سلسلہ تھا جو کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آ رہا تھا مگر دوسری طرف ان کی اپنی کارکردگی بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ بہرحال یہ تو ذاتی نقصانات تھے جن کی وجہ سے خود محمد یوسف کی شخصیت بری طرح پامال ہوئی اور ان کے مداح بھی آئے روز کے مسائل کے باعث ان سے بیزار ہونے لگے اور محمد یوسف نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے ناکام اور عبرت ناک ٹورز کے بعد "پینترا" بدلتے ہوئے کھیل سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

ایک ایسے اہم دورے پر جہاں انہیں قیادت کا اہم منصب بھی سونپ دیا جاتا وہ بری طرح ناکام رہے اور انہیں آخرکار کپتانی سے محروم کرنے کے ساتھ ہی ٹیم سے بھی فارغ کر دیا گیا۔ وہ ماضی میں جو کھیل دوسروں کے لئے کھیلتے آئے تھے اس مرتبہ خود اس کا شکار ہوئے اور اچھی بھلی ٹیم لگاتار شکستوں کے بعد منتشر ہو کر رہ گئی۔ ٹیم کو مشکلات سے دوچار کرنے اور آپس کے اختلافات کو ختم کرنے میں ناکامی کے بعد انہیں اور یونس خان کو "تاحیات" پابندی کا شکار کیا گیا مگر پھر چند گھنٹے بعد یہ پابندی "غیر معینہ مدت" تک محدود کر دی گئی۔ اس فیصلے کی وجوہات پی سی بی کی تحقیقاتی کمیٹی کی کارروائی کے دوران عوام کے سامنے آچکی ہیں جن کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں لیکن محمد یوسف کے بارے میں جو حقائق سامنے آئے وہ اس بڑے کھلاڑی کے شایان شان نہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بیشتر واقعات میں جہاں مسائل نے جنم لیا، ان کا کردار اہمیت کا حامل رہا اور انہوں نے ٹیم ایسی حالت میں چھوڑی جب پاکستان کرکٹ پر تاریکی کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔

سب سے مضحکہ خیز لمحہ وہ تھا جب غیر معینہ مدت کی پابندی کے بعد ریٹائرمنٹ کا اعلان کرنے والے محمد یوسف ایک مرتبہ پھر قومی ٹیم میں واپس آ گئے اور بورڈ کے حکام ان پر عائد پابندی کو فراموش کر کے اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ 2010ء کے انگلش ٹور پر انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ میچ کے لئے فٹ نہیں ہیں مگر چونکہ ملک کو ان کی ضرورت ہے لہٰذا وہ ایک مرتبہ پھر ٹیم کے ساتھ ہیں۔ کھلاڑی اپنی زبان سے اعتراف کر رہا ہے ہو کہ وہ کسی طرح بھی میچ فٹنس کے قریب نہیں مگر کرکٹ بورڈ اور اس کے قابل سلیکٹرز نے اس کو قومی ٹیم میں جگہ بھی دیدی۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ محسن خان نے بھی اگلے ہفتے یہ بیان دینے میں دیر نہ لگائی کہ محمد یوسف ون ڈے کرکٹ میں بھی ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، ان کا کہنا تھا کہ وہ لمبی کرکٹ کھیل سکتے ہیں اور دیگر کھلاڑی ان کے اردگرد اگر اچھے کھیل

کا مظاہرہ کریں تو بیٹنگ لائن سنبھل سکتی ہے مگر محسن خان بھی یہ ہمت نہ کر سکے کہ یوسف کو حتمی الیون میں جگہ دلا سکیں۔ یوسف کا استدلال تھا کہ فٹنس کا لیول فرسٹ کلاس کرکٹ کھیل کر قائم رکھا جا سکتا ہے جبکہ مقامی کلب کرکٹ ایک بالکل علیحدہ چیز ہے جس میں انگلینڈ آمد سے قبل میں شرکت کر چکا ہوں۔ اگر میں سچائی سے کام لوں تو میں ٹیسٹ میچ کے لئے فٹ نہیں ہوں مگر اپنا تجربہ استعمال کروں گا کیونکہ ملک کو میری ضرورت ہے۔" یہ بیانات صاف واضح کرتے ہیں کہ 2010ء میں محمد یوسف فٹ نہیں تھے مگر انہیں کسی امتحان سے گزارے بغیر ٹیسٹ میچز کھلائے گئے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ پاکستان کی جانب سے میچوں کو اپنی مشق کا حصہ بناتے رہے اور انہوں نے واضح طور پر کہا کہ "میں کچھ وقت مڈل میں گزارنا چاہتا ہوں تاکہ پریکٹس مل جائے اور میچ فٹنس بھی بحال ہو جائے۔ انگلش کاؤنٹی وورسٹر شائر کے خلاف سائیڈ گیم میں اس مشق کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکل سکا اور لارڈز ٹیسٹ میں انہوں نے آخری مرتبہ پاکستان کی نمائندگی کرنے کے بعد پھر اگلے چانس کا انتظار کرنا شروع کر دیا مگر اس سطح پر ان کے دن گنے جا چکے تھے۔

نومبر 2010ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف متحدہ عرب امارات میں ان کا ون ڈے کیریئر بھی اسٹاپ ہو گیا اور مصباح الحق الیون محمد یوسف کی عدم موجودگی میں بہتر کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگی جسے گو کہ اپنے سب سے سینئر بیٹسمین کا ساتھ حاصل ہو گیا مگر ان کی عدم موجودگی میں بھی ٹیم کی بیٹنگ لائن پر کوئی خاص فرق پڑتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس طرح محمد یوسف ماضی کا قصہ اور تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئے اور انہوں نے مزید مواقع نہ ملنے کے بعد ایک بار پھر "ریٹائرمنٹ" کا ڈرامہ رچایا جس پر کسی نے کوئی خاص ردعمل ظاہر نہیں کیا کیونکہ ٹیم نوجوانوں کے ساتھ بننے کے عمل سے گزرتے ہوئے کامیابی کی طرف بڑھ رہی تھی اور بنگلہ دیش کے علاوہ سری لنکا اور انگلینڈ کے خلاف شاندار کارکردگی نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ محمد یوسف اس ٹیم کی منصوبہ بندی سے باہر ہو چکے ہیں۔ ان کا ٹریک ریکارڈ ایک بیٹسمین کے طور پر مثالی رہا اور ان کی کارکردگی کو لاجواب کہا جا سکتا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم کب تک یہ ریٹائرمنٹ اور اس کی واپسی کا تماشہ دیکھیں اور ایک ایسے بیٹسمین پر کس لئے بھروسہ کریں جو کھیل میں اپنا بہترین وقت گزار چکا ہے۔ دو سال قبل وہ اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ اس کی میچ فٹنس مکمل نہیں پھر اب گھر بیٹھ کر وہ کون سا کمال ہوا کہ ڈیو واٹمور نے اس کی فٹنس کو لاجواب محسوس کر لیا۔ اپنے عروج کے دور میں وہ ٹیم کے سب سے کمزور فیلڈر کہے جاتے رہے جن کی گیند کے پیچھے بھاگنے کی رفتار سست اور تھرو کرنے کی اہلیت واجبی سی تھی مگر 2012ء میں جب وہ 38 ویں سالگرہ منانے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو انہیں "مکمل فٹنس" کی سند دے کر ٹیم میں واپسی کی نوید دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جس پر شدید حیرانی ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ماضی کے "بڑے" ناموں پر کب تک انحصار کرتے رہیں گے اور نئے خون کا شور مچانے والے ان کی آؤ بھگت کر کے کب تک نوجوانوں کا راستہ روکیں گے؟

اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ محمد یوسف فرسٹ کلاس کرکٹ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر کے واپسی کی راہ ہموار کر سکتے ہیں تو ذرا یہ بات بھی جان لیں کہ اتنے بڑے بیٹسمین کو واپسی کے لئے ایک آدھ نصف سنچری کی نہیں بلکہ کئی موثر اننگز کی ضرورت ہو گی۔ وہ 1996ء میں فرسٹ کلاس کرکٹ کا آغاز کرنے کے بعد ابھی تک 141 فرسٹ کلاس میچز کھیلے ہیں اس میں سے اگر ٹیسٹ میچوں کو الگ کر دیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے صرف 51 فرسٹ کلاس میچوں میں شرکت کی ہے اور 83 اننگز میں 8 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے انہوں نے 2975 رنز 6 سنچریوں اور 18 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے ہیں۔ اب جو بیٹسمین اپنے جوبن پر رہتے ہوئے کوئی لافانی کارنامہ نہ دکھا سکا وہ "کڑے امتحان" کے اس دور میں بھلا کس طرح رنز کے انبار لگا سکے گا۔ پاکستان میں محمد یوسف نے آخری مرتبہ 2005-06ء کے سیزن میں سات فرسٹ کلاس میچز کھیلے تھے مگر اس کے بعد یہ تعداد کم سے کمتر ہوتی چلی گئی اور وہ صرف 8 میچوں میں شرکت کر سکے ہیں۔ 2006-07ء میں انہوں نے چار میچوں کے دوران چار سنچریاں اسکور کیں مگر اس کے بعد 28 میچز میں محض تین مرتبہ سنچری تک رسائی ممکن ہو سکی۔

گزشتہ برس مئی میں محمد یوسف نے وارو کشائر بمقابلہ وورسٹر شائر مقابلے میں برمنگھم پر 109 اور 68 رنز اسکور کئے اور 6 فرسٹ کلاس میچوں میں 32.09 کی اوسط سے 353 رنز بنانے میں کامیاب رہے مگر تادم تحریر آخری فرسٹ کلاس میچ میں درہم کے خلاف ان کے نام کے آگے "صفر کا جوڑا" ہی درج ہو سکا تھا۔ اسی سال جون میں انہوں نے لاہور لائنز کی جانب سے 35، 5، 18 اور 13 رنز پر ہمت ہار دی جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی کارکردگی کا گراف کس حد تک مثالی تھا۔ 2010ء کے بعد وہ کسی بھی طرز کی کرکٹ میں بین الاقوامی سطح پر نہیں کھیل سکے ہیں اور 90 ٹیسٹ میچوں میں 24 سنچریوں سمیت 7530 رنز کی شاندار کارکردگی 52.29 کی عمدہ اوسط کے باوجود اب سامنے آنا مشکل ہے کیونکہ ٹیسٹ کرکٹ میں انہوں نے آخری مرتبہ سنچری جولائی 2009ء میں سری لنکا کے خلاف گال میں اسکور کی تھی۔ 112 رنز کی اس اننگ کے بعد وہ 21 اننگز میں پانچ نصف سنچریاں تو بنانے میں کامیاب رہے مگر گیارہ مرتبہ ان کا اسکور 20 رنز یا اس سے کمتر رہا۔ اسی طرح ون ڈے کرکٹ میں انہوں نے 288 میچوں میں 15 سنچریوں سمیت 41.71 کی اوسط سے 9720 رنز تو اسکور کئے مگر اس سطح پر بھی ان کی آخری سنچری اپریل 2008ء میں سامنے آئی تھی جب انہوں نے لاہور میں بنگلہ دیش کے خلاف یہ کارنامہ انجام دیا مگر اس کے بعد 31 ون ڈے میچوں میں ان کے نام کے آگے صرف تین نصف سنچریوں کا اندراج ہو سکا جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کس تیزی سے ان کا کھیل زوال کا شکار ہو رہا تھا۔

محمد یوسف کے لئے حالیہ برسوں میں ایک بڑا مسئلہ رمضان المبارک کے مہینے میں کرکٹ سے دوری بھی رہا۔ وہ ماضی قریب میں اکثر اسی وجہ سے میدان سے غیر حاضر رہے ہیں۔ ستمبر 2011ء میں انہوں نے فیصل بینک ٹی 20 ٹورنامنٹ کھیلنے سے معذرت کر لی اور اسے محض ذاتی وجہ قرار دیا اور عین موقع پر عبدالرزاق کو لاہور لائنز کی قیادت سنبھالنا پڑی۔ اس موقع پر بھی انہوں نے یہ بات کہی کہ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ میرے بارے میں منفی خیالات کیوں رکھتے ہیں؟" میں فٹ ہوں اور میرے اندر کرکٹ کھیلنے کا جذبہ موجود ہے۔ جب وہ فٹ ہوتے ہیں کھیل کا جذبہ بھی ان میں موجزن ہوتا ہے تو وہ ذاتی وجوہات کی آڑ میں کھیل سے انکار کیوں کرتے ہیں حالانکہ انہیں تو کسی بھی حال میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے۔ کبھی کبھار تو ان کا یہ جواز تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر اسے وہ اپنی عادت ہی بنا لیں تو پھر اس پر کوئی انہیں ہار پھول تو پہنانے سے رہا۔ وہ کھیل کیا اہمیت کو سمجھنے کے باوجود اسے غیر اہم بنانے پر کیوں مصر رہتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب سی منطق ہے کہ جب دل چاہا کھیلے اور جب نہیں تو کھیل سے انکار کر دیا۔

جنوری 2012ء میں ان کا لیسٹر شائر سے معاہدہ صرف اس وجہ سے نہیں ہو سکا کہ وہ رمضان المبارک میں کرکٹ کھیلنا نہیں چاہتے تھے۔ کاؤنٹی کی خواہش تھی کہ وہ تمام 16 میچوں میں شرکت کریں مگر یوسف صرف چار میچوں میں کھیلنے پر بضد رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی ہفتے تک جاری رہنے والے مذاکرات ناکام ہو گئے۔ وارو کشائر کو بھی اسی طرح کی مشکلات درپیش رہیں جب سیزن کے دوسرے ہاف میں یوسف کی دستیابی مشکل ہو گئی اور انہوں نے ون ڈے میچوں میں شرکت سے انکار کرتے ہوئے رمضان المبارک میں کرکٹ کھیلنے سے معذرت کر لی جبکہ واپڈا اور زرعی ترقیاتی بینک کی ٹیمیں بھی ان کا انتظار ہی کرتی رہ گئیں۔ جب ان کے تمام ساتھی کھلاڑی تسلسل کے ساتھ میچز کھیلنے کے ساتھ اپنی مذہبی مصروفیات سے بھی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں تو پھر محمد یوسف میں ایسی کون سی انوکھی بات ہے کہ وہ دونوں کام ایک ساتھ نہیں کر سکتے۔ یہ تو پروفیشنل کرکٹ ہے جس میں کھلاڑی کو اپنے فرض سے انصاف کرنا پڑتا ہے جس کے لئے وہ باقاعدہ معاہدہ بھی کرتا ہے۔ وہ معاہدہ اور کیا ہوا وعدہ توڑنے کے مرتکب ہو سکتے ہیں مگر اس کی پاسداری کا خیال تک نہیں کرتے۔

انہوں نے اپنی بیشتر کرکٹ چوتھے اور پانچویں نمبر پر کھیلی مگر آخری برسوں کے دوران وہ خود کو نچلے نمبروں پر چھپانے میں مصروف رہے۔ کھیل کے ماہرین اور ناقدین اصرار کرتے رہے کہ وہ مشکلات میں پھنسی بیٹنگ لائن کی مدد کے لئے اوپری نمبروں پر منتقل ہو جائیں مگر یوسف اپنی جگہ اڑے رہے اور ٹی 20 کرکٹ کے لئے ان فٹ ہونے کے باوجود ان کا اصرار رہا کہ انہیں اسی طرز کی کرکٹ میں بین الاقوامی سطح پر بھی مواقع فراہم کئے جائیں اور اسی ہٹ دھرمی کے بعد ان کا اچھا بھلا کیریئر ٹھکانے لگنا شروع ہو گیا اور وہ محض کھیل میں موجود رہنے کے لئے غلطیاں کرتے چلے گئے جس کی وجہ سے ان کی وہ ساکھ بھی بری طرح متاثر ہوئی جو انہوں نے پاکستان کے لئے بہترین اور کامیاب کرکٹ کھیل کر بنائی تھی۔ ون ڈے کرکٹ میں 38 اور ٹیسٹ کرکٹ میں 6 مرتبہ سمیت کیریئر میں 59 مرتبہ "رن آؤٹ" ہونے والے سابق کھلاڑی کتنے اسمارٹ اور الرٹ ہیں اس کا اندازہ تمام لوگوں کو ہے جو ان کی ممکنہ آمد پر خوش ہوئے اور نہ ہی ان کو نظر انداز کرنے پر ملول ہیں۔ کھیل کے شائقین نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی ہے کہ محمد یوسف کا تابناک سورج کامیابی کا نارنجی رنگ پھیلا کر ڈوب چکا ہے اور اب انہیں چاہئے کہ "آرام" سے گھر بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جائیں جس کی طرف اب ان کی زیادہ توجہ ہونا چاہئے۔

ان میں ظاہر ہے کہ اب بھی کرکٹ باقی ہو گی کیونکہ انہوں نے برسہا برس تک اس کھیل سے وابستگی برقرار رکھی، لیکن باقی رہ جانے والی کرکٹ اب ڈومیسٹک سطح پر تو خرچ کی جا سکتی ہے بین الاقوامی [illegible] میں۔ اگر وہ دی گئی ہدایت کے مطابق فرسٹ کلاس کرکٹ کی طرف واپس لوٹ جاتے ہیں تو یہ کھیل کی اعلیٰ سطح تک واپسی کا ایک طویل راستہ ہو گا جس میں کامیابی لازمی درکار ہو گی اور جب تک وہ خود کو قومی ٹیم میں شمولیت کا اہل ثابت کریں گے اس وقت ان کی عمر مزید بڑھ چکی ہو گی جس پر کوئی بھی سلیکٹرز اعتراض کر سکتا ہے لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ خود کو کاؤنٹی اور ڈومیسٹک کرکٹ کی سطح پر آزمائیں اور اور قومی ٹیم تک آنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں جن کی تعبیر پاکستان کرکٹ کے لئے کم از کم بھیانک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ محمد یوسف کے لئے قومی ٹیم میں واپسی پر اصرار دیوانے کی بڑ سے زیادہ نہیں۔ ان کے لئے ڈومیسٹک سطح پر محنت کر کے خود کو منوانا اس وقت لوہے کے چنے چبانے سے کم نہ ہو گا۔ موجودہ سلیکشن کمیٹی نے سابق اور آزمائے ہوئے کھلاڑیوں کا انتخاب نہ کر کے جو جراتمندانہ فیصلہ کیا ہے اسے آئندہ بھی جاری رکھنا چاہئے اور محض "وقتی" مفادات کو بالائے طاق رکھ کر آنے والی سلیکشن کمیٹیاں بھی اسی فیصلے کا تسلسل جاری رکھیں تاکہ پاکستان کرکٹ کا مستقبل محفوظ اور تابناک ہو سکے۔ میں نے ابتداء میں کہا تھا کہ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو ہم کر تو سکتے ہیں مگر ان کے لئے دل نہیں مانتا۔ باتھ روم اور واش روم کے نلکوں سے بھی اتنا ہی صاف پانی آتا ہے جتنا کہ کچن یا گھر میں موجود کسی اور نل سے۔ اسی پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا جا سکتا ہے مگر اسے پی نہیں سکتے۔ اس بات پر غور کریں تو شاید ساری بحث کا لب لباب خود بخود سامنے آ جائے گا۔

MAB

بھارتی کرکٹ پر شکوک کے گہرے بادل چھاگئے

اعتبار اٹھ جائے تو ہر چیز شک کی نظر سے دیکھی جانے لگتی ہے۔ کچھ یہی حال اس وقت بھارت میں کرکٹ کا بھی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخری گیند پر چھکے سے جتوائے گئے ہر میچ پر واہ واہ کی جائے یا پھر یہ سوچا جائے کہ کہیں دال میں کالا تو نہیں۔ اظہرالدین اور اجے جدیجا پر پابندیوں کے بعد دنیا کا امیر ترین کرکٹ بورڈ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے کرکٹروں کو اتنا کچھ دے رہا ہے کہ وہ کسی کے ہاتھوں میں نہیں کھیل سکتے۔

اس دوران میچ فکسنگ اور کچھ لو کچھ دو کا کہیں ذکر آ بھی رہا تھا تو صرف بالی وڈ میں جنت جیسی فلموں میں، لیکن چند روز قبل کسی فلمی کیمرے نے نہیں بلکہ میڈیا کے کیمرے نے جو کچھ دکھا دیا وہ بی سی سی آئی ہی نہیں بلکہ آئی سی سی کے بارے میں بھی یہ سوال چھوڑ گیا ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ چین کی بانسری تو نہیں بجا رہی؟ پانچ بھارتی کرکٹروں کو معطل کرنے کے بعد بی سی سی آئی پوری شدت کے ساتھ آئی پی ایل کو پوتر قرار دینے میں مصروف ہے لیکن اس لیگ میں گزشتہ کچھ عرصے کے دوران سامنے آنے والے تنازعات کے بعد بی سی سی آئی کے لیے لوگوں میں اس کی صاف شفاف ساکھ کا یقین دلانا آسان نہیں ہوگا۔ بھارت کے سینئر صحافی پردیپ میگزین کا کہنا ہے ضروری تھا کہ آزادانہ کریمنل تحقیقات کرائی جاتیں۔ انکم ٹیکس کا محکمہ حرکت میں آتا۔ بی سی سی آئی جو انکوائری کر رہا ہے وہ محض مذاق ہی ہوگی۔ چنئی سپر کنگز کے مالک بی سی سی

ٹی پی سدھندرا

شالبھ سری واستو

موہنش مشرا

امیت یادو

ابھینا ؤبالی

آئی کے صدر سری نواسن ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ خود اپنے ہی خلاف تحقیقات کریں لوگ للیت مودی کو نہیں بھولے ہیں جو دو سال پہلے تک آئی پی ایل میں سیاہ سفید کے مالک تھے لیکن اب بھارت جانے کے لیے تیار نہیں اور ان کے خلاف مبینہ طور پر مالی بے ضابطگیوں کی لمبی چوڑی فہرست موجود ہے۔ للیت مودی کا معاملہ اگر صرف ایک انفرادی معاملہ سمجھ کر ایک طرف رکھ بھی دیا جائے تو اس رپورٹ سے کیسے پہلوتہی کی جا سکتی ہے جو صرف چار ماہ پہلے آئی سی سی کے اجلاس میں ہانگ کانگ کے سرکاری وکیل برٹرینڈ ڈی سپیویل نے پیش کی تھی جس میں کہا گیا ہے کہ ٹی ٹوئنٹی کے آنے سے کرکٹ میں کرپشن کے امکانات بڑھ گئے ہیں اور آئی پی ایل کی شکل میں میچ فکسنگ اور سپاٹ فکسنگ کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ آئی سی سی کے اینٹی کرپشن یونٹ کے سابق سربراہ سر پال کنڈن نے بھی 2008 کی آئی پی ایل کے بارے میں تحفظات ظاہر کیے تھے اور کہا تھا کہ یہ لیگ شارجہ کے بعد کرکٹ میں کرپشن کے سب سے بڑے خطرے کے طور پر سامنے آئی ہے۔ آئی سی سی نے کئی ملین پونڈ کے بجٹ کے ساتھ کرپشن ختم کرنے کے لیے اینٹی کرپشن یونٹ قائم رکھا ہے لیکن ابھی تک وہ خود کسی کرکٹر کو گرفت میں نہیں لے سکا ہے بلکہ کرپشن میں ملوث کرکٹر اس کی جھولی میں آ گرے ہیں۔ ہنسی کرونئے کی بک میکروں کے ساتھ گفتگو دہلی کی پولیس نے پکڑی جس نے کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے کرپشن اسکینڈل کو بے نقاب کیا مارلن سموئلز بھی بک میکروں سے روابط پر ناگپور کی پولیس کے ہتھے چڑھے۔ پاکستانی کرکٹر برطانوی جریدے کے اسٹنگ آپریشن کی زد میں آئے اور حالیہ بھارتی اسکینڈل بھی ایک ٹی وی چینل کے اسی طرح کے ایک اسٹنگ آپریشن کا نتیجہ ہے۔ آئی سی سی یہ کہہ کر اپنا دامن بچا جاتی ہے کہ ہر ملک کے مختلف فوجداری قوانین میں اس کے لیے خود آگے بڑھ کر کرکٹ کرپشن کے خلاف آپریشن کرنا ممکن نہیں لیکن پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان عامر سہیل اس دلیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ عامر سہیل کے خیال میں آئی سی سی بین الاقوامی کرکٹ کے معاملات صحیح انداز میں چلانے میں بری طرح ناکام ہو گئی ہے اگر ملکوں کے قوانین آئی سی سی کے آڑے آ رہے ہیں تو پھر کرکٹ کے معاملات کرکٹ بورڈز اپنے طور پر ہی چلائیں، آئی سی سی کا پھر کیا کام رہ جاتا ہے کیا اس نے صرف مارکیٹنگ ایجنسی کھولی ہوئی ہے بھارتی

کرکٹ اسکینڈل کے بعد یہ سوال شدت کے ساتھ سامنے آیا ہے کہ جب ایک عام ٹی ٹوئنٹی میچ بھی پس پردہ قوتوں سے محفوظ نہیں تو پھر بڑے میچ کیسے ان کی زد سے بچ سکتے ہیں۔ کہانی یہاں سے شروع ہوئی جبکہ بھارت کے بدنام زمانہ ٹیلی وژن چینل انڈیا ٹی وی کے ایک خفیہ آپریشن نے دنیائے کرکٹ میں تہلکہ مچا دیا جس کے مطابق انڈین پریمئر لیگ میں کھلاڑی میچ اور اسپاٹ فکسنگ میں ملوث ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے متعدد کھلاڑیوں کی نہ صرف گفتگو کرتے ہوئے وڈیو بنائی ہیں بلکہ دوران گفتگو چند اور کھلاڑیوں کے نام بھی سامنے آئے جبکہ فرنچائزز کی جانب سے کھلاڑیوں کو کالا دھن دینے اور دیگر ناجائز مراعات دینے کا انکشاف بھی ہوا ہے انڈیا ٹی وی اپنی مصالحہ خبروں کے باعث بھارت میں خاص شہرت رکھتا ہے، بالکل ویسی ہی شہرت جو برطانیہ کے نیوز آف دی ورلڈ کو حاصل تھی اور ٹیلی وژن چینل نے بھی عین وہی طریقہ اختیار کیا جو برطانوی اخبار نے اگست 2010 میں پاکستانی کھلاڑیوں کو پھانسنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ اخبار کے خفیہ آپریشن کے نتیجے میں جن کھلاڑیوں کے نام اس کالے دھندے میں سامنے آئے ان میں دکن چارجرز کے تدوری پرکاش چندر سدھیندر، کنگز الیون پنجاب کے شلبھ شری واستو اور امیت یادیو، پونے واریئرز کے موہنیش مشرا اور دہلی کے ابھینو بالی شامل ہیں۔ جنہیں بھارتی کرکٹ بورڈ نے مکمل تحقیقات مکمل ہونے تک معطل کر دیا۔ چینل نے ایک کھلاڑی کی فوٹیج ظاہر کی ہے جس نے خود کو سٹے باز ظاہر کرنے والے خفیہ صحافیوں سے سودے بازی کر کے میچ کے پہلے ہی اوور کی دوسری گیند پر ایک بہت بڑا نو بال پھینکا۔ جس سے قبل اس کھلاڑی اور دونوں خفیہ صحافیوں کے درمیان ہونے والا بھاؤ تاؤ بھی خفیہ کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کیا گیا۔ اس ایک نو بال پھینکنے کے لیے کھلاڑی نے 50 ہزار روپے وصول کیے۔ اس کے علاوہ ایک اور کھلاڑی کے ساتھ ہونے والی فون پر گفتگو ٹیلی وژن چینل کی فوٹیج میں شامل ہے جس نے آئی پی ایل کے ایک میچ میں نو بال پھینکنے کے لیے 10 لاکھ روپے مانگے۔ ٹیلی وژن چینل کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ خفیہ آپریشن ایک سال کی محنت سے مکمل کیا ہے۔ کھلاڑیوں سے اسپورٹس ایجنٹوں کی صورت میں ملنے والے صحافیوں نے مئی 2011

میں اپنے شکاروں سے ملاقاتوں کا آغاز کیا اور رپورٹ ٹھیک ایک سال بعد مکمل ہوئی ہے۔ رپورٹ میں سب سے پہلے دکن چارجرز کے پرکاش چندر سدھیندر کے گزشتہ سال مئی کے بیانات ظاہر کیے گئے ہیں جس میں انہوں نے آئی پی ایل، رنجی ٹرافی یا بین الاقوامی سطح پر کسی بھی سطح کے میچ میں مقررہ اوور میں نو بال یا باؤنسر پھینکنے کے ذریعے اسپاٹ فکسنگ پر رضامندی ظاہر کی اور مبینہ اسپورٹس ایجنٹوں سے اگلی ملاقات میں انہوں نے ایک نو بال کیلئے 50 ہزار روپے کا مطالبہ کیا اور ڈیل ڈن ہوگئی اور اگلے روز یعنی 30 مئی 2011 کو ایک اندور لیگ نامی ٹورنامنٹ کے ایک میچ میں ایک بہت ہی بڑا نو بال پھینکا جس پر کمنٹیٹر تک حیران رہ گئے۔ رپورٹ میں کنگز الیون پنجاب کے دوسرے کھلاڑی شلبھ شری واستو تھے جنہوں نے فون کال پر مبینہ ایجنٹ سے گفتگو کے دوران ایک نو بال کے عوض 10 لاکھ روپے کا مطالبہ کیا۔ باضابطہ ملاقات کے دوران شلبھ نے کئی حیران کن انکشافات کیے جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ فرنچائزز اپنے کھلاڑیوں کو معاہدے کی رقم کے علاوہ بھی کالا دھن دیتی ہیں یعنی وہ ظاہری معاہدے کے برعکس کھلاڑیوں کو بہت بڑی رقوم اضافی صورت میں بھی دیتی ہیں۔ انہوں نے پونے واریئرز کے کھلاڑی منیش پانڈے کو فرنچائز کی جانب سے 50 لاکھ روپے کی ایک مرسڈیز دینے کا بھی انکشاف کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک کھلاڑی منوندر بسلا کو 75 لاکھ روپے کا کالا دھن دینے کے بارے میں بتایا۔ تیسرا کھلاڑی جو انڈیا ٹی وی کی رپورٹ کی زد میں آیا وہ پونے واریئرز کا موہنیش مشرا تھا جن سے اگست 2011 میں خفیہ صحافیوں نے ملاقات کی۔ اس میں موہنیش نے انکشاف کیا کہ اس کا آئی پی ایل میں معاہدہ 30 لاکھ روپے تھا، اسے ایک کروڑ 45 لاکھ روپے فرنچائز کی جانب سے دیے گئے یعنی کہ ایک کروڑ 15 لاکھ روپے کا کالا دھن۔ اور انہوں نے تو یہ تک کہہ ڈالا کہ بی سی سی آئی کے اگر علم میں نہ ہوتا کہ کھلاڑیوں کو کالا دھن مل رہا ہے، تو یہ کام ہوتا ہی نہیں۔ یعنی کہ یہ سب دنیا کے سب سے امیر بورڈ بی سی سی آئی کی ناک تلے ہوتا رہا اور انکشاف سے ایسا ہی لگتا ہے کہ بورڈ بھی اس سے بے خبر نہیں تھا۔ موہنیش نے بھی منیش پانڈے کو فرنچائز کی جانب سے مرسڈیز دینے کے بارے میں بتایا تاہم انہوں نے اس کی قیمت 90 لاکھ روپے بتائی۔ اس حوالے سے برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کے مطابق انڈیا ٹی وی کے سربراہ رجت شرما نے کہا ہے کہ ان کے صحافیوں نے اسپورٹس ایجنٹس کی حیثیت سے کھلاڑیوں سے رابطہ کیا اور انہیں آئی پی ایل میں دیگر فرنچائزز کے ساتھ بہتر معاہدوں کی پیشکش کی اور اسی بات چیت کے دوران کھلاڑیوں سے اسپاٹ فکسنگ کے سلسلے میں بات کی گئی۔ شرما کا کہنا ہے کہ اس خفیہ آپریشن کے دوران صحافیوں نے 20 سے زائد کھلاڑیوں سے رابطہ کیا جن میں سے صرف پانچ نے اسپاٹ فکسنگ پر آمادگی ظاہر کی جبکہ کئی نوجوان کھلاڑیوں نے تو پیسے کی بات کرنے ہی سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ وہ کرکٹ سے پیار کرتے ہیں اور پیسے کے لیے نہیں کھیلتے۔ البتہ اس بیان کے باوجود جن پانچ کھلاڑیوں کا نام آیا ہے، ان میں سے چند نے جس ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ معمولی رقوم کے عوض اسپاٹ فکسنگ پر رضامندی ظاہر کی ہے، وہ اس تفریحی میلے کے کئی رخوں کو بے نقاب کرسکتا ہے۔ یہ ہوشربا انکشافات سامنے آنے کے بعد بھارت کے کرکٹ بورڈ میں بھی کھلبلی مچ چکی ہے اور اس نے فوری طور پر ہنگامی اجلاس طلب کرلیا اور وڈیو میں پیش کردہ پانچوں کھلاڑیوں کو فوری طور پر معطل کر دیا۔ بھارتی کرکٹ بورڈ نے اس رپورٹ کے حوالے سے جاری کردہ اپنے بیان میں کہا ہے کہ وہ آئی پی ایل گورننگ کونسل اجلاس کے بعد اس معاملے میں موزوں ترین قدم اٹھائے گا جس کے لیے اسے انڈیا ٹی وی سے مکمل فوٹیج کی ضرورت ہے۔ کرکٹ بورڈ کے سربراہ این شری نواسن نے قومی خبر رساں ادارے پریس ٹرسٹ آف انڈیا کو کہا ہے کہ اگر اس رپورٹ میں سچائی موجود ہے تو ہم کھلاڑیوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کریں گے۔ پہلے مرحلے میں ہم نے تمام کھلاڑیوں کو فوری طور پر معطل کر دیا ہے۔ تاہم شری نواسن کا کہنا تھا کہ آئی پی ایل صاف شفاف ہے۔ اس معاملے کی تحقیقات کے لیے بنایا گیا بی سی سی آئی کا کمیشن بین الاقوامی کرکٹ کونسل کے اینٹی کرپشن اینڈ سیکورٹی یونٹ (اے سی ایس یو) کے سابق سربراہ روی سوانی کی زیر قیادت کام کرے گا۔ سابق ٹیسٹ بیٹسمین باسط علی نے کہا ہے آئی سی سی اینٹی کرپشن یونٹ اصل خرابی کی جڑ ہے اور کرکٹ سے کرپشن کو ختم کرنے والوں کو کرکٹ کا علم نہیں ہے بلکہ پولیس والوں کو یہ اہم کام سونپ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئی پی ایل میں ہر میچ دیکھ کر شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں اور اب میچ فکسنگ کا پنڈورا بکس کھلنے کے بعد شک یقین میں بدل گیا ہے۔ کھیل کو شفاف بنانے کے لئے آئی سی سی اینٹی کرپشن یونٹ کو متحرک کرنا ہوگا۔ بھارت میں سنیل گواسکر، دلیپ وینگسارکر اور پاکستان میں ماجد خان اور ظہیر عباس جیسے لوگوں کو آگے لانا چاہیے جنہیں پتہ ہو کہ کہاں گڑبڑ ہورہی ہے۔ پولیس والے جرائم کے بارے میں جانتے ہوں گے لیکن کرکٹرز میچوں کے نتائج کس طرح تبدیل کرتے ہیں ان باریکیوں کو کوئی کھلاڑی ہی جان سکتا ہے۔ آئی پی ایل میں ابھی مزید کھلاڑیوں کے نام سامنے آئیں گے۔ ادھر آئی پی ایل میچ فکسنگ اسکینڈل میں حراست میں لیے گئے جواری نے سری لنکا کے کھلاڑی کو آئی پی ایل کا میچ فکس کرنے کے لئے 10 کروڑ کی ادائیگی کا

بھارت میں اسپاٹ فکسنگ تحقیقات آئی سی سی کا اصل امتحان ہوگا...... شبیر احمد

بھارت میں نوجوان کھلاڑیوں کے اسپاٹ فکسنگ کے دھندے میں ملوث ہونے نے تہلکہ مچا رکھا ہے اور ایک جانب جہاں سابق کھلاڑی مختلف پہلوؤں سے بھارتی کھلاڑیوں اور کرکٹ نظام کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں وہیں موجودہ کرکٹرز بھی ان کرتوتوں پر خاموش نہیں ہیں۔ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے پاکستان کے ٹیسٹ کرکٹر شبیر احمد نے کہا ہے کہ بھارتی کھلاڑیوں کی بدعنوانی کے ثبوت سامنے آنے کے بعد انٹرنیشنل کرکٹ کونسل آئی سی سی کو خاموشی نہیں اختیار کرنی چاہیے بلکہ اسے بالکل وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو اس نے 2010ء میں انگلستان میں پاکستانی کھلاڑیوں کی فکسنگ میں ملوث ہونے کی وڈیوز منظر عام پر آنے کے بعد ادا کیا تھا۔ شبیر احمد نے زور دیتے ہوئے کہا کہ آئی سی سی عالمی کرکٹ کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے اور انڈین پریمیئر لیگ بھی اس کے ایک اہم رکن ملک کے زیر انتظام ہو رہی ہے لہذا بدعنوانی کے ان واقعات کی تحقیقات کے لیے آئی سی سی کے انسداد بدعنوانی کے شعبے اے سی ایس یو کو فعال کردار ادا کرنا چاہیے اور کسی دباؤ میں آئے بغیر بالکل ویسی ہی تحقیق کرنی چاہیے جیسی پاکستانی کرکٹرز کی گئی تھی۔

شبیر احمد کا کہنا تھا کہ جب پاکستانی کھلاڑیوں کی کرپشن کی وڈیوز منظر عام پر آئی تھیں تو ہر طرف سے پاکستان پر انگلیاں اٹھائی گئیں حتیٰ کہ تحقیقات ہونے سے قبل ہی انہیں مجرم قرار دے دیا گیا جبکہ اب بھارتی کھلاڑیوں کے کرتوت سامنے آئے ہیں تو ویسا شور برپا نہیں جس سے کئی سوالات جنم لے رہے ہیں شبیر احمد نے واضح کیا کہ وہ بھارتی کرکٹ کے خلاف نہیں ہیں لیکن کرکٹ میں اگر کہیں بھی بدعنوانی ہوتی ہے تو آئی سی سی کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام ممالک کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ طویل القامت فاسٹ بالر کا کہنا تھا کہ جب پاکستان کا اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل سامنے آیا تو پاکستان کرکٹ بورڈ نے انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کے اینٹی کرپشن اینڈ سیکورٹی یونٹ کو اس معاملے میں تفتیش کرنے کی کھل کر اجازت دی تھی بھارتی کرکٹ بورڈ کو بھی پاکستانی بورڈ کے طریق کار پر عمل کرنا چاہیے تا کہ اس کرپشن کی شفاف تحقیقات ہوسکے انہوں نے کہا کہ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کے اینٹی کرپشن یونٹ کی کارکردگی پر بدستور سوالیہ نشان موجود ہے کہ اتنے فعال شعبے کے ہوتے ہوئے بھی کرپشن کے یہ واقعات کس طرح رونما ہوجاتے ہیں۔ شبیر احمد کا کہنا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ بھارت میں پاکستانی کھلاڑیوں کو کھیلنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ اس معاملے میں بھی کسی نہ کسی طرح پاکستانی کرکٹرز کو بدنام کرنے کے لیے گھسیٹا جاتا۔ پاکستان پریمیئر لیگ کے حوالے سے شبیر کا کہنا تھا کہ پاکستان پریمیئر لیگ کے آنے سے ایسا نادر ٹیلنٹ سامنے آئے گا جس کو دیکھ کر دنیا کی آنکھیں کھل جائیں گی کیونکہ ہمارے پاس ڈومیسٹک انفرا اسٹرکچر اتنا معیاری نہیں ہے جتنا دیگر ممالک میں ہے اس کے باوجود دنیائے کرکٹ میں کئی عظیم کھلاڑی یہیں سے سامنے آئے۔ اب بھی کئی ایسے گمنام ستارے پاکستانی کرکٹ سے وابستہ ہیں جو اس ایونٹ سے دنیا کے سامنے آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کرکٹ کو کوئی تنہا نہیں کرسکتا کیونکہ یہ کرکٹ کی نرسری ہے۔

اعتراف کر لیا ۔ بھارتی اخبار کے مطابق جواری سونو یوگندرا جالان عرف مالاد نے کرائم برانچ کو بتایا کہ اس نے سری لنکا کے کھلاڑی کو آئی پی ایل کا میچ فکس کرنے کے لئے 10 کروڑ کی ادائیگی کی ملاد نے یہ بھی نشان دہی کی کہ کچھ بھارتی کھلاڑی بھی میچ فکسنگ میں ملوث ہیں سٹی کرائم برانچ نے ملاد کے ساتھ دیویندر کوٹھاری عرف بھیاجی کو بھی حراست میں لیا تھا کرائم برانچ کے حکام کا کہنا ہے کہ یہ کرکٹ میں جوئے کے ایک بڑے عالمی گروہ کا ایک حصہ ہیں ممبئی کے کرائم برانچ کے پراپرٹی سیل نے لوکھنڈاوالا بلڈنگ پر چھاپہ مار کر چار افراد کو حراست میں لیا چھاپے کے دوران ان کے قبضے سے دو لیپ ٹاپ، وائس ریکارڈر، کمپیوٹر، 25 موبائل فونز اور پانچ لاکھ 18 ہزار روپے کی نقدی کو قبضے میں لے لیا گیا تمام ملزمان کو تحت جوا ایکٹ کے تحت بند کر دیا گیا۔ تنازعات میں گھری آئی پی ایل کرکٹ میں اس وقت مزید سنگین صورتحال ہوگئی جبکہ کولکتہ نائٹ رائیڈرز کے مالک اور بالی وڈ سٹار شاہ رخ خان پر ممبئی کرکٹ ایسوسی ایشن نے سیکورٹی گارڈز سے بدتمیزی کرنے پر وانکھیڈے اسٹیڈیم میں داخل ہونے پر پانچ سال کے لیے پابندی عائد کر دی۔ ایم سی اے کے صدر اور وفاقی وزیر ولاس راس دیش کھ نے ممبئی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شاہ رخ خان نے جس انداز میں ایسوسی ایشن اور سیکورٹی اہلکاروں سے بدکلامی کی تھی اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس کے لیے ایک سخت پیغام دینا ضروری تھا۔ ایم سی اے کا الزام ہے کہ کولکتہ نائٹ رائیڈرز اور ممبئی انڈینز کے درمیان میچ کے بعد نشے کی حالت میں تھا شراب کے نشے میں دھت شاہ رخ خان نے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا ان کیخلاف ممبئی پولیس اسٹیشن میں مقدمہ بھی درج کرا دیا گیا۔ یم سی اے کا الزام ہے کہ کولکتہ نائٹ رائیڈرز اور ممبئی انڈینز کے درمیان میچ کے بعد نشے کی حالت میں شاہ رخ خان نے اسٹیڈیم میں اہلکاروں سے بدکلامی کی تھی کیونکہ انہیں کھیل کے میدان پر جانے سے روکا گیا تھا۔ ایک سوال کے جواب میں کہ اتنی سخت کارروائی سے پہلے شاہ رخ خان سے ان کا موقف کیوں معلوم نہیں کیا گیا اور تمام حقائق معلوم کرنے کے لیے کوئی انکوائری کیوں نہیں کی گئی، ودیش کھ نے کہا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا اس وقت ایم سی اے کے آدھے سے زیادہ اہلکار اسٹیڈیم میں موجود تھے لہذا کسی انکوائری کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر شاہ رخ خان کو کوئی شکایت ہے تو وہ بھی پولیس سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اس واقعہ کی آڈیو ریکارڈنگ اخبار انڈین ایکسپریس نے جاری کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں جانب سے سخت زبان کا استعمال ہوا لیکن ایک صحافی کی جانب سے یہ پوچھے جانے پر کہ کیا ایم سی اے کسی اہلکار کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی، ایسوسی ایشن کے اہلکار رتنا کر شیٹی نے کہا کہ ان کے ساتھیوں نے انتہائی ضبط سے کام لیا۔ آئی پی ایل کی ٹیم کولکتہ نائٹ رائیڈرز کے مالک اور بالی وڈ سٹار شاہ رخ خان نے ان الزامات سے انکار کیا کہ ممبئی کے وانکھیڈے اسٹیڈیم میں جب سیکورٹی اور ممبئی کرکٹ ایسوسی ایشن کے اہلکاروں سے ان کی تلخ کلامی ہوئی تو وہ شراب کے نشے میں تھے یہ واقعہ کولکتہ نائٹ رائڈرز اور ممبئی انڈینز کے درمیان میچ کے بعد پیش آیا تھا۔ میچ شاہ رخ کی ٹیم نے 32 رن سے جیت لیا تھا۔ ممبئی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے شاہ رخ نے کہا کہ وہ اپنے بچوں کو لینے وانکھیڈے سٹیڈیم گئے تھے۔ "تیرہ سال سے بھی کم عمر کی لڑکی کو پکڑ کر دھکیلا جا رہا تھا، یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ ممبئی کرکٹ ایسوسی ایشن کے اہلکار ٹی وی پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں لیکن انہیں اپنے رویہ کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔۔۔ ان کا رویہ بہت جارحانہ تھا۔۔۔ سیکورٹی کے نام پر آپ بچوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کر سکتے۔" انہوں نے کہا کہ بچے اس وقت باؤنڈری کے قریب بال سے کھیل رہے تھے کہ ایک سیکورٹی گارڈ نے انہیں میدان سے باہر دھکیلنا شروع کیا۔۔۔ میں اوپر سے یہ دیکھ رہا تھا، میں نے آ کر اسے روکا تو اس نے مراٹھی زبان میں کچھ ایسی بات کہی جو میں دہرانا نہیں چاہتا۔۔۔ اس کے بعد مجھے بھی غصہ آ گیا۔ شاہ رخ خان نے اعتراف کیا کہ غصے میں انہوں نے بھی گالی گلوچ کی تھی۔ ممبئی پولیس کے نائب کمشنر اقبال شیخ نے بتایا تھا کہ اس وقت شاہ رخ خان کے منہ سے شراب کی مہک آ رہی تھی اور وہ ایم سی اے کے اہلکاروں کو گالیاں اور دھمکیاں دے رہے تھے۔ شاہ رخ میچ کے بعد کچھ بچوں کے ساتھ میدان میں کھیل رہے تھے کہ انہیں سیکورٹی اہلکاروں نے روکنے کی کوشش کی جس پر بات بڑھ گئی۔ اقبال شیخ ایم سی اے کی مینیجنگ کمیٹی کے رکن ہیں اور وہ خود اس وقت سٹیڈیم میں موجود تھے۔ اقبال شیخ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اگر شاہ رخ نے شراب پی رکھی تھی تو ان کے خون کی جانچ کیوں نہیں کرائی گئی تو ان کا کہنا تھا کہ شراب پینا کوئی جرم نہیں ہے اس وقت صورتحال بگڑ رہی تھی اس لیے میں نے شاہ رخ خان کو اسٹیڈیم سے نکالا۔۔۔ ممبئی کرکٹ ایسوسی ایشن کے سربراہ اور وفاقی وزیر ولاس راو دیش کھ کے مطابق ایم سی اے نے وانکھیڈے اسٹیڈیم میں شاہ رخ کے داخلے پر پابندی لگانے کی سفارش کی۔

اسی پر بس نہ ہوا دہلی پولیس نے آئی پی ایل میں حصہ لینے کے لئے آئے ہوئے آسٹریلوی کھلاڑی لوک پومباش کو امریکی خاتون کے ساتھ مبینہ طور پر چھیڑ چھاڑ کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں آئی پی ایل فرنچائز رائل چیلنجرز بنگلور کے پومباش کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا، لوک پومباش پر الزام تھا کہ انہوں نے امریکی خاتون کے ساتھ فائیو اسٹار ہوٹل میں چھیڑ چھاڑ کی اور بعد میں جب خاتون کے بوائے فرینڈ نے انہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہا تو پومباش نے ان کی پٹائی کی۔ لوک پومباش آئی پی ایل کی ٹیم

آئی پی ایل کے تمام میچ فکسڈ تھے۔۔۔ سرفراز نواز

سابق ٹیسٹ فاسٹ بولر سرفراز نواز نے الزام عائد کیا ہے کہ انڈین پریمیئر لیگ کے تمام میچ فکسڈ ہیں اور آخری لمحات تک علم نہیں ہوتا کہ میچوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ پی سی بی کے سیکورٹی آفیسر کرنل (ر) وسیم احمد نے میرے سامنے انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے ڈھاکا میں ایسی تصاویر دیکھی ہیں جن میں دو پاکستانی کرکٹرز کو سٹے بازوں کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ سرفراز نواز نے کہا کہ آئی پی ایل کے بارے میں بچہ بچہ کہتا ہے کہ اس کے نتائج پہلے سے طے شدہ ہیں، انڈر ورلڈ کے لوگوں، بالی ووڈ اسٹارز شاہ رخ خان اور پریٹی زنٹا جیسی شخصیات نے ٹیکس سے بچنے کے لیے آئی پی ایل میں سرمایہ کاری کی ہے کیونکہ سٹے کی آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ شاہ رخ خان نے وسیم اکرم کو اس لیے بالنگ کوچ بنایا کیونکہ وسیم اکرم مبینہ طور پر سٹے بازوں سے رابطوں میں ہے۔ جسٹس قیوم کی رپورٹ کو نظر انداز کر کے وسیم اکرم کو کولکتہ نائٹ رائیڈرز نے اہم ذمہ داری دی۔ آئی پی ایل میں اتنی آمدنی نہیں ہے جتنے اخراجات ہیں یہی وجہ ہے کہ اس ٹورنامنٹ میں کرپشن کے ذریعے نتائج تبدیل ہو رہے ہیں۔ جس سال یہ ٹورنامنٹ جنوبی افریقا منتقل کرایا گیا بھارت کے وزیر کھیل نے کہا تھا کہ آئی پی ایل سٹے بازی سے متاثر ہو رہی ہے، اس ٹورنامنٹ پر پابندی لگائی جائے۔ سرفراز نواز نے کہا کہ پاکستان کے ٹیسٹ فاسٹ بولر رانا نوید الحسن سٹے بازی میں ملوث ہیں ان پر فوراً پابندی لگائی جائے۔ بنگلہ دیش لیگ میں رانا نوید اور ناصر جمشید کے پاسپورٹ پولیس نے کیوں ضبط کیے تھے۔ میری پی سی بی کے سیکورٹی آفیسر کرنل (ر) وسیم سے بات ہوئی ہے، کرنل وسیم نے بتایا کہ میں نے دو پاکستانی کھلاڑیوں کی سٹے بازوں کے ساتھ تصاویر دیکھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آئی سی سی اینٹی کرپشن یونٹ میں ایسے لوگ ہیں جنہیں کرکٹ کا علم نہیں ہے، 2001ء میں میں نے جنرل توقیر ضیا کو قومی ٹیم کے منیجر یاور سعید کے سامنے بتایا تھا کہ لارڈز ٹیسٹ فکسڈ ہے اور میچ تین دن میں ختم ہو جائے گا یہی بات میں نے لندن میں پال کنڈن کو بتائی، میری بات پر کسی نے توجہ نہ دی لارڈز ٹیسٹ کا پہلا دن بارش کی نذر ہونے کے باوجود میچ تین دن میں ختم ہو گیا۔

سابق بھارتی کرکٹر کیرتی آزاد بھوک ہڑتال میں بیٹھے ہوئے ہیں

رائل چیلنجرز بنگلور کے لیے کھیل رہے تھے یہ واقعہ دہلی ڈیئر ڈیولز اور رائل چیلنجرز بنگلور کے درمیان ہونے والے میچ کے بعد پیش آیا۔ خبر رساں ایجنسی پی ٹی آئی کے مطابق دہلی پولیس نے لوک پومباش کے خلاف چھیڑ چھاڑ کا مقدمہ درج کیا اور بعد میں انہیں میڈیکل کے لیے دہلی کے رام منوہر لوہیا ہسپتال لے جایا گیا۔ اطلاعات کے مطابق خاتون نے اپنی شکایت میں کہا کہ لوک پومباش اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ جنہیں خاتون بھی جانتی تھیں ان کے کمرے میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب خاتون سونے کے لیے اپنے کمرے میں جانے لگیں تبھی لوک پومباش بھی ان کے پیچھے گئے اور بعد میں مبینہ طور پر ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور بدتمیزی کی جب خاتون کے بوائے فرینڈ نے مداخلت کی تو پومباش نے ان کی پٹائی کی امریکی خاتون کے بوائے فرینڈ کو ہسپتال داخل کرا دیا گیا خاتون کا کہنا تھا کہ ان کے اوپر دباؤ تھا کہ وہ اپنی شکایت کو واپس لیں تاہم ان کا کہنا کہ وہ ایسا نہیں کریں گی۔ آئی پی ایل کے چیئرمین راجیو شکلا نے کہا کہ آئی پی ایل کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ آئی پی ایل کی جانب سے منعقد کی گئی پارٹی میں پیش نہیں آیا۔ لیوک پامرزبیش سے تفتیش کرنے والے افسران نے دعویٰ کیا ہے کہ لیوک پامربیش نے امریکی خاتون زوہل حمید کے ساتھ دست درازی کا اعتراف کیا ہے لیوک نے دوران تفتیش بتایا کہ انہوں نے زوہل سے بدتمیزی ضرور کی لیکن جان بوجھ کر نہیں بلکہ شراب کے نشے میں غلطی سرزد ہو گئی دوسری جانب سی سی ٹی وی فوٹیج میں رائل چیلنجرز کے کے پی اپنا کی شناخت کی گئی جو لیوک پامرز کو زوہل کے کمرے تک چھوڑ کر گیا تھا متاثرہ خاتون زوہل حمید کا کہنا ہے کہ بنگلور ٹیم کے بعض کھلاڑی کیس سے دستبرداری کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں علاوہ ازیں آسٹریلوی کرکٹر لیوک پامربیش کے وکیل کا کہنا ہے کہ ان کے موکل نے امریکی خاتون زوہل حمید کے ساتھ دست درازی کے حوالے سے کوئی اعترافی بیان نہیں دیا وکیل نے کہا کہ لیوک کا کیس عدالت میں ہے اور وہ صرف مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیں گے دوسری جانب ایڈیشنل کمشنر آف پولیس نے بھی لیوک کے وکیل کی حمایت کی انہوں نے کہا کہ کے پی اپنا سے بھی پوچھ گچھ کی گئی اپنا نے ہمیں بتایا کہ واقعے کے وقت ہوٹل میں ان کی موجودگی محض اتفاق تھا۔ آسٹریلیائی کھلاڑی کے مبینہ طور پر ایک امریکی خاتون کے ساتھ چھیڑ خانی کے الزام کے بعد ایک دیگر معاملے میں بھی آئی پی ایل کے کھلاڑیوں کا نام آیا۔ ممبئی پولیس نے غیر قانونی منشیات کے استعمال کے شبے میں ایک ہوٹل پارٹی پر چھاپہ مار جن لوگوں کو حراست میں لیا ان میں آئی پی ایل کے دو کھلاڑی بھی شامل تھے ممبئی پولیس نے پونے واریئرز ٹیم کے دو نوجوان کھلاڑیوں راہل شرما اور وین پارنیل کے طبی نمونے لینے کے بعد حراست سے رہا کر دیا ان دونوں کھلاڑیوں کو ایک ریو پارٹی سے 94 دیگر لوگوں کے ساتھ غیر قانونی طور پر منشیات کے استعمال کے شبے میں حراست میں لیا گیا تھا ان کے نمونوں کی جانچ کے بعد پولیس ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے گی۔ ادھر ممبئی کے مقامی ہوٹل سے گرفتار ہونے والے آئی پی ایل فرنچائز پونے واریئرز کے جنوبی افریقی بولر وین پارنیل اور بھارتی اسپنر راہول شرما نے خود کو بے گناہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا راہول شرما نے کہا کہ ڈرگ ٹیسٹ مثبت آیا تو کرکٹ چھوڑ دوں گا وین پارنیل کا کہنا ہے کہ ہم مشترکہ دوست کی طرف سے سالگرہ کی پارٹی میں مدعو تھے شام ساڑھے پانچ بجے وہاں پہنچے اور 8 بجے وہاں سے نکل جانے کا ارادہ تھا تاہم 7 بجے پولیس نے چھاپہ مار دیا اس دوران کسی بھی لمحے ہمیں گرفتار نہیں کیا گیا چونکہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا اس لیے پرسکون رہا مجھے یقین ہے کہ ہمارے ڈرگ ٹیسٹ بھی منفی آئیں گے ہمیں تو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ پارٹی میں منشیات کا استعمال بھی ہو رہا ہے گزشتہ برس اسلام قبول کرنے والے وین پارنیل نے کہا کہ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم غلط وقت پر غلط جگہ آ گئے ہیں راہول شرما نے کہا ہے کہ وہ کسی ڈانس پارٹی میں نہیں ایک سالگرہ کے جشن میں شریک تھے ان کا کہنا تھا کہ رپورٹ آتے ہی تمام چیزیں واضح ہو جائیں گی ہم پولیس کے ساتھ پورا پورا تعاون کر رہے ہیں انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ شراب کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ یکے بعد دیگرے تنازعات میں گھرنے کے بعد بھارت میں ہی انڈین پریمئر لیگ کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں اور سابق کھلاڑی اور موجودہ رکن پارلیمان کیرتی آزاد نے تو لیگ کے خاتمے کے لیے بھوک ہڑتال بھی کر دی آخری ہفتہ آئی پی ایل کے لیے بہت ہی برا رہا۔ پہلے لیگ میں اسپاٹ فکسنگ کی خبریں منظر عام پر آئیں اور پانچ کھلاڑیوں کو تاحکم ثانی معطل کر دیا گیا، اس کے بعد ممبئی کے وانکھیڈے اسٹیڈیم میں شاہ رخ خان اور حفاظتی عملے کے درمیان ہونے والی جھڑپ اور پھر رائل چیلنجرز بنگلور کے آسٹریلوی کھلاڑی لیوک پومرزباش کی ٹیم ہوٹل میں ایک خاتون پر مجرمانہ حملے اور اس کے منگیتر کو شدید زخمی کرنے کی خبروں نے آئی پی ایل کو ہلا کر رکھ دیا اور بھارت میں پہلی بار واشگاف انداز میں لیگ کے معاملات پر کڑی تنقید کی گئی۔ لیکن اب عملی قدم بھی اٹھنا شروع ہو گئے ہیں، اور ایک سابق کھلاڑی کیرتی آزاد نے دہلی کے فیروز شاہ کوٹلہ اسٹیڈیم کے باہر بھوک ہڑتال بھی کر دی۔ آزاد بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما اور رکن پارلیمان بھی ہیں اور 1980 سے 1986 کے دوران 7 ٹیسٹ اور 25 ایک روزہ مقابلوں میں بھارت کی نمائندگی کر چکے ہیں اور 1983 کا عالمی کپ جیتنے والے بھارتی دستے کا بھی حصہ تھے۔ بھارتی روزنامے ٹائمز آف انڈیا کے مطابق دارالحکومت دہلی میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے آزاد نے کہا کہ آئی پی ایل دیکھنے والے تمام افراد سے میرا سوال ہے کہ کیا یہ شفاف نہیں ہونی چاہیے؟ کھیل میں بہت زیادہ سیاست داخل ہو چکی ہے۔ میں صرف توقع ہی کر سکتا ہوں کہ سیاست میں کوئی اسپورٹ مین اسپرٹ بھی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں کرکٹ مذہب کا درجہ رکھتا ہے لیکن دل بہت دکھتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ نوجوان کھلاڑی اپنے ملک کی نمائندگی کے بجائے آئی پی ایل کھیلنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں آئی پی ایل صرف تفریح کے لیے ہے، لیکن اب منی لانڈرنگ کے معاملات سامنے آ رہے ہیں، فارن ایکسچینج کے قانون کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، ہر کھلاڑی دوسرے پر الزام دھر رہا ہے اور اسپاٹ فکسنگ پر ایک ٹیلی وژن چینل کے خفیہ آپریشن کے بعد زنا بالجبر ہی رہ گیا تھا اور وہ کمی بھی پوری ہو گئی۔ بھوک ہڑتال میں سابق کرکٹر ویوک رازدان کے علاوہ سول سوسائٹی کے نمائندگان بھی موجود تھے۔ کیرتی آزاد نے چند روز قبل یہ کہا تھا کہ ممبئی میں شاہ رخ خان کے ساتھ حفاظتی عملے کا جھگڑا میرے خیال میں اسپاٹ فکسنگ قضیے سے لوگوں کی نظریں ہٹانے کے لیے کیا گیا۔ انڈین پریمئر لیگ میں کالے دھن کی موجودگی کے پے در پے انکشافات کے بعد بھارتی وزارت کھیل نے مکمل تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ وزیر کھیل اجے ماکن نے لوک سبھا کے اجلاس میں بتایا کہ انہوں نے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ کی مدد سے آئی پی ایل میں ہونے والی کرپشن اور غیر قانونی پیسوں کی موجودگی کی تحقیقات کرائے۔ ادھر سابق پاکستانی اسٹار وسیم اکرم نے آئی پی ایل کا دفاع

آسٹریلوی کرکٹر لیوک پامربیش اور زوہیل حمید ان کے دوست ساحل کی فائل فوٹو جبکہ راہول پریس کانفرنس کرتے ہوئے

کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایونٹ کی کامیابی سے جلنے والے بعض لوگ آئی پی ایل کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالیہ تنازعات سے کھیل پر کوئی فرق نہیں پڑے گا تنازعات ہر بڑے ایونٹ کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں آئی پی ایل پر چھائے سیاہ بادل جلد چھٹ جائیں گے آئی پی ایل کے خلاف ہونے والے مظاہرے افسوسناک ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ایونٹ کی چکا چوند ہضم نہیں ہو رہی بہتر ہے کہ انہیں نظر انداز کر کے کھیل پر توجہ رکھی جائے۔ واضح رہے کہ ماضی میں بھارت کے تین کھلاڑی محمد اظہر الدین، اجے جادیجا اور منوج پربھاکر میچ فکسنگ الزامات میں سزائیں بھگت چکے ہیں۔ جبکہ حال ہی میں پاکستان کے تین کھلاڑی سلمان بٹ، محمد آصف اور محمد عامر بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے کم از کم پانچ، پانچ سال کی پابندیاں بھگت چکے ہیں اور تینوں کو برطانیہ میں قید کی سزائیں بھی ہوئی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئی پی ایل کے دامن پر لگنے والے اس داغ کو بھارتی کرکٹ بورڈ کس طرح دھوتا ہے۔

شلبھ سری واستوا
ٹی پی سدھیندرا
مونیش مشرا
امیت یادیو

محمد آصف...... پابندی کے
بعد ٹیم میں واپسی کے خواہش مند

لندن مبینہ طور پر اسپاٹ فکسنگ میں ایک برس قید کی سزا پانے والے پاکستانی فاسٹ بالر محمد آصف کی سزا مکمل ہو گئی اور انہیں کنٹر بری جیل سے رہا کر دیا گیا۔ محمد آصف کی وکیل سونیا سکل برطانوی وزارت داخلہ کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئیں تھیں کہ محمد آصف کو پاکستان بدر نہیں کیا جائے گا اور اس کی ضمانت کے حق کو قبول کیا جانا چاہئے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ برطانوی وزارت داخلہ کی طرف سے محمد آصف اسپاٹ فکسنگ کی سزا کے خلاف اپیل کی پیروی کرنے کے لئے نہ صرف برطانیہ میں رہ سکتے ہیں، بلکہ اپنی اپیل کے حتمی فیصلے تک قانونی طور پر برطانیہ میں رہائش بھی رکھ سکتے ہیں۔ پاکستانی کرکٹر محمد آصف اسپاٹ فکسنگ کیس کے دوسرے مجرم ہیں جنھیں رہائی ملی ہے۔ اب وہ صرف آئی سی سی کی جانب سے لگائی گئی پابندی کے خاتمے تک انتظار کریں گے۔ پاک انگلینڈ کرکٹ سیریز کے دوران لارڈز ٹیسٹ میں اسپاٹ فکسنگ تنازع نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ ایک برطانوی اخبار کی طرف سے تین پاکستانی کرکٹرز پر الزام عائد کیا گیا کہ ان کھلاڑیوں نے پیسوں کیلئے اسپاٹ فکسنگ کی۔ دھوکہ دہی اور بدعنوانی کے الزامات کا کیس لندن کی عدالت میں چلایا گیا اور فیصلے میں فاسٹ بولر محمد آصف، سلمان بٹ اور محمد عامر کو قید اور بھاری جرمانے کی سزائیں سنائی گئیں۔ اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے کم عمر مجرم محمد عامر نے چھ ماہ کی سزا اصلاحی مرکز میں گزاری اور رہائی کے بعد اب وہ وطن واپس پہنچ چکے ہیں۔ لندن کی عدالت نے محمد آصف کو پیسوں کی خاطر نوبالز کرانے کا جرم ثابت ہونے پر ایک سال قید اور بھاری جرمانے کی سزا سنائی تھی۔ تجربہ کار فاسٹ بولر کو سلمان بٹ کے ہمراہ وینڈز ورتھ جیل میں رکھا گیا تھا لیکن بعد میں ان کی درخواست پر کنٹر بری جیل منتقل کر دیا گیا جہاں انہوں نے سزا کے بقیہ دن گزارے ہیں۔ رہائی کے بعد ان کی انٹرنیشنل کرکٹ میں واپسی کئی عرصے تک ممکن نہیں۔ انہیں کرکٹ کی عالمی تنظیم آئی سی سی کی جانب سے سات سالہ پابندی کا بھی سامنا ہے جس کے خلاف وہ اپیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ فاسٹ بولر محمد آصف اسپاٹ فکسنگ ڈرامے کے دوسرے کردار ہیں جنھیں کھلے آسمان کے نیچے جینے کا موقع مل رہا ہے۔ اب باقی رہ گئے دو اہم کردار۔۔ قومی ٹیسٹ ٹیم کے سابق کپتان سلمان بٹ، ماسٹر مائینڈ اور کھلاڑیوں کے ایجنٹ مظہر مجید جو اگلے سال تک جیل سے باہر آجائیں گے۔ ادھر سابق ٹیسٹ کرکٹر سرفراز نواز نے فاسٹ بولر محمد آصف کی پاکستان آمد پر ایف آئی اے سے گرفتاری کا مطالبہ کر دیا ہے۔ سرفراز نواز نے کہا کہ ایف آئی اے کو محمد آصف کو بھی گرفتار کرنا چاہیے۔ سابق فاسٹ بولر نے الزام عائد کیا کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے سابق چیئر مین بھی جوئے میں ملوث رہے ان سے بھی تحقیقات ہونی چاہیے۔ سرفراز نواز کا مطالبہ ہے کہ دونوں کرکٹرز کو گرفتار کر کے ان سے جوئے سے کمائی گئی رقم واپس لی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ڈی پورٹ ہونے والے پاکستانیوں کو فوری طور پر ائر پورٹ سے ہی گرفتار کر لیا جاتا ہے جبکہ جرم کے مرتکب کھلاڑیوں سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی۔ پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کو بھی چاہیے کہ وہ سپاٹ فکسنگ میں ملوث ان کرکٹرز کے بارے میں خود بھی تحقیقات کریں اور پتہ چلائیں کہ انہوں نے اتنی دولت کیسے اکٹھی کی تو تمام تر حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ سرفراز نواز نے کہا کہ تمام دنیا کے میڈیا پر یہ خبر نشر ہوئی کہ پاکستانی بالر محمد آصف رہا ہو گئے، کیا اس خبر سے پاکستان کی بے عزتی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ان کرکٹرز کے سپاٹ فکسنگ کے معاملے کے بعد جو بھی خبریں آئیں ان سے ملک بھی بدنام ہوا اور اب محمد آصف کو یہ کہتے ہوئے کیا شرمندگی نہیں ہو رہی کہ وہ پاک صاف اور بے قصور ہیں۔ سرفراز نواز کے بقول اگر بدعنوانی کے معاملات میں ملوث ان کرکٹرز کو اپنے ملک میں ہی سخت سزا دی

جاتی تو آج کرکٹرز میچ فکسنگ کے ذریعے دولت کماتے ہوئے ڈرتے۔ سرفراز نواز کے مطابق پاکستان کے بعض سابق کرکٹ بورڈز بھی میچ فکسنگ میں ملوث کئی کرکٹرز کو سزا کے باوجود صرف اس لیے کھلاتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ نہیں ہوں گے تو ٹیم ہار جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ماضی میں کرکٹ بورڈ ان کے ساتھ

سخت رویہ رکھتے تو اس ناسور پر قابو پایا جاسکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اب کچھ لوگوں کے دلوں میں سپاٹ فکسنگ میں ملوث محمد عامر اور محمد آصف کے لیے ہمدردی پیدا ہو رہی ہے لیکن یہ درست نہیں۔ سرفراز نواز کے بقول محمد عامر کے سپاٹ فکسنگ میں ملوث ہونے سے پاکستان کی کرکٹ ٹیم ایک باصلاحیت کرکٹر سے محروم ہوئی لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں آج کے دور میں ان نوجوان کھلاڑیوں کو ہر بات کا علم ہوتا ہے کہ کرکٹ میں بدعنوانی کتنی بری چیز ہے لیکن یہ لالچ میں آکر اپنا اور ملک کا نقصان کر دیتے ہیں۔

کرکٹ کرپشن اسکینڈل میں سزا مکمل کرنے والے محمد آصف کا کہنا ہے کہ لندن کی عدالت کی جانب سے مجرم قرار دیئے جانے کا فیصلہ میرے لیے حیران کن تھا، وکیل نے کیس کی پیروی میں کی جانے والی غلطیوں کو دیکھا ہے، پرامید ہوں کے ان سارے مسائل سے باہر نکل آؤں گا۔ نہوں نے قید ختم ہونے اور پاکستان ڈی پورٹ نہ کیے جانے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عزم کا اظہار کیا کہ وہ کرپشن کیس سے اپنا نام کلیئر کرا کے ایک بار پھر ایکشن میں لوٹیں گے، رہائی اس نئی جنگ کی راہ میں سنگ میل ثابت ہوگی۔ انہوں نے اسپاٹ فکسنگ میں ملوث ہونے کی پرزور انداز میں تردید کی اور کہا کہ میں قانونی معاملات پر بات نہیں کرونگا، میری اپیل زیر سماعت ہے، اپنی قانونی ٹیم پر پورا بھروسہ ہے جو اس معاملے کو دیکھ رہی ہے، جیل میں گزارا گیا 6 ماہ کا وقت بہت مشکل تھا لیکن گزر گیا، قید خانے سے باہر آنے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، میں نے جیل میں اپنا وقت جمنازیم میں گزارا۔ اس دوران فیملی نے مجھے بہت سپورٹ کیا، پرستار جس طرح میرے ساتھ رہے اس پر وہ بہت خوش ہیں۔ جیل میں جمنازیم کا اسٹاف کافی سپورٹ کرنے والا تھا، جیل میں کرکٹ کم فٹبال اور بیڈمنٹن زیادہ کھیلی۔ بالکل فٹ ہوں، ایک اچھا سوئنگ بول کرنا کبھی نہیں بھول سکتا، مجھے ڈی پورٹ نہ کرنے کیلیے برطانوی ہوم آفس کو قائل کرنے میں اپنی قانونی ٹیم کا شکر گزار ہوں۔ محمد آصف نے کہا کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت موجود نہیں۔

ملک اور قوم کا نام پیسے کی خاطر ٹھکرانے والے یہ پاکستانی کرکٹر آج اس قوم سے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں دوبارہ موقع دیا جائے۔ لیکن یہ بات نہ بھولی جائے کہ یہی وہ کھلاڑی ہیں جو کہ گراؤنڈ سے باہر انہی لوگوں کو دھکے دیتے ہیں جو کہ محض ان سے مصافحہ کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ لیکن جب برا وقت آتا ہے تو اسی قوم سے اپنے حق کے لیئے لڑنے کی اپیل کرتے ہیں۔ کیا ملک اور قوم کے وقار کا سودا کرنے والوں کو قوم اتنی آسانی سے معاف کر دے گی؟ لیکن یہ ہماری معصوم قوم ہے جو کہ کروڑوں روپے لوٹنے والوں کو معاف کر سکتی ہے تو پھر انہیں بھی یہی سوچ کر معاف کر دے گی کہ اس جرم کے آگے تو ان کا جرم بہت معمولی ہے۔

عمران طاہر کی مدد کر کے خوشی ہوگی......عبدالقادر

کرکٹ کی تاریخ میں چند ہی ایسے اسپنر ایسے آئے ہیں، جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت تن تنہا اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کیا اور ان میں عبدالقادر کا نام سب سے نمایاں ہے۔ تاریخ میں پہلی بار اسپن جادوگر کا خطاب پانے والے عبدالقادر نے نہ صرف 70 اور 80 کی اس دہائی میں اسپن گیند بازی کو زندہ رکھا جب دنیا میں تیز بالرز کا بول بولا تھا۔ انگلستان کے خلاف لاہور ٹیسٹ میں اننگز میں 56 رنز دے کر 9 وکٹیں حاصل کرنے کا ریکارڈ آخر اس زمانے کے کس شخص کو یاد نہ ہوگا۔ خصوصاً 80 کی دہائی میں ویسٹ انڈیز جیسی پائے کی ٹیم کے خلاف پاکستان کا ناقابل شکست رہنے کا ریکارڈ اسی جادوگر کی مرہون منت تھا۔ انگلش کپتان گراہم گوچ نے عبدالقادر کے حوالے سے کہا تھا کہ وہ شین وارن سے کہیں بہتر اسپنر تھا۔ حالانکہ اسی گراہم گوچ کو وارن نے جس گیند پر بولڈ قرار دیا تھا اسے صدی کی بہترین گیند قرار دیا گیا تھا۔ عبدالقادر نے لیگ اسپن کے ہنر کو زندہ و جاوید کر دیا اور ان کے عالمی منظر نامے سے غائب ہوتے ہی شین وارن اور مشتاق احمد جیسے اسپنر ابھرے جنہوں نے لیگ اسپن گیند بازی کو نئے عروج پہنچا دیا۔ بعد ازاں عبدالقادر نے چیئرمین سلیکٹر کی حیثیت سے بھی پاکستان کرکٹ بورڈ میں خدمات انجام دیں۔ تاہم اب دور جدید کے اسپنر بھی ان سے کچھ سیکھنے کے خواہاں دکھائی دیتے ہیں اور جنوبی افریقہ کے عمران طاہر نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ عبدالقادر سے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تاکہ رواں سال دورہ انگلستان میں اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکیں۔ عمران طاہر ماضی میں پاکستان اے کی جانب سے بھی کھیل چکے ہیں اور قومی کرکٹ ٹیم کی نمائندگی کے بہت قریب پہنچ گئے تھے حتی کہ ایک دورے کے لیے ان کا نام قومی ٹیم کے ممکنہ کھلاڑیوں میں شامل بھی ہوگیا تھا لیکن وہ حتمی فہرست میں جگہ نہ پا سکے اور بالآخر مایوس ہو کر جنوبی افریقہ چلے گئے۔ جہاں انہوں نے لیگ اسپن کے شعبے میں خلا کو پر کیا اور جنوبی افریقہ کے ڈومیسٹک سرکٹ میں جا ہی مچائی۔ اس کارکردگی کے بنیاد پر قانونی شرط مکمل ہوتے ہی جنوبی افریقہ نے گزشتہ سال انہیں قومی کرکٹ ٹیم میں شامل کر لیا۔ ماضی کے عظیم اسپنر عبدالقادر نے پاکستانی نژاد اسپنر عمران طاہر کی لیگ اسپن بالنگ سیکھنے کے لیے رابطے کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ عمران سے میرا بہت پرانا تعلق ہے، اور اپنے بیٹوں کا دوست ہونے کی وجہ سے میرے بیٹوں ہی کی طرح ہے۔ قادر کا کہنا تھا کہ عمران طاہر کی کامیابیاں دیکھ کر مجھے اتنا ہی فخر محسوس ہوتا ہے جتنا کوئی باپ اپنی اولاد کی کامیابیوں پر خوش ہوتا ہے۔ عبدالقادر کا کہنا ہے کہ عمران طاہر مختلف مواقع پر مجھ سے بالنگ ٹپس لیتے رہے ہیں، اس سلسلے میں وہ متعدد بار عبدالقادر انٹرنیشنل کرکٹ اکیڈمی میں بھی آ چکے ہیں اور آخری مرتبہ پاکستان آمد پر وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ میرے گھر بھی آئے تھے جہاں عمران طاہر نے لیگ اسپن سے متعلق مجھ سے کافی چیزیں پوچھیں اور میں نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اسے بولنگ کے کچھ گر سکھائے۔ میں نے عمران طاہر کو بتایا تھا کہ گگلی کے لیے بہت محنت درکار ہوتی ہے، تم گھبرانا نہیں، چاہے تمہاری بال بریک ہو یا نہ ہو، بس محنت اور لگن سے اس ہنر کو سیکھنا جس پر اس نے عمل بھی کیا۔ لیجنڈری لیگ اسپنر نے بتایا کہ میں نے کریز کے تین مختلف اینگلز سے استعمال اور گیند پر گرفت کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھایا ہے کہ گیند کو کس طرح پکڑنا ہے اور کونسی گیند وکٹ کے قریب اور کونسی وکٹ سے دور رہ کر کروانی چاہیے، اور مجھے بہت خوشی ہے کہ وہ میرے مشوروں پر چلتا ہوا آج کامیابیاں سمیٹ رہا ہے۔ عبدالقادر نے عمران طاہر کے روشن مستقبل کی نوید دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح تھوڑے سے عرصے میں عمران طاہر نے انٹرنیشنل کرکٹ میں اپنا لوہا منوایا ہے، اس سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بین الاقوامی کرکٹ کا بڑا لیگ اسپنر بنے گا۔ وہ ایک باصلاحیت اور فائٹر اسپنر ہے جو ایک کامیاب بولر کی نشانی ہوتی ہے۔ عبدالقادر کا کہنا تھا کہ اللہ نے لیگ اسپن گیند بازی کے ذریعے مجھے دنیائے کرکٹ میں جو عزت دی ہے اس کے بعد اب میرا فرض ہے کہ اگر کوئی کرکٹر، چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے کیوں نہ ہو، مجھ سے رہنمائی مانگے تو میں اس کی مدد کروں۔ اسی طرح اگر عمران طاہر میری رہنمائی چاہتے ہیں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں، وہ پاکستان آئیں یا بذریعہ ٹیلی فون مجھ سے کوئی مشاورت کریں، مجھے ان کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔ انٹرنیشنل کرکٹ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے عبدالقادر کا کہنا تھا کہ دنیائے کرکٹ میں تیز گیند بازوں کے بعد اگر کوئی بالر ہے تو وہ محض لیگ اسپنرز ہیں جو کسی بھی ٹیم کو میچز جتوا سکتے ہیں اور تمام ممالک کے کرکٹ بورڈز کو چاہیے کہ وہ اپنی ٹیموں کی کامیابی کے لیے لیگ اسپن کے شعبے پر خصوصی توجہ دیں۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے تیز گیند بازوں کے ساتھ ساتھ ملک بھر سے اسپن بالنگ کے غیر تراشیدہ ہیروں کی تلاش کا بھی عزم کر لیا ہے اور اس مشن کی ذمہ داری لیجنڈری لیگ اسپنر عبدالقادر کو سونپی جا رہی ہے۔ آئندہ ماہ عبدالقادر نگری نگری گھوم کر پاکستان کے لیے نئے اسپن گیند باز تلاش کریں گے۔ اس سے قبل پاکستان، جو دنیا بھر میں تیز گیند بازوں کا دیس سمجھا جاتا ہے، کے گلی کوچوں میں تیز بالرز کی تلاش ریورس سوئنگ کے موجد سرفراز نواز کے سپرد کی گئی تھی اور وہ بھی عبدالقادر ہی کی طرح اپنی مہم کا آغاز اس ماہ کریں گے۔ عبدالقادر نے تصدیق کی کہ اس بارے میں چیئرمین کرکٹ بورڈ ذکا اشرف سے بات ہوئی تھی، جنہوں نے اس مشن کے لیے ہری بتی دکھا دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پشاور سے کراچی تک پاکستان بھر کا دورہ کر کے ایسے نایاب ہیرے تلاش کر لوں گا جو پاکستان کے لیے اثاثہ ثابت ہوں گے۔ عبدالقادر کا کہنا تھا کہ میں ایک اسپنر ہوں اس لیے میری مہم محض لیگ اسپنر کی تلاش پر مبنی نہیں ہوگی بلکہ آف اور لیگ دونوں انداز کے اسپنر، جس میں بھی اتنی صلاحیت نظر آئی کہ وہ مستقبل میں پاکستان کے لیے کامیابیاں سمیٹے اور بین الاقوامی کرکٹ میں اپنی دھاک بٹھائے، اس کی صلاحیتوں کو تراشنے میں اپنا کردار ادا کروں گا۔ عبدالقادر، جو ہمیشہ سے ہی یہ مانتے آئے ہیں کہ لیگ اسپنر میچ ونر ہوتا ہے، کا اس بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہنا تھا کہ میری کوشش ہوگی کہ ایسے باصلاحیت لیگ اسپنر تلاش کروں، جیسے دانش کنیریا کو میں نے جنرل توقیر ضیا کے زمانے میں کھوجا تھا، پھر انہیں نیشنل کرکٹ اکیڈمی میں لایا جائے اور پاکستان کی لیگ اسپن گیند بازی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک دستہ تشکیل دیا جائے جو مستقبل کی کامیابیوں میں اہم کردار ادا کرے۔

عبدالقادر کی راہنمائی چاہتا ہوں......عمران طاہر

جنوبی افریقہ کے پاکستانی نژاد لیگ اسپنر عمران طاہر انگلستان کے خلاف سال کی اہم ترین سیریز کے لیے اپنے گرو اور ماضی کے عظیم گیند باز عبدالقادر سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ عمران طاہر اس شاندار سیریز کی تیاریوں کے سلسلے میں لاہور آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ ماہ جولائی میں انگلستان ،جنوبی افریقہ سیریز اس لیے اہم ہے کہ اس وقت دونوں ٹیمیں ٹیسٹ کی عالمی درجہ بندی میں سرفہرست ہیں اور اس سیریز کا نتیجہ دونوں میں سے کسی ایک کو نمبر ایک پوزیشن پر مضبوط کر دے گا۔ عمران طاہر نے کہا کہ یہ بہت بڑی سیریز ہوگی اور اگر میں کچھ خاص کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہوگی۔ میں کسی حد تک ویسا ہی گیند باز ہوں جیسا کہ عبدالقادر اپنے زمانے میں اس لیے میں اس سلسلے میں ان کی مدد چاہتا ہوں۔ توقعات کے بالکل برعکس عمران طاہر اب تک بین الاقوامی سطح پر ویسی کارکردگی نہیں دکھا سکے جس کی اب تک ان سے امید کی جا رہی تھی۔ سات ٹیسٹ مقابلوں میں انہوں نے 37.05 کے اوسط سے صرف 18 وکٹیں حاصل کی ہیں۔ اس حوالے سے عمران کا کہنا ہے کہ انہیں اب تک غیر مددگار صورتحال میں کھیلنا پڑا ان کے مطابق میرے کھیلے گئے ٹیسٹ مقابلوں میں سے دو ایسے تھے جو صرف تین روز چل پائے جبکہ صرف دو ہی ایسے تھے جو پانچویں دن تک گئے۔ جنوبی افریقہ کے ٹیسٹ کپتان گریم اسمتھ اور کوچ گیری کرسٹن دونوں نے ان کی صلاحیتوں کو خوب سراہا ہے اور ان سے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں یہی وجہ ہے کہ عمران کا کہنا ہے کہ مجھ پر کارکردگی دکھانے کے لیے کافی دباؤ ہے تاہم مجھے ساتھی کھلاڑیوں اور ٹیم انتظامیہ خصوصاً کپتان کی جانب سے کافی سپورٹ حاصل ہے۔ البتہ طاہر کا ماننا ہے کہ انہیں اپنی چند گیندوں پر کام کرنا ہے اور اس سلسلے میں عبدالقادر سے مدد لیں گے، جنہوں نے مجھے کہا تھا کہ کسی بھی مدد کے لیے میں ان سے فون پر بات کر سکتا ہوں لیکن میرے خیال میں ملاقات زیادہ بہتر ہے۔ وہ ایک لیجنڈ کھلاڑی ہیں اور میرے خیال میں وہ مجھے بہتر بالر بنا سکتے ہیں۔ جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم جولائی کے اوائل میں سرزمین انگلستان پہنچے گی جہاں اس کے دورے کا باضابطہ آغاز 19 جولائی سے اوول میں پہلے ٹیسٹ سے ہوگا۔ سیریز میں مجموعی طور پر تین ٹیسٹ، پانچ ایک روزہ اور تین ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی مقابلے کھیلے جائیں گے۔

ٹی ٹوئنٹی ورلڈکپ تک ٹیم میں شمولیت میرا ہدف ہے: عمران نذیر

پاکستان نے سرزمینِ لنکا پر آخری مرتبہ 2009 میں میزبان ٹیم کے خلاف واحد ٹی ٹوئنٹی مقابلہ 52 رنز سے جیتا تھا۔ اس میچ میں مار دھاڑ کے حوالے سے شہرت رکھنے والے پاکستانی اوپنر عمران نذیر نے محض 28 گیندوں پر 40 رنز کی اننگز تراشی تھی جس میں 5 چوکے اور ایک چھکا بھی شامل تھا۔ عمران نذیر جو بدقسمتی سے اس مرتبہ بھی قومی ٹیم میں جگہ حاصل نہیں کرسکے پاکستانی ٹیم کے لیے دعاگو ہیں کہ وہ اس مرتبہ بھی سری لنکا کو محدود اوورز کی سیریز میں دبوچنے میں کامیاب رہے گی۔ عمران نذیر نے ان خیالات کا اظہار خصوصی انٹرویو میں کیا۔ عمران نذیر، جنہیں ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کے لیے موزوں ترین کھلاڑی سمجھا جاتا ہے، حال ہی میں بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں اپنی بلے بازی کے جوہر دکھا چکے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ سلیکٹرز کا اعتماد حاصل کرنے میں طویل عرصے سے ناکام ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ وہ اس صورتحال سے بھی مایوس نہیں ہیں ہمیشہ سخت محنت کے ذریعے دوبارہ گرین شرٹ پہننے کے لیے کوشاں رہتے ہیں عمران نذیر کا کہنا تھا کہ میرا ہدف ہے کہ رواں سال سری لنکا میں ہونے والے ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012ء میں پاکستانی اسکواڈ میں شامل ہوجاؤں۔ عمران نذیر کا کہنا تھا کہ میں جانتا تھا کہ ٹی ٹوئنٹی فوری کارروائی کا کھیل ہے اس لیے کامران اکمل کے جلد آؤٹ ہوجانے کے بعد خود پریشر لینے کے بجائے اپنے جارحانہ کھیل سے سری لنکن ٹیم کو دباؤ میں لینے کی حکمت عملی ترتیب دی اور میں اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا۔ میرے 40 اور بعدازاں شاہد آفریدی کے شاندار 50 رنز کی بدولت پاکستان نے اس میچ میں 172 رنز بنائے۔ جس کے بعد رانا نوید الحسن اور سعید اجمل کی تباہ کن بالنگ کے باعث ہم وہ میچ با آسانی 52 رنز سے جیتنے میں کامیاب رہے۔ عمران نذیر، جو سری لنکا میں پاکستان کی نمائندگی کرچکے ہیں اور سری لنکن وکٹوں سے واقفیت بھی رکھتے ہیں کا کہنا تھا کہ پاکستان اور سری لنکا کا موسم ایک جیسا ہے تاہم وہاں ہوا میں نمی کا تناسب زیادہ ہے، جس وجہ سے کھلاڑیوں کو زیادہ جدوجہد کرنا پڑتی ہے کیونکہ پاکستان و سری لنکا کی وکٹوں میں بھی کافی یکسانیت ہے اس لیے وہاں کی وکٹیں پاکستانی بلے بازوں کو زیادہ پریشان نہیں کریں گی اور جیسا کہ میں ہمیشہ سے مانتا آیا ہوں کہ ٹی ٹوئنٹی صورتحال کا فوری اندازہ لگانے اور اسی وقت جوابی کارروائی کرنے کا کھیل ہے، اس لیے یقیناً پاکستانی ٹیم حریف سائیڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں اترے گی اور فتح کے لیے بھی سب سے موثر فارمولا ہے۔ عمران نذیر کا کہنا تھا کہ ذرائع ابلاغ سے معلوم ہورہا ہے کہ قومی ٹیم ڈیو واٹمور کی زیرتربیت سخت محنت کررہی ہے اور پریکٹس میچز بھی کھلاڑیوں کو حریف سے نمٹنے کے لیے تیاری میں کافی مدد دیں گے۔ محدود اوورز کی کرکٹ کے ابتدائی معرکے میں کون سی ٹیم فیورٹ ہوگی؟ اس حوالے سے عمران نذیر نے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کو قبل از وقت قرار دیا تاہم ان کا کہنا تھا کہ دونوں ٹیمیں نوجوان کھلاڑیوں پر مشتمل ہیں، اس لیے ٹی ٹوئنٹی سیریز کی پیش گوئی کرنا تو فی الحال مشکل ہے تاہم یہ بات یقینی نظر آتی ہے کہ مقابلہ کانٹے کا ہوگا اور بطور پاکستانی کھلاڑی میری نیک خواہشات قومی کرکٹ ٹیم کے ساتھ ہوں گی۔ عمران نذیر کا کہنا تھا سعید اجمل ہمیشہ کی طرح پاکستان کے لیے ترپ کا پتہ ثابت ہوں گے جو سری لنکن بیٹسمینوں کے لیے مشکلات کھڑی کرسکتے ہیں۔ پاکستانی بلے بازوں کے حوالے سے بھی عمران نذیر نے محتاط رویہ اپناتے ہوئے کہا کہ ہمارے بلے باز نوجوان ہیں اور ڈومیسٹک میں ان کی کارکردگی بھی سب کے سامنے ہے، اب بین الاقوامی مقابلوں میں وہ یقینی طور پر اپنی فارم کو برقرار رکھیں گے۔

جلد قومی ٹیم میں مستقل مقام حاصل کرلوں گا: خالد لطیف

پاکستان نے رواں سال کی دوسری اہم ترین مہم یعنی دورہ سری لنکا کے لیے اپنے اعلان کردہ دستہ میں مقامی کرکٹ میں بہتر کارکردگی دکھانے والے نوجوان کھلاڑیوں کو بھی موقع دیا ہے جن میں طویل انتظار کے بعد بین الاقوامی کرکٹ کے لیے منتخب ہونے والے کراچی کے بلے باز خالد لطیف بھی شامل ہیں اب تک 5 ایک روزہ اور اتنے ہی ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی مقابلوں میں ملک کی نمائندگی کرنے والے خالد لطیف ان کھلاڑیوں میں شامل ہیں جو 10-2009ء کے بدقسمت دورہ آسٹریلیا میں شامل تھے وہ دورہ جب پاکستان کو کینگروز کی سرزمین پر تمام ہی مقابلوں میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا لیکن بعدازاں ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2010ء میں آسٹریلیا کے ہاتھوں سیمی فائنل میں شکست ان کے بین الاقوامی کیریئر کے آگے فل اسٹاپ لگاتی دکھائی دی لیکن اب ایک مرتبہ پھر موقع دیے جانے کے بعد خالد لطیف بہت زیادہ پراعتماد ہیں کہ اس مرتبہ وہ قومی کرکٹ ٹیم میں مستقل مقام بنانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ خصوصی گفتگو کرتے ہوئے خالد لطیف کا کہنا تھا کہ قومی کرکٹ ٹیم سے باہر ہوجانے کے بعد میں مایوس نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ ٹھان لی تھی کہ ملکی کرکٹ میں سخت محنت کرکے دوبارہ گرین شرٹ پہننے کا اعزاز حاصل کروں گا اور اس کے لیے میں نے انتھک محنت اور مستقل مزاجی سے کام لیا مایوسی سے کنارہ کشی کا نتیجہ ہے کہ آج میں دوبارہ بین الاقوامی کرکٹ کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں اور جلد ہی بین الاقوامی سطح پر ملک کی دوبارہ نمائندگی کرسکوں گا۔ خالد لطیف کا کہنا تھا کہ وہ جانتے ہیں کہ بین الاقوامی کرکٹ کے لیے مستعد و پھرتیلا فیلڈر ہونا کتنا لازمی ہے، اسی لیے انہوں نے اپنی فیلڈنگ پر بھی بھرپور توجہ دی ہے۔ بیٹنگ کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ ملکی کرکٹ فارم میں آنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اسی سے ہم اپنی میچ فٹنس کا بھی ثبوت دیتے ہیں، میری فٹنس اور فارم میرے ڈومیسٹک کیریئر میں لگائے جانے والے رنز کے انبار سے ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے سخت و انتھک محنت کا تحفہ ہے کہ میں اب دوبارہ پاکستانی ٹیم میں شامل ہوگیا ہوں۔

ملکی کرکٹ میں کراچی ڈولفنز اور کراچی کی نمائندگی کرنے والے خالد لطیف کا کہنا تھا کہ حال ہی میں بنگلہ دیش میں ہونے والی پریمیئر لیگ میں بھی سخت محنت کی تھی، جبکہ ڈومیسٹک کرکٹ میں بھی بڑی اننگز کھیلی تھیں اور سلیکٹرز نے میری پرفارمنس اور فٹنس کو دیکھتے ہوئے مجھے قومی ٹیم میں واپسی کا موقع دیا ہے۔ اس مرتبہ میری بھرپور کوشش ہوگی کہ پاکستانی ٹیم کا مستقل رکن بنوں اور پاکستان کے لیے فتح گر اننگز کھیلنے میں کامیاب رہوں۔ غیرملکی کوچ کے حوالے سے خالد لطیف کا کہنا تھا کہ بورڈ نے ہمیشہ ملکی کرکٹ کے مفاد میں اچھے فیصلے کیے ہیں اور وسیع تر تجربے کے حامل ڈیو واٹمور کی کوچنگ سے پاکستانی ٹیم کو کامیابیاں سمیٹنے میں مدد ملے گی۔ خالد لطیف جنہیں صرف ٹی ٹوئنٹی دستے کے لیے منتخب کیا گیا ہے، کا اس حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ میں ہمیشہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے بیٹنگ کرتا ہوں اگر میں نے ملکی ٹی ٹوئنٹی اور ون ڈے کرکٹ میں تیز اننگز کھیلی ہیں تو قائداعظم ٹرافی اور پیٹا گولڈ کپ میں طویل اننگز کھیل کر یہ ثابت کیا ہے کہ میں وکٹ پر زیادہ دیر رکنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں مجھے پوری امید ہے کہ جلد پاکستانی کرکٹ ٹیم کا مستقل رکن بننے کے بعد ٹیسٹ کیپ بھی حاصل کرلوں گا۔ خالد لطیف کا کہنا تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج میں جس مقام پر ہوں اس میں میری محنت سے زیادہ میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ میری رہنمائی کی ہے اور انہوں نے میری ایسی تربیت کی ہے کہ میں کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی ہمت نہیں ہارتا کیونکہ مجھے یقین ہوتا ہے کہ میری ماں میری کامیابی کے لیے دعاگو ہے اور ان کی دعائیں مجھے ناکام نہیں ہونے دیں گی۔

"ہم انگلینڈ کی عظیم تر ٹیم بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں"......جیمز اینڈرسن

انگلش کاؤنٹی کرکٹ کے بلند معیار نے ملک میں کبھی صلاحیت کا کال نہیں پڑنے دیا جہاں ہر دور میں اچھے کھلاڑی سامنے آتے رہے ہیں اور 2000ء کے بعد جو کھلاڑی اُبھرے ان میں سے ایک جیمز اینڈرسن بھی تھا جس کا قد اور کاٹھ ہی نہیں کرکٹ کیریئر بھی بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا۔ ورنہ اسکول میں داخلے سے قبل اس نے کرکٹ کھیلنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا بھی نہیں تھا۔ 15 برس کی عمر سے ترقی کا شروع ہونے والا یہ سفر اسے جلد ہی کاؤنٹی کرکٹ تک بھی لے گیا جہاں پہلا مکمل سیزن کھیلتے ہی اس کی قسمت یاوری کر گئی جب دائیں ہاتھ فاسٹ بالر کو انگلش اکیڈمی میں طلب کر لیا گیا۔ کیریئر کا آغاز بہت زیادہ خوشگوار اور کامیاب نہ تھا جس میں ایکشن کی تبدیلی نے بھی اہم کردار ادا کیا اور پھر دو سال کے عرصے میں اینڈرسن مختلف مسائل سے دوچار دکھائی دینے لگا جس کے مستقبل کے بارے میں اندازہ کرنا آسان نہیں تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ اسے یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اس کا قدرتی ایکشن ہی اس کی کامیابی کی ضمانت ہے تو اس نے دوبارہ پرانا انداز اپنا لیا اور اسی جگہ سے اس بالر کا جنم ہوا جسے آج ہم انگلش ٹیم کا ایک لازمی حصہ تصور کرتے ہیں۔ اس کی منفرد ایکشن کے ساتھ تیزی سے گھومنے والی گیندیں کسی بھی بیٹسمین کو خوف میں مبتلا کر سکتی ہیں جبکہ مخصوص ماحول اور سازگار وکٹ پر اس کا سامنا محال نظر آتا ہے۔ انگلش کنڈیشنز میں لاجواب کارکردگی کا مالک کھلاڑی اب تک 86 ٹیسٹ میچوں میں 30.16 کی اوسط سے 258 وکٹیں حاصل کر چکا ہے جس میں 7/43 کی عمدہ کارکردگی کے ساتھ میچ میں محض 71 رنز کے عوض گیارہ وکٹوں کی کارکردگی بھی چمک رہی ہے۔ اسے بیٹنگ کے شعبے پر عبور تو حاصل نہیں مگر اس نے 11/92 کی اوسط سے 656 رنز ضرور بنائے ہیں جس میں 34 رنز کی اننگ سب سے عمدہ ہے مگر یہ اس کی بالنگ ہی ہے جس نے اسی عالمی سطح پر شہرت کی بلندیاں عطا کی ہیں اور وہ ٹیسٹ کرکٹ میں اننگ کے دوران پانچ وکٹوں کا کارنامہ 12 مرتبہ اور میچ میں دس وکٹوں کی کارکردگی ایک بار دکھا چکا ہے۔ حالیہ دورہ سری لنکا میں 9 اور پاکستان کے خلاف سیریز میں بھی 9 کھلاڑی آؤٹ کرنے والے بالر نے ون ڈے کرکٹ میں بھی 154 میچوں کے دوران 208 وکٹیں 30.83 کی اوسط سے حاصل کی ہیں جس میں اننگ کے دوران چار یا زائد وکٹوں کا کارنامہ دس مرتبہ شامل ہے مگر اس کا اکنامی ریٹ اس سطح پر 5.02 ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ طویل دورانیے کے مقابلے میں اس کی لینتھ ون ڈے کرکٹ میں اسے اتنا فائدہ نہیں پہنچا رہی تھی جتنا کہ اس کی اہلیت تقاضہ کرتی ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اینڈرسن کو نومبر 2009ء کے بعد کسی ٹی20 انٹرنیشنل میں نہیں کھلایا گیا جو آخری بار جنوبی افریقہ کے خلاف سینچورین میں اسی طرز کی کرکٹ کھیلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اسی طرز کے 19 میچوں میں اسے 30.66 کی اوسط سے 18 وکٹیں ہی مل سکی ہیں اور وہ بھی 7.84 کے مہنگے اکنامی ریٹ سے جسے قابل قبول نہیں کہا جا سکتا مگر ٹیسٹ کرکٹ کا کامیاب بالر واضح طور پر اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ اسے مختصر دورانیے کی کرکٹ میں بھی مواقع دیئے گئے جہاں اس نے اپنے کھیل میں کافی بہتری پیدا کر لی ہے۔ 30 جولائی کو اپنی 30 ویں سالگرہ کے جشن کا منتظر کھلاڑی کم از کم 40 برس کی عمر تک کھیل سے منسلک رہنا چاہتا ہے۔ جس کا کہنا ہے کہ وہ کرکٹ کھیلے بغیر جینے کا تصور نہیں کر سکتا۔ حال ہی میں اس سے کئے جانے والے انٹرویو کو ہم قارئین کرکٹر کی نذر کر رہے ہیں جو یقینی طور پر پسند کیا جائے گا کیونکہ اس میں اینڈرسن کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جسے حال ہی میں کرکٹر آف دی ایئر ایوارڈ بھی لارڈز کے لانگ روم میں طلب کر کے دیا گیا ہے۔

نشوونما کے دور میں آپ کا ہیرو کون تھا؟

مجھے یقین تو نہیں ہے کہ میرے ہیروز تھے مگر ہاں مجھے فاسٹ بالرز کو دیکھنا اچھا لگتا تھا۔ میں ایلن ڈونالڈ اور ڈیرن گف کو بہت زیادہ سراہتا تھا جبکہ کاؤنٹی کرکٹ میں مجھے گلین چیپل اور پیٹر مارٹن بہت پسند تھے۔ 90ء کے عشرے کے وسط میں ان کی بالنگ دیکھنے کے لئے میں لارڈز پر بھی گیا تھا اور پھر کچھ ہی عرصے بعد میں ان کے ساتھ ڈریسنگ روم میں موجود تھا۔

کیا آپ ہمیشہ سے ہی ایک کرکٹر بننا چاہتے تھے؟

نہیں ...... میں کم عمری میں خود کو کرکٹر کی حیثیت سے نہیں دیکھتا تھا' مجھے بیٹنگ اور بالنگ تو آتی تھی مگر میں دونوں شعبوں میں بہت اچھا نہیں تھا مگر 15 سال کی عمر کے بعد اچانک میری نشوونما بڑے تیزی سے ہوئی اور اسکول کے اس دور میں سب سے چھوٹا ہونے کے بعد میں سب سے طویل قامت لڑکا کہلایا۔ یہ بھی محض اتفاق ہی ہے کہ میں پہلے سے زیادہ تیز گیندیں کرنے لگا اور میں نے برنلے کی فرسٹ ٹیم کی جانب سے کھیلنا شروع کر دیا۔ میرے ایک ساتھی کھلاڑی کی والدہ نے میری صلاحیتوں کو محسوس کرتے ہوئے لنکا شائر کے ایک کوچ کا نام تجویز کیا تو جلد ہی میں لنکا شائر کی انڈر 17 ٹیم میں کھیلنے لگا۔ اگر میں انگلینڈ کی جانب سے نہ کھیلتا تو میرا یونیورسٹی میں جانے کا پکا ارادہ تھا۔ لنکا شائر نے یونیورسٹی کے ذریعے میری سپورٹ کی پیش کش کی جو ان کی طرف سے ایک اچھا اقدام تھا مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا پڑھوں اور اس کے بعد مجھے کرنا کیا ہے مگر میں بہت زیادہ خوش قسمت رہا۔

آپ بڑی تیزی سے انگلش ٹیم میں آگئے' کیا آپ انٹرنیشنل کرکٹ کے لئے تیار تھے؟

میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کے لئے تیار تھا' سب کچھ بہت جلدی میں ہوا کیونکہ میرا پہلا مکمل سیزن 2002ء میں تھا اور اسی مضبوطی کے باعث مجھے آسٹریلیا میں انگلینڈ اکیڈمی کے لئے طلب کر لیا گیا۔ وہ میرے لئے بہت بڑی بات تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں کسی بھی عرصے کے لئے گھر سے دور جا رہا تھا۔ یہ شاید تین ماہ کا عرصہ تھا' جب مجھے انگلینڈ کی ٹیم کے لئے بلاوا آیا تو میں اس وقت تک اکیڈمی میں چند ہی دوست بنا سکا تھا اور میری ترقی غیر معمولی تھی۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں انگلینڈ کے لئے کھیل رہا ہوں کیونکہ میرا خیال تھا کہ مجھے صرف ایک متبادل کے طور پر بلایا گیا ہے اور میں کھیلنے کا موقع حاصل نہیں کر سکوں گا۔ جب یہ موقع آیا تو مجھے علم نہیں تھا کہ یہ عرصہ کتنا طویل ہوگا لہٰذا میں نے سوچا کہ اس کے ہر لمحے کا لطف اٹھانا چاہئے' میں نے خود کو اس کھیل میں جھونک کر وہ تمام سبق لینا شروع کر دیئے جو کہ میں لے سکتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اپنے تجربے سے کافی فائدہ ہوا اور میں نے بھرپور لطیف بھی اٹھایا کیونکہ اب اس طرح کی چیزیں رونما نہیں ہوتی ہیں۔ کاؤنٹی اور انٹرنیشنل کرکٹ کا فرق بہت کم ہے' حالیہ برسوں میں انگلینڈ لائنز اور پرفارمنس اسکواڈ میں شمولیت نے انگلش کرکٹرز کی بہتری میں بڑا اہم کردار نبھایا ہے۔ انگلش ٹیم میں آنے والا ہر نیا فرد اب اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ کھیل میں کون لوگ موجود ہیں اور اس سے کیا توقعات وابستہ کی جا رہی ہیں۔ ای سی بی نوجوان فاسٹ بالرز پر بڑھتے ہوئے بوجھ کی دیکھ بھال اب زیادہ بہتر انداز سے کر رہی ہے اور آپ ایک آدھ واقعے کے سوا یہ نہیں کہہ سکتے کہ فاسٹ بالرز پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔

آپ کاؤنٹی اور کاؤنٹی کرکٹ سے باہر فوائد کے لئے ایک مثال کہے جاسکتے ہیں؟

کاؤنٹی کرکٹ بہت اہم ہے' میں بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے سے قبل کاؤنٹی کا زیادہ تجربہ حاصل نہیں کر سکا کیونکہ اس سے قبل مجھے زیادہ کھیلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا مگر اس کا معیار غیر معمولی طور پر بلند تھا اور یہ نوجوان کھلاڑیوں کے لئے ایک آئیڈیل جگہ تھی جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو نکھار کر انہیں لوگوں کے سامنے لاسکتے ہیں اسی لئے یہ سمندر پار سے آنے والوں کے لئے کشش رکھتی ہے۔ آئی پی ایل شروع ہونے سے پہلے عالمی سطح کے کئی نامور کھلاڑی کاؤنٹی کرکٹ سے منسلک تھے جنہوں نے کاؤنٹی کرکٹ کے معیار کی بلندی میں اہم کردار نبھایا۔

آپ نے طویل عرصے تک ڈرنکس میدان میں لے جانے کا کام کیا۔ یہ مایوس کن وقت تھا یا آپ کو کھیل پر کام کرنے کا موقع مل گیا؟

یقینی طور پر یہ عرصہ مددگار نہیں تھا' سچی بات تو یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت بڑی مشکل ہے کہ یہ کتنا مشکل اور بُرا کام ہے۔ یہ بہت زیادہ مایوس کن تھا جس نے میرا حوصلہ توڑ ڈالا تھا۔ انگلینڈ کے ساتھ منسلک رہنا ہمیشہ ایک اچھی بات ہے اور کسی دورے پر جانا بہت اچھی بات ہے مگر اس وقت جب آپ کو کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملتا رہے۔ ایک اچھی بات یہ ہے کہ ہم میں سے بیشتر افراد میری طرح پانی لے جانے کا کام کرتے رہے یہاں تک کہ اسٹراؤس نے کچھ عرصے تک بارہویں کھلاڑی کا کردار ادا کیا۔ اس طرح ہم سب ہی جانتے ہیں کہ یہ کیسا کام ہے۔ اب کوئی بھی اس فرض کو نبھاتا ہے تو اسے وہ احترام دیا جاتا ہے جس کا وہ مستحق ہے جبکہ ماضی میں ایسا نہیں تھا ہم سب اس پہلو سے گزر کر اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اسکواڈ میں ایک اچھی اسپرٹ موجود ہے۔

آپ کے بالنگ ایکشن میں کچھ عرصے کے لئے تبدیلی کی کیا وجہ تھی؟

اچھا سوال ہے۔ مجھے کہا گیا تھا کہ آپ اپنا بالنگ ایکشن تبدیل کرلیں ورنہ اسٹریس فریکچرز کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا میں نے ایکشن تبدیل کرلیا مگر میری رفتار میں کمی واقع ہوگئی' میں نے گیند کو سوئنگ کرنا چھوڑ دیا اور پھر مجھے ایک اسٹریس فریکچر بھی ہوگیا۔ وہ ایک ایسا عرصہ تھا جب میں دوڑتے ہوئے صرف بالنگ ایکشن کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ میں یہ سوچ ہی نہیں پاتا تھا کہ کہاں گیند کرنا ہے۔ حالانکہ فاسٹ بالر کے طور پر آپ کی پہلی سوچ یہی ہونا چاہئے۔ میرے ذہن میں تو بس یہ بات رہتی تھی کہ میرا اگلا بازو کہاں رہے اور میں اپنے پیروں کے بارے میں کیا کروں۔ میں 2004ء کے قریب کی اپنی تصاویر اب بھی دیکھتا ہوں تو میرے ذہن میں وہ ناخوشگوار باتیں گھوم کر رہ جاتی ہیں۔ میرا ایکشن قدرتی نہیں لگتا تھا اور میں یاد کرسکتا ہوں کہ اس بارے میں کیا خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سب بڑا مایوس کردینے والا تھا کہ آخرکار میں واپس اپنے اصل ایکشن کی طرف لوٹ آیا جس کا میرا جسم بھی عادی تھا اور یہ تبدیلی کارگر ثابت ہوئی۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس سے سیکھنا چاہئے۔ ایک کھلاڑی اچھا بھلا کھیل کر آگے بڑھ رہا ہوا اور ایک روز کوچ آگے بڑھ کر سب کچھ تبدیل کردیں۔ جس انداز سے میری کوچنگ کی گئی وہ موثر نہیں تھی مگر کوچز نے بھی یہ بات سیکھی کہ ہر کوئی مختلف ہوتا ہے اور اب وہ احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

آپ کے کھیل میں ان سوئنگز کا ظہور کب ہوا؟

یہ میرے اسٹریس فریکچر میں مبتلا ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ میں نے 2006ء میں اس جانب توجہ دے کر کام شروع کیا اور ہوا کچھ یوں کہ میں نے ایک بار پرانے ایکشن سے بالنگ کی تو مجھے اطمینان محسوس ہوا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ اپنے قدرتی ایکشن سے ہی بالنگ کروں گا۔ اس کام میں مجھے دو برس کا عرصہ لگا جس کے دوران میں نے تمام بالنگ کوچز کے ساتھ ورک کیا اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ پوچھتا اور سیکھتا رہا۔ مجھے جن عظیم کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا موقع ملا ان سے بھی سیکھنے کا یہ عمل جاری رہا۔ ڈیرن گف بہت اچھی ان سوئنگ کرسکتا تھا جس سے میں نے اس بارے میں کافی بات چیت کی اور مجھے بھی مہارت حاصل ہوگئی۔

آپ کو یہ کب محسوس ہوا کہ اب ٹاپ لیول پر پہنچ گئے ہیں؟

مجھے خود پر ہمیشہ سے یقین رہا ہے' میں نے بہت جلد انٹرنیشنل کرکٹ کا مزہ چکھ لیا تو اس کا مطلب تھا کہ میرے اندر ذاتی صلاحیت ہے کہ میں اپنے دن بہترین کھیل کا مظاہرہ کرسکوں مگر شاید میرے اندر اعتماد کی کمی تھی کہ ان صلاحیتوں کا اظہار کبھی کبھی کرسکا جیسے کہ میں چاہتا تھا۔ سب سے اہم لمحہ وہ تھا جب پیٹر مورز انچارج بن کر آیا۔ یہ 2008ء کی بات ہے جب اس نے ہوگرڈ اور ہارمیسن کو ڈراپ کرکے مجھے اور اسٹوارٹ براڈ کو منتخب کیا اور مجھے بتادیا کہ تم کو اس بالنگ اٹیک کی سربراہی کرنا ہے۔ یہ میرے لئے بہت بڑی بات تھی' جس نے میرا حوصلہ بڑھادیا اور میرا نہیں خیال کہ اس کے بعد میں نے پھر کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا ہو۔ میرا خیال ہے کہ گزشتہ دو سے تین برس کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میں اچھے نتائج حاصل کررہا ہوں۔ میری کارکردگی انگلینڈ میں بہت اچھی تھی مگر یہ سوال بدستور سامنے تھا کہ بیرون ملک میں کیسی کارکردگی کا مظاہرہ کروں گا خاص طور پر برصغیر میں جہاں انگلش بالرز کو اکثر مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔

کیا آپ یہ بات محسوس کرتے ہیں کہ محدود اوورز کی کرکٹ میں آپ کا کام ادھورا رہ گیا؟

اگر میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ سکا ہوں تو میں اس طرز کی کرکٹ کو بھی جاری رکھنا چاہتا ہوں' مجھے ون ڈے کرکٹ سے پیار ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں ویسی بالنگ نہیں کرسکا جیسی کہ مجھے عالمی کپ میں کرنا چاہئے تھی بلکہ میں جتنی اچھی بالنگ کرسکتا ہوں اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹک سکا مگر میرا خیال ہے کہ گزشتہ 6 سے 9 ماہ کے عرصے میں میری کارکردگی میں بہت زیادہ بہتری آئی ہے اور میں نے متحدہ عرب امارات میں عمدہ کھیل پیش کیا تھا۔ میں ٹی 20 ٹیم میں بھی واپس آنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک پرجوش فارمیٹ ہے اور ہماری ٹیم بھی پرجوش ہے۔ میں گزشتہ دو برس کے عرصے میں صرف ایک ٹی 20 میچ کھیل سکا ہوں اور اب میری خواہش ہے کہ مجھے اس طرز کے مزید میچوں میں موقع ملنا چاہئے۔

ورلڈ کپ میں آپ سے کیا غلطی ہوئی کہ غیر موثر رہے؟

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ پوری ٹیم ہی اپنی اصل صلاحیت سے کمتر کرکٹ کھیلی جبکہ ہمیں آئرلینڈ اور بنگلہ دیش کے خلاف تو حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی مایوس کن کارکردگی کا سامنا رہا۔ اس کی وجہ شاید بہت طویل سردیاں تھیں اور ہم پانچ ماہ سے زائد عرصے سے اپنے گھروں سے دور تھے۔ جب ہم اکتوبر میں دورے پر گئے تو ہماری سوچ اور طاقت ایشیز پر مرکوز تھی جہاں ہم نے سات میچوں پر مشتمل ون ڈے سیریز میں بھی حصہ لیا اس کے بعد ورلڈ کپ کا معرکہ تھا جس کے بارے میں ہمیں آپس میں گفت وشنید کا موقع بھی نہیں مل سکا اور میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہم بری طرح تھک چکے تھے۔

کیا آپ اب بھی خود کو لنکا شائر کا حصہ سمجھتے ہیں اور مستقبل میں خود کو اس کی جانب سے کھیلتا دیکھ رہے ہیں؟

مجھے لنکا شائر کے لئے زیادہ سے زیادہ کرکٹ کھیلنے سے محبت ہے۔ بین الاقوامی کرکٹ چھوڑ دینے کے بعد یہ میرے لئے ایک آئیڈیل جگہ ہوگی۔ میں نے کرکٹ کھیلتے ہوئے کئی کاؤنٹی سیزن گزارے ہیں اور لنکا شائر نے میری بے پناہ سرپرستی کی ہے گزشتہ برسوں میں جہاں مجھے ہمیشہ خوش آمدید کہا گیا اور میں نے بھی اس کا مثبت جواب دیا اور مزید کی بھی خواہش رکھتا ہوں۔ میں 40 برس کی عمر تک کرکٹ کھیلنے کا ارادہ رکھتا ہوں حالانکہ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ آج کل ایسا کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ کھیل کے تقاضے بڑھتے جارہے ہیں۔ میں کرکٹ نہ کھیلوں یہ تو سوچنا بھی محال ہے۔ میں تو اس طرح کا شخص ہوں کہ جب میرے اختتام کا وقت آئے گا تو مجھے گھسیٹ کر لاتیں ماری جارہی ہوں اور میں چیخ رہا ہوں۔ میں کھیل کو آسانی سے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

آپ کو یہ معلوم ہے کہ کرکٹ کے بعد کیا کریں گے؟

فی الحال تو نہیں مگر میں نے اس بارے میں سوچنا شروع کردیا ہے۔ میں نے رواں سال کے دوران ''5 لائیو'' کے لئے گریم سوان کے ساتھ کچھ ریڈیو شو کئے ہیں جو ''ناٹ جسٹ کرکٹ'' کے عنوان سے تھے۔ ہم نے کرسمس پر ایک آزمائشی شو کیا تھا جو بہت عمدہ رہا لہٰذا یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کے بارے میں ممکن ہے کہ میں مزید جاننا چاہوں گا۔

آنے والے عرصے میں انگلینڈ کو چند مشکل سیریز کھیلنا ہیں' موجودہ انگلش ٹیم کو آپ کہاں دیکھتے ہیں؟

میں اس ٹیم کو بدستور بلندی پر دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ جب ہم نے عالمی درجہ بندی میں نمبر ایک کا درجہ حاصل کیا تو میں نے اس ٹیم کی وراثت پر بات کی تھی۔ ہم اس ٹیم کو اپنے ملک کی تاریخ کی بہترین ٹیم بنانے کی آرزو رکھتے ہیں جو اس سے قبل کبھی اتنا بلند مقام حاصل نہ کرسکی ہو۔ پوری سچائی کے ساتھ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ہمارے اندر یہ کر دکھانے کی اہلیت موجود ہے۔ میں اس بات سے متفق ہوں کہ اگلے دو سال کا عرصہ اس کا تعین کردے گا مگر ویسٹ انڈیز کو بھی کمتر نہ سمجھیں جس نے آسٹریلیا کو مضبوط ٹیم کے باوجود دھکیل دیا تھا۔ وہ بھی ایک معیاری ٹیم ہے اور جنوبی افریقہ بہت مضبوط ہے جس کے بارے میں بڑی آسانی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایشز کے بعد یہ سب سے مضبوط ٹیم ہوگی جس کا ہم سامنا کریں گے۔ پھر بھارتی ٹیم بھی ہے۔ ہم سردیوں میں پھسل چکے ہیں جس سے چھپنے کا کوئی بہانہ نہیں ہے اور یہ سوال اب بھی موجود ہے کہ ہم برصغیر میں کس طرح کی کارکردگی دکھائیں گے۔ ہمیں اب بھی بہت کچھ ثابت کرنا ہے مگر ہم سری لنکا کے خلاف سیریز میں بہتری کی طرف واپسی کی نشاندہی کرچکے ہیں۔ میرے خیال سے گال میں جوناتھن ٹراٹ کی سنچری نے ان حالات میں دوسرے بیٹسمینوں کو بھی اعتماد سے کھیلنے کا حوصلہ دیا۔ اگر ہم بھارت میں اس مرتبہ جیت گئے تو یہ بہت بڑی بات ہوگی۔

''ٹیسٹ کرکٹ سے محبت اپنی جگہ مگر میں حقیقت پسند بھی ہوں'' شین بونڈ

تیز رفتار، خون میں جتلا کر دینے والا مگر افسوسناک حد تک نازک شین بونڈ اپنی بدقسمتی کے باعث ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس میں تیز رفتار بالنگ کی بھرپور اہلیت تھی مگر آئے روز کی انجریز نے اس کا کیریئر وقت سے پہلے ٹھکانے لگا دیا۔ وہ ہیڈلی کے دور کے بعد نیوزی لینڈ کا بہترین فاسٹ بالر بن کر ابھرا مگر اتنے میچز کھیل نہ سکا جتنے کہ اسے زخموں اور چوٹوں کی وجہ سے چھوڑنا پڑے۔ ورنہ آج بھی اس کے نام کا چرچا ہر طرف ہوتا۔ یہ اس کی بدقسمتی رہی کہ جب بھارت میں آئی سی ایل ٹورنامنٹ کا انعقاد ہوا تو کیوی کرکٹ بورڈ نے اسے جانے کی اجازت دیدی کیونکہ وہ اس کا متبادل تلاش کرنے میں مصروف تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ بونڈ پر مزید انحصار کیا جائے۔ اسی مایوسی نے زخموں سے بے حال کھلاڑی کو قبل از وقت کھیل سے دور کر دیا حالانکہ وہ ٹی 20 اور ون ڈے کرکٹ میں تو کھیل ہی سکتا تھا۔

1996-97ء میں فرسٹ کلاس کیریئر شروع کرنے والے حقیقی فاسٹ بالر کو 2001ء میں ٹیسٹ کرکٹ تک رسائی کا موقع ملا تو اس نے عالمی کرکٹ میں اپنی شناخت قائم کرنے میں دیر نہیں لگائی مگر مختلف انجریز کے باعث اس کا ٹیم میں آنا اور جانا لگا رہا اور 2010ء تک اسے محض 18 ٹیسٹ کھیلنے کا موقع ہی میسر آسکا جس کا اوسط دو ٹیسٹ فی سال ہی بنتا ہے۔ کیریئر کے عدم استحکام کے باوجود وہ جب بھی کھیلا اس نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ٹیسٹ کرکٹ میں 22.09 کی معمولی اوسط سے 87 کھلاڑی آؤٹ کیے جس میں پانچ وکٹوں کا کارنامہ پانچ مرتبہ شامل تھا۔ ایک مرتبہ دس وکٹوں کی کارکردگی بھی سامنے آئی جب اس نے 6/51 کی کیریئر بیسٹ کارکردگی کے بعد زمبابوے کے خلاف بلاوایو میں دوسری اننگ کے دوران بھی 48 رنز دیکر چار کھلاڑی آؤٹ کیے اسے کیریئر کو قائم رکھنے کے لئے ٹیسٹ کرکٹ کو خیرباد بھی کہنا پڑا مگر مسائل حل نہ ہوسکے اور مئی 2010ء میں آخرکار اس کا کیریئر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

جنوری 2002ء سے لے کر مارچ 2010ء تک اس نے 82 ون ڈے انٹرنیشنل میچز بھی کھیلے اور اسی طرز کی کرکٹ میں بھی 20.88 کی اوسط سے 147 وکٹیں حاصل کیں جس میں 6/19 کی شاندار کارکردگی سمیت پانچ وکٹوں کا کارنامہ چار مرتبہ شامل تھا اور دونوں طرز کی کرکٹ میں اس نے اپنی ٹیم کو فتوحات سے ہمکنار کرایا۔ اپنے ملک کی جانب سے 20 ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچوں میں 25 وکٹیں 21.72 کی اوسط سے لینے والے بالرز نے آئی سی ایل میں دہلی جائنٹس اور آئی پی ایل میں کولکتہ نائٹ رائیڈرز کی نمائندگی کا اعزاز بھی حاصل کیا مگر اس کے مجموعی ٹی 20 میچوں کی تعداد 40 سے آگے نہ جاسکی جس کا سبب فٹنس کی مشکلات تھیں اس کے کیریئر کی بدقسمتی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب اس نے 2009ء میں پاکستان کے خلاف ڈنیڈن میں اپنا آخری ٹیسٹ کھیلا تو یہی اس کے فرسٹ کلاس کیریئر کا بھی خاتمہ تھا جس کے دوران 13 سال میں وہ صرف 60 میچز ہی کھیل سکا۔ نیوزی لینڈ کے اس باصلاحیت مگر بدقسمتی کھلاڑی کی باتیں قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں جس میں اس نے کیریئر کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ MQM

نیوزی لینڈ ہمیشہ سے ایک اچھی ٹیم ہونے کے باوجود ٹاپ ٹیموں میں جگہ نہ پاسکی۔ کیا وجہ ہے کہ یہ اب بھی مشکلات کے دور سے نہیں نکل سکی ہے؟

ون ڈے کرکٹ میں ہماری ٹیم ہمیشہ مقابلے سے بھرپور رہی ہے مگر ٹیسٹ کرکٹ میں اسے صرف اس وجہ سے جدوجہد سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ یہ تسلسل کے ساتھ دونوں اننگز میں بڑا اسکور بنانے میں کامیاب نہیں رہتی۔ ہماری بالنگ تو کافی حد تک بہتر ہے مگر گزشتہ چند برسوں کے دوران رنز کے عنصر کی وجہ سے یہ ٹیسٹ کرکٹ میں کسی حد تک عدم تسلسل کا شکار رہی ہے۔ ایک اور عنصر یہ بھی رہا کہ گزرتے وقت میں انجریز کے سبب ہم کھلاڑیوں سے محروم ہوتے رہے اور ٹیم میں گہرائی پیدا نہ ہوسکی جس کی وجہ سے ہمیں دوسری ٹیموں کے مقابلے میں زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔

کیا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کرکٹ نیوزی لینڈ میں اہم کھیل نہیں جس کی ترقی کی راہ میں رگبی کا کھیل بھی رکاوٹ بنتا رہا ہے؟

دیکھیں...... کرکٹ ہمارے یہاں نمبر دو کھیل ہے۔ ماضی میں بہت سارے رگبی کھلاڑی کرکٹ بھی کھیلتے تھے اور اچھے خاصے بہتر کھلاڑی بھی تھے جن کے پاس چوائس ہوتی تھی کہ وہ کسی ایک کھیل کا انتخاب کرلیں۔ مگر آئی پی ایل کے بعد کھلاڑیوں کو کرکٹ میں حقیقی کیریئر نظر آنے لگا ہے لہٰذا ممکن ہے کہ مستقبل میں کسی حد تک تبدیلی آجائے۔ مجھے یاد ہے کہ 2003ء میں ہم ٹیسٹ رینکنگ میں تیسرے نمبر پر پہنچ گئے تھے

کیونکہ ہمارے پاس ایک تجربہ کار ٹیم تھی جس میں چند نوجوان کھلاڑی بھی شامل تھے۔ اس وقت ہمارے پاس قدرے ناتجربہ کار ٹیم ہے لیکن امید ہے کہ پانچ سال کے عرصے میں یہ سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوجائے گی۔

پیسے کی بنیاد پر کیا کوئی نوجوان کرکٹ کو اپنا کیریئر بناسکتا ہے؟

یہ محض پیسے کا مسئلہ نہیں بلکہ نمبرز کا معاملہ ہے۔ کرکٹ اب بھی ہمارے یہاں ایک مقبول کھیل ہے مگر کھلاڑیوں کی اتنی تعداد نہیں جن میں غیر معمولی کھلاڑی بڑی تعداد میں سامنے آسکیں۔ ہمارے پاس چند باصلاحیت کھلاڑی ہیں مگر پھر بھی ٹاپ لیول پر کھیلنے والوں کا فقدان ہے۔ فرسٹ کلاس کرکٹ میں ہمیں اچھی فاسٹ بالنگ کھیلنے کا موقع نہیں ملتا اور نہ ہی ہمارے یہاں مرالی دھرن اور ہربھجن سنگھ جیسے اسپنرز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے کھلاڑی ٹیسٹ کرکٹ کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو انہیں ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگتا ہے۔ انہیں بعض اوقات ٹیسٹ سطح پر مدمقابل بالرز کو آرام سے کھیلنے میں دو سے تین سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

ٹیمیں آپ کو ایک سنجیدہ حریف کے طور پر دیکھتی ہیں؟

جی ہاں مگر اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ ہمارے پاس صلاحیت موجود ہے اور راس ٹیلر، مارٹن گپٹل یا ویٹوری بہت اچھے کھلاڑی ہیں اور کسی حد تک اہم بھی جن کو کھونے کے ہم متحمل نہیں ہوسکتے کیونکہ ٹیم کا زیادہ تر بوجھ ان کے کاندھوں پر ہے اگر ہم اچھی ٹیسٹ کرکٹ نہ کھیل رہے ہوتے تو لوگ ہمیں دیکھنے کے لئے کبھی نہ آتے۔ یہ ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کریں اور مدمقابل ٹیموں کو ہرائیں تو پھر لوگ ہمیں باقاعدگی سے دیکھنے آئیں گے۔ نیوزی لینڈ کے موسم کی وجہ سے ہمارا سیزن کافی مختصر ہوتا ہے اور ہمیں کافی وقت انڈور پریکٹس میں خرچ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے معیار میں کمی واقع رہتی ہے۔

ٹیلر اور گپٹل کے علاوہ کچھ اور نوجوان کھلاڑی بھی ہیں جو کہ ویٹوری کی طرح قیادت کرسکتے ہیں؟

ان دونوں کے علاوہ برینڈن ٹیلر بھی سینئر کھلاڑی ہیں، ہماری بالنگ کسی حد تک کمزور ہے مگر ٹم ساؤتھی

ایک بہترین صلاحیت ہے۔ ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ وہ بہت کم عمر ہے جسے پہلے ہی نشیب و فراز کا بھی سامنا ہے۔ مجھے وہ رویہ پسند ہے جس کے ساتھ وہ کھیل میں حصہ لیتا ہے۔ امید ہے کہ آنے والے چند برسوں میں کافی بوجھ اس کے کاندھوں پر ہوگا۔ ابھی تک آپ اس کی بہترین کارکردگی نہیں دیکھ سکے ہیں اور شاید اگلے تین سے چار سال میں بھی ایسا نہ ہو مگر وہ اپنی کوشش اور کاوش کے باعث ایک اچھا کھلاڑی ثابت ہوگا۔ پھر ہمارے پاس کین ولیم سن بھی ہے جسے سنجیدہ نوعیت کا باصلاحیت بیٹسمین کہا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ یہ کھلاڑی مواقع ملنے پر بہترین ثابت ہوں گے جن سے کافی توقعات بھی ہیں۔

ساؤتھی کے علاوہ اور کون سا بالر ہے جو آپ کی جگہ لے سکتا ہے۔؟

بہت زیادہ اچھے فاسٹ بالرز سامنے نہیں آ رہے ہیں۔ انڈر 19 کرکٹ میں ایک دو ایسے کھلاڑی ہیں جو اچھے محسوس ہو رہے ہیں مگر میں یہ بھی کہوں گا کہ بالرز 24 سے 25 سال کی عمر میں جا کر عروج حاصل کرتے ہیں۔ ڈومیسٹک کرکٹ میں بہت زیادہ اچھے فاسٹ بالرز نہیں ہیں سوائے اینڈی میکے کے جسے میں قدرے بہتر سمجھتا ہوں۔

کیا آپ اُبھرتے ہوئے نوجوان بالرز کے راہنما بن کر سامنے آسکتے ہیں؟

میری یہی منصوبہ بندی ہے کہ کھیل سے مکمل علیحدگی کے بعد کوچنگ کا رُخ کروں۔ میں کوچنگ کورسز کر رہا ہوں اور لیول تھری سرٹیفکیٹ لینے کے بعد میں ڈومیسٹک سطح پر نوجوانوں کی مدد کروں گا۔

ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائر ہونا آپ کے لئے کتنا مشکل تھا؟

بہت سخت کیونکہ مجھے ٹیسٹ کرکٹ بہت پسند تھی۔ میں نے ہمیشہ خود کو سب سے پہلے اک موثر فاسٹ بالر سمجھا۔ ٹیسٹ کرکٹ اور مقابل کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنے کے لئے ہے اور میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ میں بہت سارے مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتا تھا جو کہ ٹیسٹ کرکٹ میں ہی تھے مگر میں حقیقت پسند بھی ہوں۔ چار اور پانچ روزہ کرکٹ کھیلتے ہوئے میں نے ہمیشہ یہ حقیقت تسلیم کی کہ اگر میں نے چند میچز ایک ساتھ کھیلے تو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاؤں گا اور میں اسی طرح کھیلتا بھی رہا۔ میں بہت ساری چیزوں کو قابو نہ کر سکا یہ میرے لئے بڑا مشکل تھا کیونکہ یہ صورتحال مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیتی تھی مگر میں پھر بھی کھیلنے پر مصر تھا۔ مجھے کافی انجریز کا سامنا رہا اور میں صحت کی بحالی کے چکر سے تنگ آ چکا تھا۔ اگر میں ایک مرتبہ بھی مزید اس عمل سے گزرتا تو میرا خاتمہ ہو جاتا۔ میں نے کھیلنا چھوڑ دیا کیونکہ میں اب انجری اور اس کے ساتھ ٹیم کے زوال کا قصہ نہیں بننا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی انجریز کو شمار نہیں کیا مگر مجھے اچھی طرح علم ہے کہ کتنی مرتبہ میری ٹیم میں واپسی ہوئی اور کتنی بار میدان میں قدم رکھنے کے لئے مجھے سخت محنت کرنا پڑی۔ میرا خیال ہے کہ ہر بار میرے لئے یہ ایک مایوس ترین وقت ہوتا تھا جب میں یہ سوچتا کہ "اب میں اپنی بہترین کرکٹ کھیلوں گا" مگر کوئی نئی انجری مجھے جکڑ لیتی۔

انجریز سے بچاؤ کے لئے آپ نئے فاسٹ بالرز کو کیا مشورہ دیں گے؟

وہ خود کو اس کام کے لئے پوری طرح تیار کریں' میں اب بھی یہ دیکھتا ہوں کہ کھلاڑی انجری کے باوجود ایک دو میچز کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں اور چھ ہفتے کے لئے کھیل سے دور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اسی وقت میدان میں اترنا چاہئے جب وہ مکمل طور پر فٹ ہو چکے ہوں۔ ماضی میں مجھ سمیت بہت سارے بالرز ایسی غلطیاں کرتے رہے بعض اوقات انہوں نے کسی دورے پر جانے کے لئے جلد بازی سے کام لیا حالانکہ وہ سو فیصدی فٹ نہیں تھے۔ میرا خیال ہے کہ فاسٹ بالرز کو قدم بہ قدم آگے بڑھنا چاہئے۔ اور صحت کی بحالی کے عرصے کو مناسب انداز سے مکمل کر کے ہی کھیل میں حصہ لینا بہتر ہوتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں میدان میں واپس آئیں جس کی انہیں ضرورت ہے اور ہمیشہ صحیح وقت کا انتخاب کریں۔

آپ کا کہنا ہے کہ اس طرح کی غلطیاں آپ بھی کرتے رہے؟

میں بھی کمر کی ایک تکلیف کے بعد اسی طرح واپس آیا تھا۔ مجھے دو مرتبہ فریکچر ہو چکا تھا۔ جب میں 2004ء میں انگلینڈ کے خلاف کھیل رہا تھا۔ حالانکہ میں صحت کی بحالی کا عرصہ گزار چکا تھا مگر اس دورے سے قبل میں نے صرف ایک میچ کھیلا تھا اور دس اوورز پھینکے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے چند فرسٹ کلاس میچز کھیلے اور کمر کی تکلیف میں مبتلا ہو گیا کیونکہ میں ان میں کھیلنے کی شدت سے خواہش رکھتا تھا۔ کھلاڑی کے لئے یہ کہنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ "میں کھیلنے کے لئے تیار نہیں ہوں" مگر میں نے وہ غلطی اس کے بعد نہیں دہرائی اور نہ اب کبھی ایسا چاہوں گا۔

ریٹائرمنٹ سے قبل آپ کے ذہن میں بارہا یہ خیال آیا ہوگا کہ ٹیسٹ کرکٹ میں 100 وکٹوں کا سنگ میل اب بہت قریب ہے؟

میں چاہتا بھی تھا اور میری کوشش تھی کہ 150 وکٹوں تک رسائی حاصل کرلوں۔ جب میری ٹیم میں آخری مرتبہ واپسی ہوئی تو میری یہی منصوبہ بندی تھی' میں اپنی سی کوشش کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہی سب سے مشکل چیز تھی۔ ٹیسٹ کرکٹ میں مجھے یہی چیز آگے بڑھنے پر اُکساتی رہی کہ بیٹنگ کے دوران 50 رنز اسکور کروں اور وکٹوں کا مجموعہ 150 وکٹوں تک پہنچا دوں۔ جب میں پاکستان کے خلاف سیریز میں واپس آیا تو میں نے محسوس کیا کہ یہ موقع میرے پاس ہے کہ اپنے مقاصد کی تکمیل کروں مگر پھر ایک دھماکہ ہوا اور میں انجری میں مبتلا ہو گیا جس نے میرا حوصلہ ختم کر ڈالا۔ اس کے بعد میرے پاس واپسی کا کوئی چانس نہیں تھا اور نہ ہی اس کے بعد میں نے اس بارے میں کچھ سوچا۔

فاسٹ بالنگ میں سب سے مشکل چیز آپ کے خیال میں کیا ہے؟

ایسی حالت میں بالنگ جب آپ سوجن اور تھکن کے باعث خود کو غیر مطمئن محسوس کر رہے ہوں خاص کر آج کل کی کرکٹ میں جب آپ کو ہر روز میدان میں اترنا پڑتا ہے۔ بالنگ میں سب سے کٹھن وقت وہ ہے جب آپ کو یہ علم ہو کہ آپ کھیل کے دوران کسی بھی لمحے زخمی ہو سکتے ہیں۔ انجری تو ایک لازمی چیز ہے جو کسی

وقت بھی ہو سکتی ہے جسے روکنے کی کوشش آپ ہمیشہ کرتے ہیں مگر کچھ لوگ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ چل جاتے ہیں مگر میرے جیسے چند کھلاڑی ایسے بھی ہیں جو بار بار ایسے مسائل سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔

انجریز کا مسئلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا؟

بالرز کو عام طور پر چھوٹے موٹے مسائل کے ساتھ کھیلنا پڑتا ہے مگر ہر ایک کو اپنی انجری کی نوعیت کا اچھی طرح علم ہونا چاہئے کہ وہ کس مشکل سے دوچار ہے۔ بعض بالرز اس معاملے میں شفافیت چاہتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں خوف ہوتا ہے کہ نہ جانے اس میچ میں کھیلنے کے بعد کیا ہوگا۔ میں اپنی انجریز سے اچھی طرح واقف تھا اور مجھے پتہ رہتا تھا کہ کب مجھے کوئی بڑی مشکل درپیش ہے۔ کرکٹ ایک پیشہ ورانہ کھیل ہے جہاں بہت کچھ داؤ پر لگا ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے بارے میں جتنا زیادہ علم ہو اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس طرح آپ کم از کم وہ فیصلہ کر سکیں گے جس کے بارے میں کسی کو مطلع بھی کیا جا سکے گا۔

کبھی آپ کو اس بات کا جواب مل سکا کہ بہت زیادہ انجریز کی وجہ کیا تھی؟

ظاہری بات ہے کہ وجہ میری بالنگ کا انداز رہا' میں اپنے آپ میں رہ کر بالنگ کرتے ہوئے جدوجہد کا شکار رہتا تھا۔ اکثر بالرز 90 فیصدی صلاحیت کے ساتھ بالنگ کرتے ہیں مگر میں ہمیشہ اتنی تیز بالنگ کی کوشش کرتا جتنی کہ میں کر سکتا تھا اور اس چیز نے باہر مجھے مسائل سے دوچار کیا۔ میں نوعمری کے دور میں بڑا

ست ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے مجھے کئی بار کمر کی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور میں 17 سے 23 سال کی عمر کے دوران بہت زیادہ وقت برباد کر بیٹھا اور میری بالنگ کی بنیاد مضبوط نہ ہو سکی بلکہ میرے اندر اچھی بنیاد کا ہی فقدان تھا۔ میں کئی بار کھیل سے باہر ہوا اور واپسی پر میں نے پھر تیز ترین بالنگ کی کوشش جاری رکھی۔ پھر میں نے بہت کم کرکٹ کھیلی تھی مگر اچانک ہی نیوزی لینڈ کی ٹیم میں شامل ہو گیا' میں نے تواتر کے ساتھ بہت کم بین الاقوامی کرکٹ کھیلی جب میں واقعی تیز بالنگ کر سکتا تھا' اس معیار کو قائم رکھنا شاید میرے اوپر بوجھ بنتا رہا۔ ڈومیسٹک اور انٹرنیشنل کرکٹ میں حساسیت کا بڑا فرق ہے اور لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ یہ کتنا زیادہ ہے۔ میں نے اپنی کرکٹ اسی حساسیت کے ساتھ کھیلی اور اس کا بھگتان ادا کیا۔

یہ بھی ایک اتفاق ہی ہے کہ آپ کے کیریئر کا آغاز اس وقت ہوا جب ڈائیون ناش انجری میں مبتلا ہو گیا؟

جی ہاں ......ایسا ہی ہوا تھا۔ مجھے اے ٹیم کا ٹور بھی اس وقت ملا جب اسکاٹ اسٹائرس زخمی ہو گیا تھا اور جب میری انٹرنیشنل کرکٹ میں آمد ہوئی تو آسٹریلیا میں ناش اور شین او کونر انجری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بہت سارے کھلاڑی ٹیموں میں آمد کی خوش قسمتی کا اس وقت سامنا کرتے ہیں جب دوسروں کو بدقسمتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فاسٹ بالرز کی انجریز میں بعض اوقات کھلاڑیوں کی کیا بی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے جس کی مثال میں اس طرح دوں گا کہ اگر کوئی سیریز 1-1 سے برابر ہو تو ٹیم قطعی نہیں چاہتی کہ وہ اپنے اہم اسٹرائیک بالر کو آرام کرنے کا خطرہ مول لے' یہی چیز بالر کے لئے خطرہ بن جاتی ہے۔

کیریئر کو طویل کرنے کیلئے کیا کسی کو یہ تجویز کریں گے کہ وہ لائن اور لینتھ بالر بن جائے جیسا کہ ایک زمانے میں رچرڈ ہیڈلی نے کیا تھا؟

نہیں ......کبھی نہیں' لوگ اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ میں نے اپنی رفتار میں کمی کیوں نہیں کر لی مگر میں نے خود کو ہمیشہ ٹیم کے اسٹرائیکنگ بالر کی حیثیت سے اہم سمجھا' تیز بالر کے طور پر کھیل کر میری اہمیت تھی۔ میں نے اچھے نتائج صرف اسی وجہ سے نہیں دیئے کہ جس طرح بالنگ کر سکتا تھا اس طرح کرتا رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں 90 فیصدی رفتار کے ساتھ بھی بالنگ کر سکتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ مجھے انجریز کا سامنا ہے مگر میری کامیابی اسی میں تھی کہ اپنی اہلیت کے مطابق بالنگ کرتا رہوں تو پھر میں کیوں تبدیل ہو جاتا؟' میرا کیریئر مختصر مگر کامیاب رہا جو اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں خود کو کھیل میں دیر تک قائم رکھتا مگر میری کارکردگی کا گراف زوال کا شکار ہو جاتا۔

کیا فاسٹ بالرز کو محفوظ رکھنے اور بچانے کے لئے کچھ کیا جاسکتا ہے؟

میں یہ دیکھ کر بہت بری طرح پریشان ہوں کہ فاسٹ بالرز ٹیسٹ کرکٹ سے دستبردار ہو کر بہت جلد خود کو محدود اوورز کی کرکٹ میں جھونک رہے ہیں۔ اکثر بالرز طویل دورانیئے کی کرکٹ میں مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں جن میں آرام کرنے کی اہلیت اور خود کو بچا کر کھیلنے کا طریقہ ناپید ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ بالرز کو بھی بیس بال کے پچرز کی طرح ہونا چاہئے جو ایک میچ کھیلتے ہیں اور اگلے میں آرام کرتے ہیں۔ آج کل جتنی زیادہ کرکٹ کھیلی جارہی ہے اس کے پیش نظر آرام کا عنصر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ آسٹریلیا کی ٹیم خوش قسمت ہے کہ وہ ہارنے سے زیادہ میچز جیت جاتی ہے اور بالرز کو تبدیل کر کے کھلا سکتی ہے۔ سیریز کے دوران بھی ایسا کرتے ہوئے اسے فتح مل جاتی ہے جبکہ دوسری ٹیمیں اس طرح سوچ بھی نہیں سکتی ہیں لوگ یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ آسٹریلین کھلاڑی آرام بھی کرتے ہیں جن کو آرام کا وقت بھی دیا جاتا ہے۔ مگر دیگر تمام ٹیمیں جیت اور ہار میں پھنسی رہتی ہیں لہذا انہیں ہر بار اپنی بہترین ٹیم میدان میں اتارنا پڑتی ہے اور انجریز کی صورت میں انہیں اس کا نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔

ٹی 20 کرکٹ کیا آپ کے خیال میں محفوظ متبادل ہے؟

یقینی سی بات ہے کیونکہ یہ روز مرہ والی مصروفیت نہیں ہے' اس طرز کی کرکٹ میں آپ جسم کو انتہائی درجے کی مشقت کے بغیر چار بھرپور اوورز کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں خواہ آپ کو ایک مرتبہ پھر بالنگ کیوں نہ کرنا پڑے۔ آپ کو انجریز کے خطرات لاحق نہیں ہوتے جبکہ اس کے برعکس 8 سے 9 اوورز کے اسپیل میں بعض مرتبہ خطرات شدید ہو جاتے ہیں۔ ٹی 20 کرکٹ میرا خیال ہے کہ قدرے آسان ہے۔

آئی پی ایل جیسے ایونٹس نے نیوزی لینڈ کرکٹ پر کیسے اثرات مرتب کئے ہیں؟

میں سمجھتا ہوں کہ ہم آئی پی ایل کے لئے جتنے زیادہ کھلاڑی سامنے لائیں اتنا ہی نیوزی لینڈ کرکٹ کو اس کا فائدہ ہے۔ برصغیر میں لوگوں کی بڑی تعداد کے سامنے کھیلنا' انہیں بہت کچھ سکھا سکتا ہے۔ برصغیر میں کھیلنے کا تجربہ اس کے علاوہ ہے جو کہ ہمارے کھلاڑیوں کے لئے ہر لحاظ سے فائدہ مند بات ہے۔

آپ نے آئی سی ایل کی پیش کش اس لئے قبول کی کہ بورڈ آپ کا متبادل چاہتا تھا کیا نیوزی لینڈ کرکٹ نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا؟

میرے ساتھ ایسا ہی ہوا جو کہ اس وقت ایک افسوسناک امر تھا۔ مجھے انڈین کرکٹ لیگ میں کھیلنے کی اجازت دیدی گئی اور میں اچھی طرح جانتا تھا کہ بورڈ کے اس فیصلے کے پیچھے کیا وجوہات ہیں مگر میں اس بات کو آسانی سے قبول نہیں کر سکا۔ کچھ بھی ہو میں نے کسی زحمت میں پڑے بغیر اپنی کرکٹ کھیلی اور خوش ہوں کہ اپنے ملک میں واپس آ گیا اور ایک اچھی زندگی گزار رہا ہوں۔

کیا ٹی۔20 لیگ ریٹائرمنٹ کے بعد فاسٹ بالرز کے لئے ایک اچھا آپشن ہے؟

میں اسے ریٹائرمنٹ کے بعد کا آپشن نہیں سمجھتا کیونکہ میں اس وقت ریٹائر نہیں ہوا تھا مگر ٹی 20 کرکٹ کھیل رہا تھا۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ خود میں کھیل کی تحریک کو زندہ رکھوں اور پھر اس کا استعمال نیوزی لینڈ کے لئے کھیلتے ہوئے کروں مگر شاید وقت میرے ساتھ نہیں تھا۔ آئی سی ایل سے مجھے اچھا بھلا پیسہ بھی مل رہا تھا مگر میرا خیال ہے کہ آپ صرف پیسے کی خاطر نہیں کھیلتے ہیں آپ کی نگاہ فتوحات پر ہوتی ہے میں تو کم از کم یہی سمجھتا ہوں۔

آپ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے کمتر رہے یا انجریز کے باوجود بہت کچھ حاصل کیا؟

اعداد و شمار کے لحاظ سے دیکھیں تو میں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ انجریز کے باعث میرا کیریئر حیران کر دینے والا ضرور تھا مگر میں اس بات پر ہمیشہ مطمئن رہوں گا کہ اپنی آخری سیریز کے اکثر میچوں میں' میں نے 150 کلومیٹر فی گھنٹہ کے لحاظ سے بالنگ کی حالانکہ میری کمر میں اس وقت تک کافی کام ہو چکا تھا اور اس میں اکڑن بھی موجود تھی اور وہ ایک تختہ محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کھیل کا بھرپور لطف اٹھایا کیونکہ مجھے کرکٹ سے شدید لگاؤ تھا اور پریکٹس سیشن سے محرومی بھی مجھے فکر مند اور اداس کر دیتی تھی۔ میں ہر مرتبہ کھیل میں واپسی پر خود کو پہلے سے زیادہ ریلیکس محسوس کرتا تھا مگر مجھے جن حالات میں کرکٹ کھیلنا پڑی وہ آپ کے سامنے ہیں۔

شین بونڈ
B.McCULLUM
42
BLACKCAPS
DHEERAJ
The Best Pr
On The Plan

www.Paksociety.com
ماہنامہ
کرکٹر
پاکستان
محمد حفیظ
www.Paksociety.com

کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے سے گریز...... سعید اجمل کا دانشمندانہ فیصلہ!!
pepsi

تجزیہ
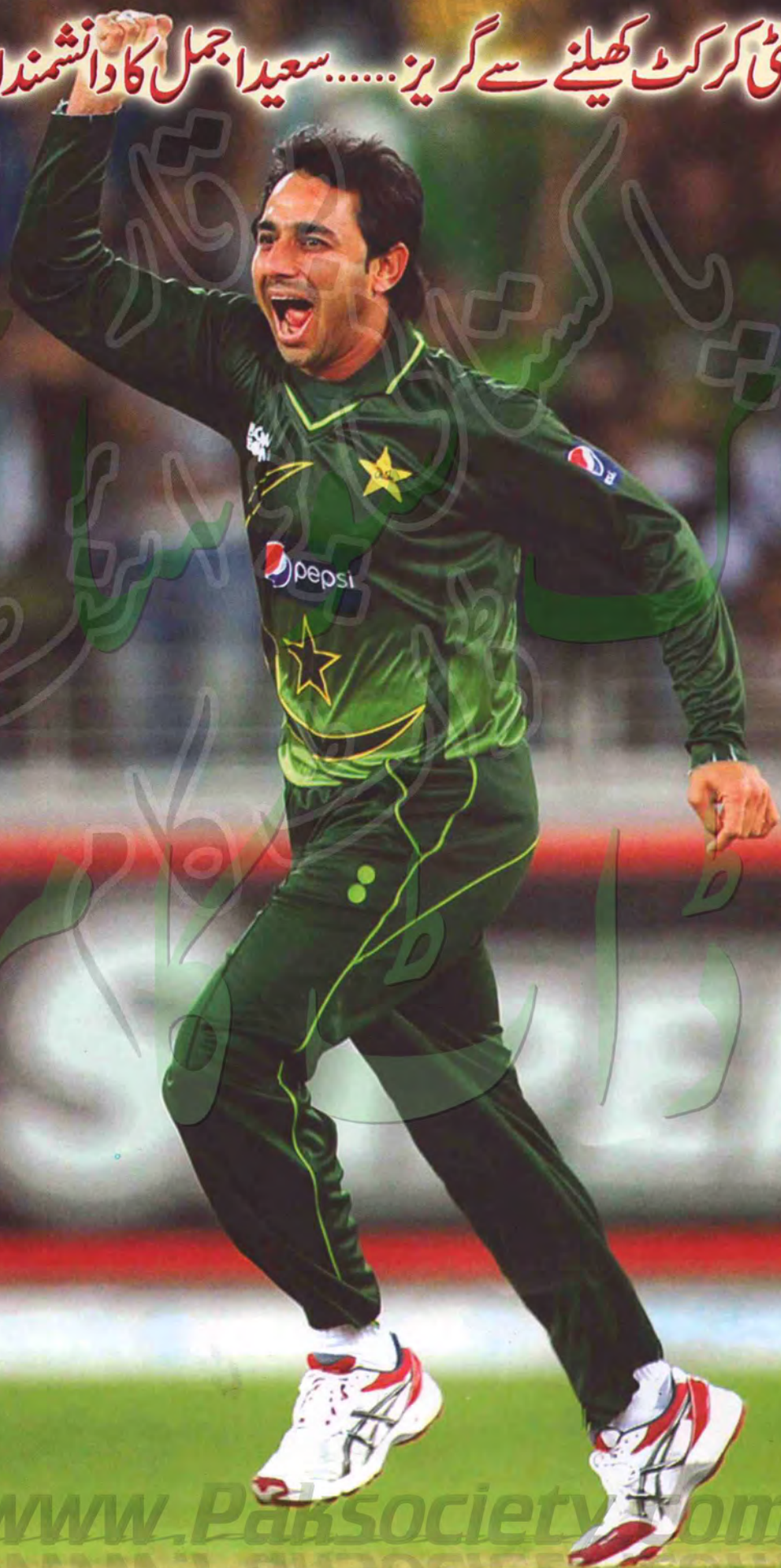
کہتے ہیں کہ بگڑا ہوا فاسٹ بالر آخر کار آف اسپنر بن جاتا ہے...... لیکن اگر آف اسپنر بگڑ جائے تو کہیں کا نہیں رہتا۔ یہ بات یقینی طور پر پاکستان کے سرفہرست آف اسپنر سعید اجمل کو سمجھ میں آ گئی ہے جنہوں نے اپنے اوپر موجود اضافی بوجھ کو کم کرتے ہوئے انگلش کاؤنٹی ووسٹر شائر سے معاہدہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا ہے، گزشتہ برس کی طرح اس سال بھی سعید اجمل کو فرینڈز لائف ٹی 20 مقابلوں میں ووسٹر شائر کی نمائندگی کرنا تھی مگر پاکستانی ٹیم کی انٹرنیشنل سطح پر مصروفیات کے پیش نظر انہوں نے انگلینڈ جا کر نہ کھیلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یقینی طور پر یہ ایک اچھا اور مفید قدم کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس طرح ان کی خفیہ صلاحیت کی حفاظت ممکن ہو سکے گی ورنہ دوسری صورت میں ان کے حربے اب ''ایکسپوز'' ہونے لگے تھے جس میں ''تیسرا'' کا اضافہ کرنا پڑا۔

قومی کھلاڑیوں کا کسی وقت کاؤنٹی کرکٹ کھیلنا ایک مفید تجربہ سمجھا جاتا تھا مگر بغور دیکھا جائے تو بیٹسمینوں کو اس کا زیادہ فائدہ ملتا تھا جو وہاں کھیل کر بین الاقوامی سطح کے تمام اہم بالرز کو کھیلنے کا موقع حاصل کر لیتے تھے اور پھر اس حاصل شدہ تجربے کا استعمال قومی ٹیم کے لئے کھیلتے ہوئے کرنے میں کامیاب رہتے تھے۔ اس کے برعکس بالرز کے لئے معاملہ ذرا مختلف نظر آتا ہے کیونکہ انگلش کاؤنٹی کرکٹ میں کھیلنے والے تمام بیٹسمین ان کے حربوں کو سمجھ کر بعد میں جب اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں تو انہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آتی ہے اس بات کو سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں مگر بالرز کی اکثریت کاؤنٹی کرکٹ کے علاوہ مختلف لیگز میں پیسے کمانے میں مصروف ہو کر خود کو ''ایکسپوز'' کر بیٹھتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ انہیں کامیابی کے لئے نت نئے حربوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگر وہ اپنی اہلیت میں اضافہ نہ کر سکیں تو پھر رفتہ رفتہ ان کی کارکردگی دھندلانے لگتی ہے اور پھر کیریئر مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔

انگلش کاؤنٹی کرکٹ پیسے کمانے اور کھیل سے جڑے رہنے کے لئے ایک اچھا آپشن ضرور ہے لیکن صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو ہر روز کی کرکٹ سے مدمقابل کھلاڑی آپ کی اہلیت اور صلاحیت سے واقف بلکہ عادی ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض اوقات بیٹسمینوں کی کمزوریاں واضح ہونے لگتی ہیں جو مختلف مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں او ربالرز کو مسلسل جدوجہد کرنا پڑتی ہے جن کے پاس حریف کو گھیرنے اور تنگ کرنے کے لئے نیا ہتھیار باقی نہیں بچتا۔ ظاہری سی بات ہے کہ اس دوران بننے والی وڈیو سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور خاص طور پر انگلش بیٹسمین ان وڈیوز پر مشتمل تجزیوں کے باعث اپنی خامیوں کو درست کر لیتے ہیں۔ کوچنگ اسٹاف سعید اجمل اور ان جیسے دوسرے سرفہرست بالرز پر بھرپور انداز سے کام کرتے ہوئے اپنے بیٹسمینوں کو ذہنی اعتبار سے مضبوط اور مناسب مدد فراہم کرتا رہتا ہے اور صف اول کے بالرز اپنا سحر قائم رکھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اگر سعید اجمل کی ''دوسرا'' کو بخوبی سمجھ کر کھیلا جائے تو پھر ان کے پاس خود کو کامیاب کرانے کے لئے کون سا حربہ باقی بچے گا؟ شاید کوئی نہیں اور اسی لئے ضروری ہے کہ پاکستان کی کامیابیوں کے مرکزی کردار کو مخصوص میچوں میں بہت احتیاط کے ساتھ کھیلا جائے تاکہ ان کی اثر انگریزی برقرار رہے اور وہ بدستور اپنے حریفوں کے لئے ایک معمہ بنے رہیں۔ اگر وہ کاؤنٹی کرکٹ اور ٹی 20 لیگز میں تواتر کے ساتھ کھیلتے رہے تو پھر عام بیٹسمین بھی ان کی تراکیب کو بخوبی سمجھ جائیں گے اور آسانی سے کھیلتے رہیں گے۔

کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال اُٹھ سکتا ہے کہ سعید اجمل تو گزشتہ برس بھی کاؤنٹی کرکٹ کھیلے تھے مگر پھر وہ انگلینڈ کے خلاف سیریز میں فتح کا مرکزی کردار کس طرح ثابت ہوئے؟ تو اس کا بڑا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اجمل نے ووسٹر شائر کے لئے ٹی 20 فارمیٹ کے صرف 8 میچز کھیلے تھے جن میں انہوں نے 11.37 کی اوسط سے 16 وکٹیں حاصل کی تھیں اور فی اوور 6 رنز سے کم کے اوسط سے سب سے بہترین بالر بھی رہے۔ ظاہری بات ہے کہ کسی ٹیم کے لئے اگر وہ 8 میچوں میں مختلف حریفوں کے خلاف ایک مرتبہ 32 اوورز پھینکنے میں کامیاب رہے تو کسی کو کیا سیکھنے کا موقع مل سکا ہوگا؟ مگر یہ سلسلہ جاری رہے تو پھر ظاہری بات ہے کہ ان کی صلاحیت ''ایکسپوز'' ہونا شروع ہو جائے گی جس کے بعد ''دوسرا'' تو کیا ''تیسرا'' بھی کسی کام نہ آ سکے گی۔ یہ بات بھی یاد رہنا چاہئے کہ سعید اجمل اپنے خاص گر کو بڑی منصوبہ بندی اور احتیاط کے ساتھ استعمال کریں کیونکہ اگر وہ ٹیسٹ میچوں میں طویل بالنگ کے دوران تسلسل کے ساتھ ''دوسرا'' کرتے رہیں گے تو انہیں ایک وقت اس کا فائدہ ملنا بند ہو جائے گا۔ شین وارن اور مرالی دھرن کی کامیابی یہی تھی کہ انہوں نے اپنے فن کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے نت نئی گیندوں پر کام کیا جن میں سے کچھ ہمیشہ ''خفیہ'' ہی رہیں اور ان کی دوسرا یا تیسرا کی طرح مسلسل تشہیر بن گئی اور وہ مسلسل کامیابی حاصل کرتے رہے۔

سعید اجمل کے کاؤنٹی کرکٹ نہ کھیلنے کے فیصلے سے ووسٹر شائر کو شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے جو اپنے بہترین بالر سے محروم ہو گئی ہے اور وہ ستارہ ان کے لئے نہیں چمک سکا جس نے ساری دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے مگر دوسری طرف یہ پاکستان کرکٹ کے لئے ایک خوش خبری ہے کہ ان کا صف اول کا اسٹار یکسوئی کے ساتھ ان کی کامیابیوں کا نشان بنا رہے گا جس کی بالنگ کو سمجھنا ایک کٹھن مرحلہ بن چکا ہے جو ''مخصوص'' میچوں میں استعمال کیا جاتا رہے تو یقینی طور پر بہت سے بیٹسمینوں کے لئے ایک معمہ ہی بنا رہے گا۔

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آ سکی ہے کہ برسہا برس کے رٹے رٹائے ڈائیلاگ کو سعید اجمل نے بھی گزشتہ دنوں دوہراتے ہوئے یہ کہہ ڈالا کہ انہوں نے عالمی کپ 2015ء پر نگاہیں جما رکھی ہیں۔ پتہ نہیں کیوں

ہمارے تمام کامیاب کھلاڑی اپنے منصوبوں کو ورلڈ کپ سے ورلڈ کپ تک ہی قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اور درمیانی عرصے کی کرکٹ کو فراموش کر دیتے ہیں۔ سعید اجمل کے بارے میں تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ون ڈے کرکٹ سے ہٹ کر ٹیسٹ کرکٹ میں زیادہ بہتر صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور ان کی نگاہیں ٹیسٹ کرکٹ کی کامیابیوں پر مرکوز ہوں تو یہ بات زیادہ بہتر ہوگی مگر وہ خواب دیکھ رہے ہیں اگلے عالمی کپ کا جس کے بارے میں ان کے اکثر ساتھی کھلاڑیوں کو یہ علم تک نہیں کہ وہ اس لمحے کے آنے تک کیا کچھ کر سکیں گے۔ کرکٹ ایک اجتماعی کھیل ہے جس میں کھلاڑیوں کے اہداف بھی ''اجتماعی'' ہوں تو یہ زیادہ بہتر اور موثر بات ہوگی۔ مگر افسوس کے تمام کھلاڑی اپنے اپنے انفرادی ہدف کو سامنے رکھتے ہوئے تیاریاں کرتے ہیں اور ہر بار ورلڈ کپ کا حصول ایک خواب بن کر رہ جاتا ہے اور وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اجتماعی طور پر کوئی بھی ذہنی اعتبار سے دوسرے کا ساتھ نہیں دے پاتا۔ سعید اجمل موجودہ ٹیم کا ایک اہم ہتھیار اور سب سے موثر فتح گر کھلاڑی ہیں جن کو کم از کم ساتھی اسپنرز کے ساتھ مل کر کوئی حکمت عملی مرتب کرنا چاہئے تاکہ یکجا ہو کر مخالف پر جھپٹ سکیں نہ کہ وہ انفرادی اہداف کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع کریں۔ ان کا ٹارگٹ آنے والی ہر سیریز ہونی چاہئے جس میں بہترین کارکردگی انہیں عالمی کپ تک کامیابی کے ساتھ پہنچائے گی اور پھر میگا ایونٹ میں بھی کامیاب کارکردگی ''فتح کا نشان'' بن سکے گی۔ وہ ٹیسٹ کرکٹ کے آزمودہ کار بالر بن چکے ہیں اور ان کا سب سے پہلا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ پاکستان کی درجہ بندی ٹیسٹ سطح پر بھی بلند ہو اور سعید اجمل کا نام بھی سرفہرست بالر کے طور پر چمکے۔ یہ سونے پہ سہاگہ والی بات ہوگی اور ان کا نام پاکستانی کرکٹ کی تاریخ میں سنہرے حروف سے درج ہو جائے گا۔ MAB

تجزیہ

محمد حفیظ......ٹی 20 کرکٹ فارمیٹ کے کپتان طویل عرصہ برقرار رہ سکیں گے؟
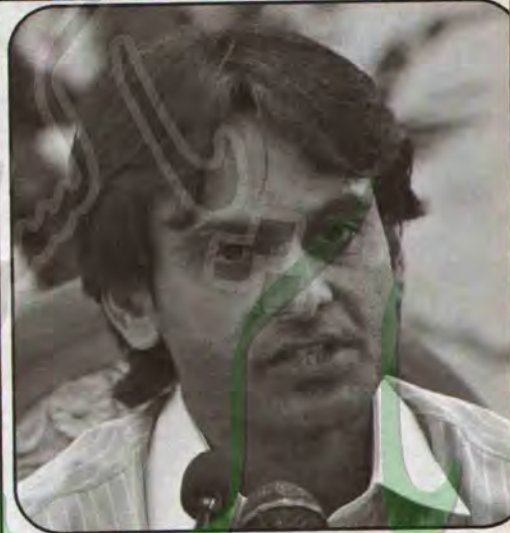
تجربہ کار شاہد خان آفریدی اور شعیب ملک کی موجودگی میں پاکستان کی ٹی ٹوئنٹی دستے کی کمان ٹیم میں پروفیسر کہلانے والے 31 سالہ آل راؤنڈر محمد حفیظ کے سپرد کرنے کی تیاریاں مکمل کرلی گئیں تھیں۔ جبکہ مصباح الحق کو باضابطہ اس فیصلے سے آگاہ کردیا گیا تھا کہ قومی ٹی ٹوئنٹی ٹیم میں ان کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ پی سی بی کے حکام ماضی کے تلخ تجربات اور تنازعات کو سامنے رکھ کر شاہد آفریدی اور شعیب ملک کو کپتان بنانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گزشتہ سال شاہد آفریدی کے بارے میں منیجر انتخاب عالم نے منفی رپورٹ دی تھی۔ 2009ء میں جب شعیب ملک کو قیادت سے سبکدوش کیا گیا تھا۔ اس وقت انتخاب عالم پاکستان ٹیم کے کوچ تھے۔ انتخاب عالم کی رپورٹ شعیب ملک کو کپتانی سے ہٹانے کا سبب بنی تھی۔ آج وہ پی سی بی کے اہم ترین ڈائریکٹر اور ذکا اشرف کے قریب ترین افسر ہیں۔ پی سی بی کی فیصلہ سازی میں واٹ مور اور سلیکشن کمیٹی کے بعد انتخاب عالم کا کردار کلیدی ہے۔ ون ڈے اور ٹیسٹ سیریز میں مصباح الحق پاکستان کے کپتان ہوں گے۔ مصباح الحق کو انتخاب عالم نے اپنے آفس بلوا کر بورڈ کے اس فیصلے سے آگاہ کیا۔ مصباح الحق اس فیصلے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔ ذرائع کا دعوی ہے کہ مصباح الحق کا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل کیریئر اب ختم ہو جائے گا۔۔ قومی سلیکشن کمیٹی نے کوچ واٹ مور کے ساتھ میٹنگ کر کے پاکستانی ٹیم کو حتمی شکل دے دی۔ مصباح الحق سمیت سات پاکستانی کھلاڑیوں کو ٹورنٹو کے میچ کی اجازت نہ دیکر پی سی بی نے سینئر کھلاڑیوں کو ناراض کیا ہے۔ اب مصباح الحق کی تبدیلی اور محمد حفیظ کی تقرری سے پاکستان کرکٹ پر گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ محمد حفیظ کی کپتان کی حیثیت سے تقرری اس لحاظ سے حیران کن ہے کیوں کہ ان کی فارم سوالیہ نشان رہی ہے۔ انگلینڈ کے خلاف ٹی ٹوئنٹی سیریز میں محمد حفیظ 23، صفر اور صفر رنز بنا سکے تھے۔ فیصل

بڑبولا حفیظ بورڈ عہدیداران کیلئے تشویش کا باعث

پاکستان کرکٹ بورڈ نے قومی کرکٹ ٹیم کے نئے ٹی ٹوئنٹی کپتان محمد حفیظ کی قائدانہ صلاحیتوں کو پختہ کرنے اور انہیں چند مفید مشورے دینے کے لیے بنانے کے لیے چند نشستیں منعقد کی ہیں۔ کرکٹ بورڈ کے ایک ذریعے نے بتایا ہے کہ بورڈ کو یہ علم ہے کہ محمد حفیظ اپنے ساتھی کھلاڑیوں میں اس احترام کی نظر سے نہیں دیکھے جاتے جو چند دیگر سینئر کھلاڑیوں کو حاصل ہے اس لیے حکام ان کو قیادت دیے جانے کے بعد سے تشویش کا شکار ہیں کہ عین ممکن ہیں کہ انہیں ٹیم کے دیگر اراکین کی جانب سے تنقید کا سامنا کرنا پڑے۔ اپنی 'مشورہ خانم 'طبیعت کے باعث حفیظ ساتھی کھلاڑیوں میں "پروفیسر " کے نام سے مشہور ہیں۔

ذرائع نے بتایا ہے کہ کرکٹ بورڈ کے پاس نئے کپتان کے تقرر کے لیے زیادہ کھلاڑی میسر نہیں تھے اور یہی وجہ ہے کہ چند بورڈ عہدیداران کی ہمدردیاں ہونے کے باعث حفیظ پر نظر کرم کی گئی۔ حکام کو معلوم ہے کہ حفیظ اپنی زیادہ بولنے کی عادت کی وجہ سے ٹیم اراکین میں مقبول نہیں ہے اور اسی وجہ سے انہیں آنے والے دنوں میں اپنے ساتھی کھلاڑیوں کی جانب سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور اگر ایسا ہوا تو ڈریسنگ روم میں ایک نیا تنازع جنم لے لے گا۔ ایک اور باوثوق ذریعے کا کہنا ہے کہ حفیظ ہمیشہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دیگر کھلاڑیوں سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند ہے اور ان کی رائے ہمیشہ مقدم ہوتی ہے اور ان کی اسی عادت کی وجہ سے انہیں مذاقاً ٹیم میں "پروفیسر " کا لقب دیا گیا، جو ان کی کھلاڑیوں میں عدم مقبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دیگر کھلاڑیوں کا "استاد " بننے کی اسی کوشش کی وجہ سے بورڈ حکام نے حفیظ کے لیے چند مشاورتی اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چند حکام نے بھی حفیظ سے ملاقاتیں کی ہیں اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہےکہ وہ اپنی عادات کو بدلیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ وہ جلد ہی قیادت سے محروم ہو جائیں گے جو فی الوقت بورڈ نہیں چاہتا۔

آباد سے تعلق رکھنے والے محمد حفیظ پاکستان کی طرف سے 26 ٹیسٹ اور 99 ون ڈے انٹرنیشنل کھیل چکے ہیں۔ 29 ون ڈے انٹرنیشنل میں انہوں نے 20.44 کی اوسط سے 552 رنز اور 25 وکٹیں حاصل کی ہیں۔ وہ پاکستان اے ٹیم کی قیادت کر چکے ہیں۔ البتہ وہ پہلی بار پاکستان ٹیم کی قیادت کریں گے۔ ساتھی کرکٹرز میں پروفیسر کے نام سے شہرت رکھنے والے محمد حفیظ کی تقرری پر بورڈ کے حکام میں اس لیے اتفاق ہوا ہے کیوں کہ انہیں مستقبل میں ون ڈے اور ٹیسٹ میچوں میں بھی کپتانی سونپی جا سکتی ہے۔ اعجاز بٹ اور وقار یونس کے ساتھ شاہد آفریدی کے اختلافات نے ان کا کیس کمزور کردیا۔ شعیب ملک کے نام پر اس لیے اتفاق نہ ہو سکا کیوں کہ وہ ابھی ٹیم سے باہر ہیں۔ قومی ٹیم میں کپتان کی حیثیت سے واپسی بورڈ کے لیے مشکلات پیدا کرسکتی تھی۔ پاکستان کے اکثر کھلاڑیوں اور کپتانوں کی طرح مصباح الحق نے ازخود ٹی ٹوئنٹی کرکٹ چھوڑنے سے گریز کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ڈومیسٹک سطح پر ٹی ٹوئنٹی کھیلتا رہوں گا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے مصباح الحق کو ٹی ٹوئنٹی ٹیم سے ڈراپ کر کے قیادت کا تاج محمد حفیظ کے سر پر سجا دیا۔ مصباح الحق 8 ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میں پاکستان کی کپتانی کر چکے ہیں۔ انہوں نے 6 میں کامیابی حاصل کی ہے۔ فروری میں انگلینڈ کے خلاف سیریز میں ان کی قیادت میں پاکستان ٹیم کو 2-1 سے شکست ہوئی البتہ مصباح الحق کو ٹیسٹ اور ون ڈے کا کپتان برقرار رکھا ہے۔ ذکا اشرف نے کہا کہ کپتان اور نائب کپتان کا تقرر صرف سری لنکا کی سیریز کے لئے کیا گیا ہے۔ مصباح الحق 28 مئی کو 38 سال کے ہو جائیں گے بظاہر ان کا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل کیریئر ختم ہو گیا ہے لیکن مصباح الحق نے اعلان کیا ہے کہ میں ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل سے ریٹائر نہیں ہو رہا، مختصر طرز کی کرکٹ ڈومیسٹک سطح پر کھیلتا رہوں گا، پی سی بی کا فیصلہ قبول کرتا ہوں، کوشش کروں گا کہ آئندہ بھی ملک کی خدمت بہتر انداز میں کرسکوں۔ 31 سالہ محمد حفیظ انٹرنیشنل کرکٹ میں پہلی بار پاکستان کی قیادت کریں گے۔ محمد حفیظ نے پاکستان کے لئے 29 ون ڈے انٹرنیشنل کھیلے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں پی سی بی کی انتظامیہ اور مصباح الحق کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے کپتان

ٹیسٹ آغاز......پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش بمقام کراچی
20 تا 24 اگست 2003ء

ون ڈے یٹرنیشنل آغاز......پاکستان بمقابلہ
زمبابوے بمقام شارجہ 3 اپریل 2003ء

ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل آغاز......پاکستان بمقابلہ
انگلینڈ بمقام برسٹل 28 اگست 2006ء

بنانے کا سوچا، کوشش کروں گا کہ سو فیصد کارکردگی دکھاؤں، پاکستان ٹیم کی ساکھ کو بحال کروں۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف نے مصباح الحق کی بحیثیت کپتان خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ مایہ ناز کھلاڑی اور سلجھے ہوئے کپتان ہیں۔ مصباح الحق نے زبردست لیڈر شپ دکھائی ہے،، ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ پی سی بی نے ٹی ٹوئنٹی کپتان کا تقرر انہی کی مشاورت سے کیا ہے۔ محمد حفیظ نے کہا کہ میری مصباح الحق سے 12 سال پرانی دوستی ہے اور انہی کی مشاورت سے ٹیم کو آگے لے کر چلوں گا۔ قومی سلیکشن کمیٹی کے سابق سربراہ صلاح الدین صلو نے مطالبہ کیا ہے کہ مصباح الحق کی جگہ شاہد آفریدی کو پاکستان کی ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی ٹیم کا کپتان مقرر کیا جائے۔ انہوں نے اس تاثر کو غلط قرار دیا کہ شاہد آفریدی کپتانی میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا کہ شاہد آفریدی فٹ اور فارم میں ہیں۔ پی سی بی میں ایک لابی شاہد آفریدی کے خلاف سرگرم ہے حالانکہ شاہد آفریدی نے کپتان بن کر محدود وسائل میں پاکستان کو ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی میں اہم فتوحات دلوائیں۔ پاکستان ٹیم کو اسپاٹ فکسنگ کیس کے بعد بلندیوں پر پہنچایا۔ موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ شاہد آفریدی کو دوبارہ کپتانی کی پیشکش کی جائے۔ صلاح الدین صلو نے کہا کہ ورلڈ کپ 2011ء اور محدود اوورز کے کئی میچوں میں شاہد آفریدی کی کارکردگی ان کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لئے بورڈ کے حکام ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کریں۔

حفیظ کی حمایت کروں گا۔۔آفریدی

سابق کپتان شاہد آفریدی نے کہا ہے کہ میں مایوس نہیں ہوں اور نئے ٹی ٹوئنٹی کپتان محمد حفیظ کی بھرپور حمایت کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ کپتان نہ بننے پر مجھے کوئی مایوسی نہیں ہے۔ پاکستان کے لئے کھیلنا اہم ہے۔ میں ہر شکل میں کھیلنے اور ملک کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی قیادت کرنا ہمیشہ اعزاز رہا ہے۔ لیکن اس وقت میری تمام تر توجہ اپنی کرکٹ پر ہے۔ میرا تعاون محمد حفیظ کو حاصل رہے گا۔ امید ہے کہ وہ پاکستان ٹیم کو بلندی کی طرف لے کر جائیں گے۔ انہوں نے سابق کرکٹرز اور شائقین کھیل سے بھی اپیل کی کہ وہ محمد حفیظ کی حمایت کریں۔ شاہد آفریدی نے کہا کہ اعجاز بٹ دور کا ماحول مختلف تھا۔ اس وقت پی سی بی کے چیئرمین کرکٹ کے فروغ کے لئے اقدامات کر رہے ہیں۔ اعجاز بٹ دور میں میری جو لڑائیاں ہوئیں، اس وقت بھی میں نے کھلاڑیوں کے لئے اسٹینڈ لیا تھا۔

محمد حفیظ کے کیریئر ریکارڈز (بیٹنگ ریکارڈز)

Ct	6s	4s	50	100	SR	BF	Ave	HS	Runs	no	inn	Mat	
17	11	209	7	4	53.48	3074	36.53	143	1644	5	50	26	Tests
33	23	296	13	4	68.26	3857	27.71	139*	2633	4	99	99	ODIs
11	12	66	2	0	115.48	478	20.44	71	552	0	27	29	T20Is

بالنگ ریکارڈز

5w	4w	SR	Econ	Ave	BBI	Wkts	Runs	Balls	Mat	
0	1	86.5	2.39	34.57	4/31	26	899	2250	26	Tests
0	0	49.1	4.11	33.77	3/17	80	2702	3935	99	ODIs
0	1	18.0	6.87	20.72	4/10	25	518	452	29	T20Is

حفیظ کی تقرری درست فیصلہ ہے، سابق کرکٹرز

ماضی کے عظیم وکٹ کیپرز معین خان اور سلیم یوسف نے ٹی ٹوئنٹی کپتان کی حیثیت سے محمد حفیظ کی تقرری کے فیصلے کو درست قرار دیا ہے۔ تاہم دونوں نے پاکستان کرکٹ بورڈ کو تجویز دی ہے کہ وہ محمد حفیظ کو سپورٹ کریں تاکہ ٹیم انتشار کا شکار ہونے سے بچ سکے۔۔ معین خان نے کہا کہ محمد حفیظ کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ ایسی ٹیم انتظامیہ کا تقرر کرے جو کھلاڑیوں کو کنٹرول کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ شاہد آفریدی کے ماضی کے مسائل ان کی کپتانی کی راہ میں رکاوٹ بن گئے۔ سلیم یوسف نے کہا کہ مصباح الحق کی جگہ محمد حفیظ سے بہتر کوئی چوائس نہ تھی۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر باسط علی نے کہا کہ شاہد آفریدی محب وطن پاکستانی ہیں۔ انہیں سچ بولنے کی سزا وہ لوگ دے رہے ہیں جو اعجاز بٹ کے بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ سہیل تنویر کو ان فٹ ہونے کے باوجود سلیکٹ کیا گیا۔ یاسر عرفات کو کس کارکردگی کی بنیاد پر ٹیم میں جگہ دی گئی ہے۔

پاکستان کی کرکٹ ٹیم میں محمد حفیظ پروفیسر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ پاکستان کی قومی ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ٹیم کے نئے کپتان محمد حفیظ کا کہنا ہے کہ وہ اپنی اس نئی ذمہ داری کو مکمل ایمانداری کے ساتھ نبھائیں گے اور انہیں جتنے بھی عرصے کے لیے یہ عہدہ دیا گیا ہے اس سے قطع نظر وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں ٹیم کی بہترین کارکردگی پر صرف کریں گے۔ محمد حفیظ کو ابھی صرف سری لنکا کے دورے کے لیے ٹی ٹوئنٹی ٹیم کا کپتان بنایا گیا ہے۔ اس دورے میں پاکستان کی ٹیم سری لنکا کے خلاف دو ٹی ٹوئنٹی میچ کھیلے گی۔ محمد حفیظ نے کہا کہ ان کی کپتانی کی مدت کا تعین کرنا پاکستان کرکٹ بورڈ کا کام ہے اور کم یا زیادہ مدت سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ اس بات کا خود پر کوئی دباؤ محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ صرف یہ کوشش کریں گے کہ ان میں جو بھی قابلیت ہے وہ سو فیصد میدان میں نظر آئے۔ انہوں نے کہا کہ ٹیم کے کپتان کا کردار عام کھلاڑی سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ کوشش کریں گے کہ نا صرف اپنی ذاتی کارکردگی سے بلکہ بطور کپتان اپنی صلاحیتوں سے ٹیم کو فائدہ پہنچائیں۔ محمد حفیظ کو ٹیسٹ اور ون ڈے ٹیم کا نائب کپتان بھی بنایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کا اور مصباح کا ساتھ دس گیارہ سال سے ہے اور وہ مصباح الحق کی بطور کپتان صلاحیتوں کے معترف ہیں، وہ پہلے بھی مصباح الحق کو دوران کھیل فیڈ بیک دیتے تھے اور اب جبکہ وہ ان کے نائب ہیں وہ ٹیم کو میدان میں کھلانے اور جتوانے میں مصباح الحق کی پوری پوری مدد کریں گے۔ محمد حفیظ نے کہا کہ انہیں بطور نائب کپتان مصباح الحق سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا لیکن ابھی یہ کہنا کہ وہ مستقبل میں مصباح الحق کی جگہ لیں گے قبل از وقت ہوگا کیونکہ مستقبل کی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ پاکستان کی کرکٹ ٹیم میں پروفیسر کے نام سے پکارے جانے والے محمد حفیظ کے مطابق اپنے ملک کی ٹیم کی کپتانی کرنا ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور ہر کھلاڑی کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے یہ اعزاز ملے اس لیے وہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے مشکور ہیں کہ انہوں نے انہیں اس اعزاز سے نوازا ہے۔

ذکا اشرف نے مصباح الحق کی کپتانی کی تعریف کی تاہم انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ ٹیم کے مستقبل کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

آفریدی کی جگہ حفیظ کو کپتانی سونپنا سودمند فیصلہ ثابت ہوگا؟

ٹیسٹ ٹیم: محمد حفیظ، توفیق عمر، اظہر علی، مصباح الحق (کپتان)، یونس خان، اسد شفیق، عدنان اکمل، عمر گل، سعید اجمل، عبدالرحمٰن، محمد سمیع، فیصل اقبال، جنید خان، آفاق رحیم، محمد ایوب ڈوگر اور اعزاز چیمہ۔

ون ڈے ٹیم: محمد حفیظ، ناصر جمشید، یونس خان، مصباح الحق (کپتان)، عمر اکمل، سرفراز احمد، شاہد آفریدی، عمر گل، راحت علی، سعید اجمل، عبدالرحمٰن، محمد سمیع، اسد شفیق، اعزاز چیمہ، اظہر علی اور عمران فرحت۔

ٹی ٹوئنٹی ٹیم: خالد لطیف، احمد شہزاد، محمد حفیظ (کپتان)، شعیب ملک، عمر اکمل، شکیل انصر، شاہد آفریدی، یاسر عرفات، عمر گل، سہیل تنویر، سعید اجمل، رضا حسن، حارث سہیل، محمد سمیع، حماد اعظم اور ناصر جمشید۔

لاہور میں دورہ سری لنکا کے لیے قومی ٹیم کے اعلان کے سلسلے میں پریس کانفرنس کے بعد یہ سوچنا پڑا کہ ہم بلاوجہ کہتے ہیں بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے۔ یہ کرکٹرز بھی کسی سے کم نہیں، وہ مصباح الحق جو کل اپنے کیریئر کو بچانے کے لیے شاہد آفریدی کی طرف دیکھ رہے تھے، انہوں نے پاکستان کرکٹ بورڈ کے مطابق مستقبل کے ٹی 20 کپتان کے لیے محمد حفیظ کا نام پیش کیا۔ اس پر تو بقول شاعر صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے۔ کھیل میں سیاست کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے لیکن ہماری کرکٹ تو شاید شروع ہی سیاست کے تانے بانوں سے ہوتی ہے اب ایسا ہی لگتا ہے کہ کرکٹ بورڈ کے سربراہ ضرور چوہدری ذکا اشرف بن گئے لیکن آج بھی وہ قوتیں پاکستان کرکٹ میں مصروف عمل ہیں جن کے آگے اپنا مفاد پاکستان کرکٹ سے کہیں آگے ہے۔ ٹھیک کہ محترم چیئرمین کرکٹ میں نئے ہیں لیکن کرکٹ بورڈ کی راہداریوں میں ہونے والی سازشوں سے اب انہیں باخبر رہنا ہوگا، ورنہ شاید قومی ہیروز کیساتھ زیادتیوں کا باب ذکا اشرف دور میں بھی جاری رہے گا۔ احباب جاننا چاہتے ہیں کہ شاہد آفریدی کو ٹی 20 اور ون ڈے ٹیم کی قیادت سے الگ رکھنے میں کیا سوچ کارفرما تھی۔ وجہ بہت سیدھی سی ہے، اعجاز بٹ تو چلے گئے لیکن ان کی باقیات موجود ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بوم بوم کو چوتھی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی چیمپئن شپ تک کے لیے قومی ٹیم کا کپتان مقرر کیا جاتا اور محمد حفیظ کو ان کا نائب۔ ساتھ ہی شاہد آفریدی کو واضح طور پر کہہ دیا جاتا کہ ٹی ٹوئنٹی چیمپئن شپ کا نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے محمد حفیظ کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی۔ لیکن افسوس اس سوچ میں پاکستان کرکٹ میں سیاست کو مار پڑنا تھی اور اگر ایسا ہوتا تو پی سی بی میں سیاست کرنے والوں کا کیا بنتا، کرکٹ بورڈ کے سربراہ نے پریس کانفرنس میں کئی بار کہا کہ مصباح الحق سے مشاورت کے بعد حفیظ کو ٹی ٹوئنٹی کا کپتان بنایا گیا ہے لیکن اس میں کتنی سچائی ہے، اس کا ثبوت صرف اتنا لکھنے میں ہے کہ مصباح نے ٹی ٹوئنٹی سے رخصت نہیں لی اور پی سی بی کو خود محمد حفیظ پر بھروسہ نہیں شاید اسی لیے انہیں طویل مدت کے لیے اس ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھا گیا۔ لاہور میں پریس کانفرنس میں چیئرمین پی سی بی، چیف سلیکٹر، مصباح اور محمد حفیظ کی موجودگی سمجھ آتی ہے، ڈائریکٹر انٹرنیشنل کرکٹ انتخاب عالم اور چیف آپریٹنگ آفیسر کس حیثیت میں اسٹیج پر براجمان تھے۔ چیف سلیکٹر اقبال قاسم فرماتے ہیں کہ ان کے پچھلے دور میں جو ہوا وہ سب جانتے ہیں، اس بار انہوں نے انٹرنیشنل کرکٹ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، تین مختلف فارمیٹس کے لیے ٹیمیں منتخب کی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں صرف 6 ماہ چیف سلیکٹر رہنے والے اقبال قاسم کی ٹیم نے اس بار بھی ماضی سے کچھ سبق نہیں سیکھا۔ نومبر 2009ء سے فروری 2010ء کے عرصے میں ان کی سلیکشن کمیٹی نے 6 ٹیسٹ 8 ون ڈے اور 3 ٹی ٹوئنٹی میں 26 کھلاڑیوں کو کھلا دیا تھا اور اس مرتبہ 46 دن کے دورہ سری لنکا کے لیے 31 کھلاڑیوں

کو منتخب کر لیا گیا ہے ان میں سے وہ 9 پلیئرز جو صرف دو ٹی ٹوئنٹی میچز کے لیے منتخب کیے گئے ہیں ان کا دورہ سری لنکا صرف ایک ہفتے میں مکمل ہوجائے گا۔ 16 ارکان پر مشتمل ٹیسٹ ٹیم میں 7 مڈل آرڈر بیٹس مینوں کو دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ ٹیم سری لنکا نہیں آسٹریلیا کھیلنے جارہی ہے۔ محترم اقبال قاسم کو تو ہمارا مشورہ ہے کہ اس بار ذرا سنبھل کر چلیں کیوں کہ آپ کی ٹیم بھی اس بار وہی ہے جو ماضی میں تھی۔ سلیکٹر سلیم جعفر نے محمد سمیع کو ٹیم میں شامل کرانے کے لیے ڈومیسٹک کی پرفارمنس چیف سلیکٹر کو بتانے کیساتھ ڈیو واٹ مور کو بھی قائل کیا، اور 18 ماہ بعد انٹرنیشنل کرکٹ میں واپس آنے والے کراچی ایکسپریس کو تینوں فارمیٹ میں شامل کروادیا، ٹھیک! لیکن ٹی ٹوئنٹی میں محمد سمیع کی شمولیت سمجھ سے اس لیے باہر ہے کہ ڈومیسٹک ٹی 20 کے 5 میچوں میں وہ صرف ایک ہی وکٹ لے پائے، اب جب سلیم جعفر کی چلے گی تو واٹ مور اور جولین فونٹین کی بھی اقبال قاسم کو سننا پڑی، جنہوں نے حال ہی میں لنکا شائر کاؤنٹی سے معاہدہ کرنے والے یاسر عرفات کو ٹی ٹوئنٹی اسکواڈ میں رکھ کر انہیں بھی خوش کردیا۔ ڈومیسٹک ٹی ٹوئنٹی میں 18 رنز اور 3 وکٹیں لینے والے عرفات کو ٹیم میں شامل کرنے میں کوچ کا کیا فائدہ ہوا تو جان لیجیے، واٹ مور ماضی میں لنکا شائر سے بھی وابستہ رہ چکے ہیں۔ ویسے محمد یوسف بھی لنکا شائر سے کھیلے ہوئے ہیں لیکن ان کی قسمت کا ستارہ اس بار نہیں چمکا، سری لنکا کے دورے میں 2 ٹی ٹوئنٹی کے لیے 5 اوپنرز کی اسکواڈ میں موجودگی بھی سوال کر رہی ہے کہ شاہ زیب حسن اور عمران نذیر کو بھی ساتھ لے جاتے، جب خالد لطیف، محمد حفیظ، ناصر جمشید، شکیل انصر اور احمد شہزاد کو لے لیا ہے تو۔ ادھر اظہر علی کو ون ڈے ٹیم میں رکھ کر شعیب ملک کا راستہ روکا گیا۔ دورہ سری لنکا میں ٹھیک کہ منتخب ہونے والے 31 کھلاڑی نہیں کھیل جائیں گے، ٹھیک کہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے کھلاڑیوں کو موقع دینا ضروری تھا لیکن موجودہ صورت حال میں ٹیم میں گروپ بندی اور افراتفری بڑھنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں، جو شاید پی سی بی میں پرکشش تنخواہ اور مراعات لینے والے افراد کے لیے کسی طور بھی بری بات نہیں کیوں کہ جب کھلاڑیوں میں اختلافات ہوں گے تو ماحول خراب ہوگا اور باہر بیٹھے ہوئے افراد کا قومی ٹیم میں عمل دخل بڑھے گا اور یہی تو ان کا مقصد ہے کہ بھلے سے پاکستان کرکٹ میں معاملات بگڑ جائیں ان کی دال روٹی چلتی رہے۔ ایسے میں چیئرمین پی سی بی چوہدری ذکا اشرف اور چیئرمین سلیکشن کمیٹی اقبال قاسم سے مودبانہ گزارش ہے کہ قوم کی نگاہیں آپ لوگوں پر ہیں ہمارے کرکٹ ہیروز کی قدر کریں اور کرکٹرز کو ان کا حق دلا کر سازشی عناصر کو پیچھے دھکیل دیں۔

بالنگ کوچ کے لیے موصولہ تمام درخواستیں مسترد

پاکستانی کرکٹ ٹیم سری لنکا کے دورے پر بولنگ کوچ کے بغیر موجود ہے۔۔ پی سی بی نے جن ٹیم آفیشلز کا اعلان کیا اس میں بولنگ کوچ کا نام شامل نہیں باوثوق ذرائع کے مطابق پاکستان کرکٹ بورڈ نے بولنگ کوچ کے لیے آنے والی تمام درخواستوں کو مسترد کردیا ہے، کوچ کے لیے آنے والی درخواستوں کا جائزہ لینے کے بعد پی سی بی کی قائم کردہ کمیٹی نے اپنی رپورٹ بورڈ کے حوالے کردی ہے، پی سی بی ذرائع کا کہنا ہے چیف کوچ ڈیو واٹ مور نے برطانیہ کے ای این پونٹ کی بطور بولنگ کوچ حمایت کی ہے۔ واضح رہے کہ سابق ٹیسٹ کرکٹر مشتاق احمد، محمد اکرم اور جلال الدین سمیت 11 امیدواروں نے بولنگ کوچ کے لیے درخواستیں دے رکھی ہیں۔

حفیظ کی تقرری، پی سی بی نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے: وقار یونس

پاکستان کرکٹ بورڈ کا آل راؤنڈر محمد حفیظ کو ٹی ٹوئنٹی کی قیادت سونپنا اور ایک روزہ مقابلوں میں انہیں نائب کپتان بنانا یقیناً ایک ایسا فیصلہ ہے جس نے قومی کرکٹ شائقین، لکھاریوں اور سابق کرکٹرز کے درمیان ایک زبردست بحث کو جنم دے دیا ہے۔ جہاں ایک طرف کچھ لوگوں نے بورڈ کے اس فیصلے پر سوالات اٹھائے ہیں، وہیں ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی بھی ہے جنہوں نے فیصلے کی بھرپور تائید کی ہے۔

پاکستان کے سابق کوچ اور نامور تیز گیند باز وقار یونس بھی ان افراد میں شامل ہیں جنہوں نے بورڈ کے اس فیصلے کو سراہا ہے اور دوسرے کھلاڑیوں پر محمد حفیظ کو ترجیح دینے کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ وقار کا کہنا ہے کہ حفیظ کو ابتدائی مرحلے میں ٹی ٹوئنٹی کا کپتان بنا کر پاکستان کرکٹ بورڈ نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ وقار یونس نے کہا کہ حفیظ ایک تجربہ کار کھلاڑی ہیاور پہلے مرحلے میں انہیں ٹی ٹوئنٹی کا کپتان بنانا بورڈ کی فہم وفراست کا ثبوت ہے۔ انہیں اگر ابتدا ہی میں ایک روزہ یا ٹیسٹ میچز کی قیادت سونپ دی جاتی تو یقیناً یہ ایک غیر معقول فیصلہ ہوتا۔ حفیظ ایک اچھا انتخاب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ پاکستان کرکٹ سالوں سے قیادت کے معاملے میں تنازعات کا شکار رہی ہے اور دورہ سری لنکا میں حفیظ کا انتخاب بھی ایک ایسے وقت میں ہوا ہے جبکہ کپتانی کے لئے دو امیدوار اور بھی موجود تھے۔ آنے والے مہینوں میں ٹیم کی کارکردگی کا گہرا تعلق اس بات سے بھی ہے کہ ٹیم میں موجود سینئر کھلاڑی بطور کپتان حفیظ کا ساتھ دیتے ہیں یا نہیں۔ وقار کا خیال ہے کہ ٹیم کے سینئر کھلاڑیوں کو کپتانی کی خواہش دل سے نکال کر حفیظ کا ساتھ دینا چاہیے۔ وقار نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ حفیظ کو ساتھی کھلاڑیوں کی حمایت حاصل ہوگی خاص طور پر سینئر کھلاڑیوں کی۔ جو کھلاڑی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ٹیم قیادت کی زمام کار ان کے ہاتھوں میں آئے گی، مجھے امید ہے کہ وہ ٹیم اور ملک کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال کر حفیظ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ وقار نے کہا کہ حفیظ نے ہمیشہ ٹیم کپتان کا ساتھ دیا ہے لہٰذا وہ اس بات کے بجا طور پر مستحق ہیں کہ ان کا بھی ساتھ دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ حفیظ کے لئے ماحول سازگار رہے گا۔ دورہ سری لنکا کے لئے وہاب ریاض بھی منتخب نہیں ہو سکے۔ پاکستان حالیہ ایشیا کپ میں بنگلہ دیش کے خلاف تو جیت سے ہمکنار ہوا مگر وہاب کوئی قابل ذکر کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ بھارت کے خلاف انہوں نے چار اوورز میں بغیر وکٹ حاصل کیے 50 رنز دیے۔ وقار یونس نے وہاب ریاض کی عدم شمولیت کے فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا کہ وہاب ریاض کا عدم انتخاب ان کے اپنے مسائل اور طرز عمل کی وجہ سے ہے۔ وقار نے کہا کہ کوچنگ کو دوران میں نے اکثر وہاب کو جدوجہد کرتے پایا۔ کبھی ان کا بالنگ ایکشن مسئلہ کرتا اور کبھی ان کا رویہ ہوتا۔ میں ہمیشہ اسے سمجھاتا کہ کامیابی کے لئے محنت اور ہدف کا تعین بہت اہم ہے۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ وہاب موجودہ کوچ کو متاثر نہیں کر سکے، اسی لئے ٹیم سے باہر ہیں۔ یہ سب سیکھنے کے عمل کا حصہ ہے، وہ ابھی جوان ہیں اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ اپنی خامیوں کو دور کر کے دوبارہ ٹیم میں جگہ بنانےمیں کامیاب ہو جائیں گے۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے محمد سمیع کا دورہ سری لنکا کے لئے تینوں فارمیٹس میں انتخاب وقار کے لئے حیرت کا باعث تھا۔ وقار نے کہا سمیع کی شمولیت میرے لئے واقعی حیران کن ہے۔ سلیکٹرز کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی مقابلوں میں کھلاڑیوں کا انتخاب بنگلہ دیش پریمیئر لیگ جیسے کلب کرکٹ مقابلوں میں ان کی کارکردگی کی بنیاد پر نہ کریں۔ سلیکٹرز سے میری گزارش ہے کہ پیچھے چلنے کی بجائے آگے بڑھیں۔ سمیع اور اس جیسے دوسرے کھلاڑیوں کو ماضی میں بارہا آزمایا جا چکا ہے اور وہ ہمیشہ بڑے مقابلوں میں ناکام ہوئے ہیں۔ وقار کھلاڑیوں کی سلیکشن کے ایک پہلو سے سخت نالاں نظر آئے۔ ان کے مطابق سلیکٹرز نے جو پالیسی اپنا رکھی ہے اس کا مقصد علاقائی منتظمین کو خوش رکھنا لگتا ہے۔ وقار کا کہنا ہے کہ اس پالیسی کی وجہ سے بہت سے ایسے کھلاڑی جو اپنا اچھا وقت گزار چکے ہوتے ہیں، ٹیم کا حصہ بنا دیے جاتے ہیں۔ اور ایسا محض اس لئے کیا جاتا ہے کہ بورڈ اور سلیکٹرز کو علاقائی منتظمین کی حمایت حاصل رہے۔ وقار کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں دورہ سری لنکا کے لیے اسکواڈ کے انتخاب کے حوالے سے سلیکٹرز نے مصلحت اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں یاسر عرفات اور سہیل تنویر کی شمولیت میرے لئے باعث حیرت ہے۔ جب یاسر اچھی گیند بازی کر رہا تھا تو اس کو ٹیم سے باہر رکھا گیا اور اب اچانک سلیکٹرز کی نظر عنایت اس پر پڑ گئی ہے اور اسے ٹی ٹوئنٹی اسکواڈ کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ سہیل تنویر کا بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ اسی طرح فیصل اقبال کا انتخاب بھی حیران کن ہے۔ تعجب ہے کہ کسی نوجوان کھلاڑی کو ان پر ترجیح کیوں نہ دی گئی جبکہ ان کو اپنے آپ کو ثابت کرنے کے کئی مواقع مل چکے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ٹیم میں کچھ کھلاڑی ایسے ہیں جن کو نہیں ہونا چاہیے تھا مگر وہ علاقائی منتظمین کی وجہ سے ٹیم میں شامل کر دیے گئے۔ وقار، جنہوں نے اپنے 14 سالہ مثالی کریئر میں 789 وکٹیں حاصل کیں، سلیکٹرز کو مشورہ دیتے ہیں کہ تینوں فارمیٹس کے لئے الگ الگ اسکواڈز کے معاملے میں ذرا صبر سے کام لیں۔ عین ممکن ہے کہ ابتدا میں یہ حکمت عملی بارآور ثابت نہ ہو۔ سلیکٹرز کو چاہیے کہ اس تجربے کو تھوڑا وقت دیں۔ انہوں نے کہا کے استحکام اور سمجھ بوجھ کے ساتھ فیصلے کرنے میں ہی پاکستان کرکٹ کی کامیابی ہے۔ قومی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان نے کہا کے ہر فارمیٹ میں تبدیلیاں تو کرنی پڑتی ہیں مگر اس دفعہ سلیکٹرز نے کچھ زیادہ ہی الٹ پلٹ کی ہے۔ پاکستان کرکٹ تاریخ میں المیہ ہی یہ رہا ہے کہ یہاں کوئی چیز بگڑی اور وہیں بڑی بڑی تبدیلیاں کر ڈالیں، جس کا نتیجہ بالآخر نظام کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا رہا۔ میرا بورڈ کو یہ مشورہ ہے کہ اسکواڈز سے متعلق اس نئی حکمت عملی کو تھوڑا وقت دیں اور جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ اسی طرح حفیظ کو بھی پاؤں جمانے کا موقع ملنا چاہیے۔ ٹیم، سلیکشن کمیٹی، کوچز اور چیئرمین شپ میں ہر وقت تبدیلی لاتے رہنا کوئی اچھی حکمت عملی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کے کرکٹ کے حوالے سے ہمارے یہاں اتنا ٹیلنٹ موجود ہے کہ ماضی قریب میں اتنے نشیب و فراز دیکھنے اور تنازعات میں گھر جانے کے باوجود پاکستان اچھی کرکٹ کھیلتا رہا۔ پاکستان کے آل راؤنڈر عبدالرزاق نے حال ہی میں ایک بیان میں الزام لگایا تھا محسن خان اور وقار یونس ان کو ٹیم سے باہر کرنے میں سرگرم رہے ہیں اور سابق کوچز نے ان کو ضائع کیا اور ان کو بیٹنگ میں بہت نیچے بھیجتے رہے۔ ان الزامات کے حوالے سے وقار یونس کا یہ کہنا تھا کہ میڈیا میں ایسے بیانات دینے اور شکایتیں کرنے کے بجائے عبدالرزاق کو اپنی کارکردگی پر توجہ دیتے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اس وقت ٹیم سے کیوں باہر ہے۔ وقار نے کہا کہ میرے خیال میں عبدالرزاق کو دکھڑا رونے کے بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اس وقت ٹیم میں کیوں نہیں جبکہ نہ میں اور نہ ہی محسن کوچ کے عہدے پر ہیں۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے، وہ ہمیشہ اسی طرح گلے شکوے کرتا رہا ہے۔ وہ رچرڈ پائی بس سے بھی خوش نہیں تھا۔ اس کو چاہیے کہ دوسروں کو الزام دینے کے بجائے اپنی کارکردگی کو بہتر بنائے اور موجودہ ٹیم سلیکٹرز کی رائے کو اپنے بارے میں ہموار کرے۔

محمد حفیظ بیانات سوچ سمجھ کر دیں......
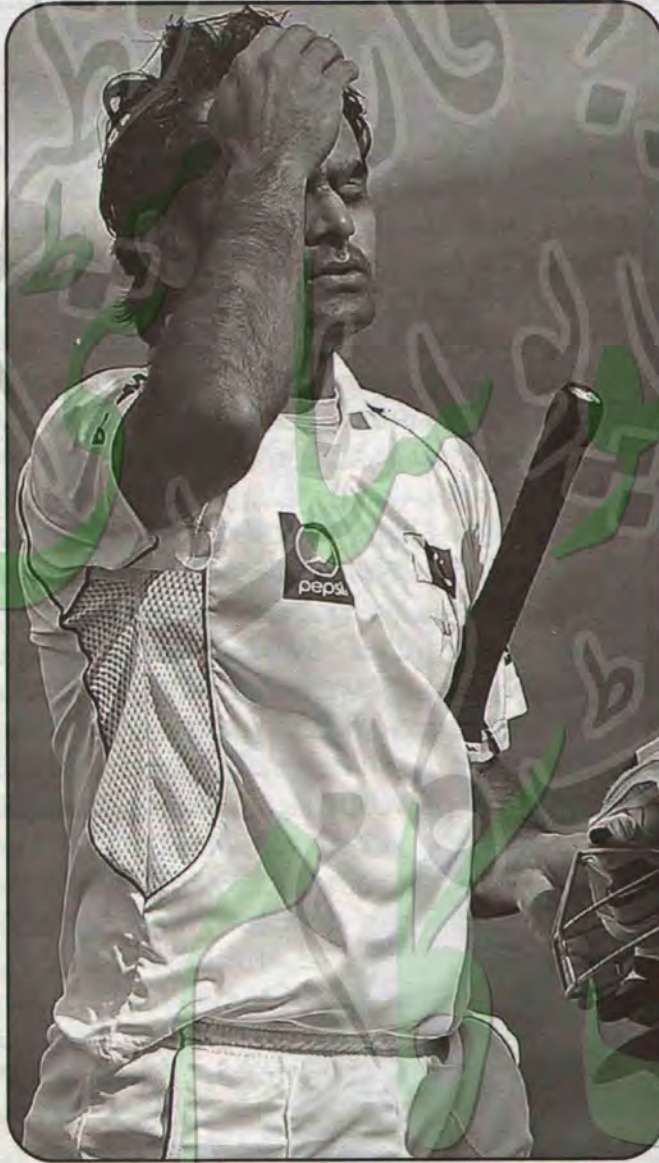
پاکستان نے چند روز قبل محمد حفیظ کو ٹی ٹوئنٹی ٹیم کو کپتان بنانے کا اعلان کر کے مستقبل میں قیادت کے حوالے سے ممکنہ مسائل کو حل کرنے کے لیے عمل کا آغاز کیا اور بیشتر حلقوں کی جانب سے حفیظ کی تقرری کو مناسب قدم قرار دیا گیا لیکن کپتان بننے کے بعد انہوں نے پاکستانی کھلاڑیوں کی صلاحیتوں میں تیزی سے اضافہ نہ ہونے کا سبب آئی پی ایل سے محرومی کو قرار دے کر ایک متنازع بیان داغ ڈالا ہے۔ اس امر میں تو کوئی یہ نہیں کہ آئی پی ایل، انڈین پریمیئر لیگ کم اور انٹرنیشنل پیسہ لیگ زیادہ ہے اور کئی جانے مانے ماہرین تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ ڈیڑھ سال میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کھیل میں جو نکھار آیا ہے اس کی بہت بڑی وجہ آئی پی ایل نہ کھیلنا بھی ہے لیکن اس کے باوجود نئے نویلے کپتان کا ایسا بیان دینا ان کی پیشہ ورانہ ذہنی سطح کو ظاہر کر رہا ہے۔ قذافی اسٹیڈیم لاہور میں قومی کرکٹ ٹیم کے تربیتی کیمپ کے دوران گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ اب صرف پریکٹس میچز کے بل بوتے پر ہی ہمیں مخالف ٹیم کا سامنا کرنا ہوگا تاہم ٹیم بھرپور محنت کر رہی ہے اور ہم سری لنکا میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لئے پرامید ہیں۔

محمد حفیظ کا کہنا تھا کہ ہم تقریباً دو ماہ سے بین الاقوامی کرکٹ حتیٰ کہ ٹی ٹوئنٹی سے بھی محروم ہیں، جبکہ دیگر ٹیموں سے ہمارا موازنہ کیا جائے تو ایک فرق واضح نظر آئے گا کہ وہ سب آئی پی ایل میں موجود ہیں اور مشکل سے مشکل حالات میں کھیل کر اپنی صلاحیتوں کو تقویت دے رہے ہیں جبکہ ہمارے کھلاڑی ایسے مواقع سے محروم ہیں۔ اس تربیتی کیمپ کے اہتمام کا مقصد ہی یہ ہے کہ کھلاڑیوں کو جلد از جلد اپنی کارکردگی بحال کرنے کا موقع مل سکے۔ پاکستان کے کھلاڑیوں نے صرف ایک مرتبہ انڈین پریمئر لیگ میں شرکت کی ہے جب اس کے پہلے سیزن2008 میں پاکستان کے کئی کھلاڑیوں نے مختلف ٹیموں کی نمائندگی کی تھی اور خود محمد حفیظ کولکتہ نائٹ رائیڈرز کی جانب سے کھیلے تھے۔ اس کے بعد پاک۔ بھارت سیاسی و کرکٹ تعلقات میں سرد مہری آنے کی وجہ سے روایتی حریف کے درمیان ہر سطح کی کرکٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن سری لنکا کے کمار سنگا کارا، مہیلا جیاوردنے، لاستھ ملنگا، تلکا رتنے دلشان اور انجلو میتھیوز جیسے تجربہ کھلاڑی ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی آئی پی ایل میں ایکشن میں نظر آ رہے ہیں۔ محمد حفیظ نے ٹی ٹوئنٹی مرحلے میں سینئر کھلاڑیوں کی عدم موجودگی کے باوجود اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستانی ٹیم بھرپور نتائج دے گی۔ انہوں نے کہا کہ مصباح الحق اور یونس خان کی عدم موجودگی کے باوجود ٹیم میں بھرپور صلاحیت موجود ہے کہ اس سے مثبت نتائج کی توقع رکھی جائے۔ ٹیم میں نئے کھلاڑی بھی ہیں اور ایسے بھی جن کو ایک مرتبہ پھر اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مل رہا ہے اور سب ہی کسی نے کسی شعبے میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ خاص طور پر مصباح الحق نے ٹیم میں جو ماحول ترتیب دے دیا ہے اس سے ہمیں کافی فائدہ ہوگا۔ پہلی بار قومی کرکٹ ٹیم کی قیادت کی بھاری ذمہ داری نبھانے والے محمد حفیظ کا کہنا تھا کہ ہمیں پورا اندازہ ہے کہ سری لنکا میں کھیلنا سخت محنت کا متقاضی ہے، اس لیے ہم کھلاڑیوں کی کمبی نیشن کے بارے میں قبل از وقت کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ بھرپور مشق اور میدان میں جان توڑ محنت کے ذریعے اپنی کارکردگی پیش کریں۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کی قیادت کا معاملہ انگریزی محاورے کے مصداق ہمیشہ گرم آلو پکڑنے جیسا رہا ہے۔ اس لیے محمد حفیظ کو بہت احتیاط کے ساتھ اپنے بیانات دینا ہوں گے۔ دیکھنا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے روبرو اس فریضے کو کیسے نبھاتے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ عملی میدان میں ان کی انفرادی و اجتماعی کارکردگی کیسی رہتی ہے؟۔

ٹی ٹوئنٹی کپتان محمد حفیظ پر گراؤنڈ میں اُترے بغیر ہی جرمانہ

پاکستانی ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ٹیم کا کپتان بننے کے بعد محمد حفیظ کو گراؤنڈ میں سلو اوور ریٹ اور کھلاڑیوں پر قابو پا کر میچ ریفری کے جرمانوں سے محفوظ رہنا ہوگا لیکن کپتان کی حیثیت سے گراؤنڈ میں اترے بغیر انہیں آف دی فیلڈ پولیس کے جرمانے کا سامنا کرنا پڑا۔ محمد حفیظ کا چالان لاہور کے علاقے ڈیفنس میں اس وقت کیا گیا جب وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے موبائل فون پر بات کر رہے تھے۔ ٹریفک قوانین کے تحت دوران ڈرائیونگ موبائل فون استعمال کرنا قابل دست اندازی جرم ہے اور ایسا کرنے پر ڈرائیور کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے لاہور ٹریفک پولیس کے وارڈن نے کرکٹر محمد حفیظ کو ڈیفنس موڑ پر اس وقت روکا جب وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے موبائل فون پر بات کر رہے تھے۔ ٹریفک وارڈن محمد حفیظ کا چالان کرتے ہوئے انہیں پانچ سو روپے کا جرمانہ کیا۔ ٹریفک وارڈن اعظم خان نے بتایا کہ کرکٹر محمد حفیظ نے چالان کرنے پر ان سے کوئی بحث یا تکرار نہیں کی اور نہ ہی چالان معاف کرنے کی درخواست دی۔ ٹریفک وارڈن نے یہ بھی بتایا کہ چالان ہونے پر محمد حفیظ نے اپنے ڈرائیونگ لائسنس کی جگہ قومی شناختی کارڈ جمع کروایا۔ انہوں نے بتایا کہ ٹریفک قوانین کے مطابق دس دن کے اندر جرمانہ ادا کر کے چالان شدہ دستاویزات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ پاکستان میں عام طور پر مشہور شخصیات جرمانہ دینے سے گریز کرتی ہیں لیکن محمد حفیظ نے بغیر کسی مزاحمت و بحث کے چالان وصول کر لیا۔ ماضی میں پاکستانی ٹیم کے کپتان اور کوچ وقار یونس پر انگلینڈ میں نشہ کر کے ڈرائیونگ کرتے ہوئے جرمانہ ہوا تھا جس پر وقار یونس پر انگلینڈ میں چند ماہ کے لئے ڈرائیونگ کرنے پر پابندی بھی لگا دی گئی تھی۔

پی سی بی کی جنید خان کو کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کی اجازت؟

گزشتہ دنوں یہ خبر نگاہ سے گزری کہ آسٹریلین ٹیم کے فاسٹ بالر مچل اسٹارک کو ویزا مسائل کے باعث برطانیہ سے واپس بھیج دیا گیا ہے جن کو یارکشائر کی نمائندگی کرنا تھی۔ یارکشائر کے کوچ جین گلیسپی نے کرکٹ آسٹریلیا کے حکام کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا کہ ''وہ مچل اسٹارک کو کاؤنٹی کرکٹ میں کھیلتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے ہیں'' ایک اور خبر میں یہ علم بھی ہوا کہ جنوبی افریقی کرکٹ حکام نے اپنے کھلاڑی ڈوپلیسس کو انگلش کاؤنٹی کرکٹ میں شرکت کرنے سے یہ کہتے ہوئے روک دیا ہے کہ وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کا حصہ ہیں اور اس لئے انہیں خطرے میں نہیں ڈالا جاسکتا مگر دوسری جانب یہ دلچسپ خبر بھی ذرائع ابلاغ میں موجود ہے کہ پی سی بی نے بائیں ہاتھ کے فاسٹ بالر جنید خان کو انگلش کاؤنٹی لنکا شائر کی جانب سے کھیلنے کی اجازت دیدی ہے جو حال ہی میں ایک انجری سے نجات پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والے 22 سالہ جنید خان جونیئر کرکٹ کی پیداوار ہیں جن کو ابتداء میں بہت زیادہ توجہ نہیں مل سکی مگر جب محمد عامر کو میچ فکسنگ اسکینڈل میں ملوث ہوکر کھیل سے باہر ہونا پڑا اور وہاب ریاض پر بھی شک کے سائے منڈلانے لگے تو سلیکٹرز نے نوجوان جنید خان پر توجہ دی جو بائیں ہاتھ سے گیند کو سوئنگ کرنے میں مہارت کا حامل ہے۔ وسیم اکرم کی ''گڈ بک'' میں موجود کھلاڑی کی خوش قسمتی رہی کہ اسی قومی ٹیم میں وقار یونس جیسے سابق فاسٹ بالر کا ساتھ ملا جو کہ اس کی کوچنگ کے فرائض ادا کرتے رہے اور یہی وجہ ہے کہ جنید خان کی صلاحیتیں چمکنا شروع ہوگئیں۔ جنید خان کی بدقسمتی رہی کہ انہیں عالمی کپ کے دستے میں موجودگی کے باوجود بھی میدان میں اُترنے کا موقع نہیں مل سکا مگر جب قومی ٹیم ویسٹ انڈیز کے دورے پر گئی تو اسے ٹی 20 انٹرنیشنل کرکٹ میں موقع دیدیا گیا۔

اگرچہ کہ اولین آزمائش بہت زیادہ کامیاب نہیں رہی مگر آئرلینڈ کے خلاف 4/12 کی کارکردگی نے جنید کی صلاحیت کو ابھارنے میں اہم کردار نبھایا۔ اسی دوران ون ڈے انٹرنیشنل سطح پر بھی اس نے خاطر خواہ کھیل پیش کیا اور پھر زمبابوے کے دورے پر ہرارے میں ٹیسٹ کیپ بھی حاصل کرلی مگر اس وقت تک اس کی گیندوں میں کوئی خاص بات نظر نہیں آرہی تھی۔

جنید خان کے جوہر کھلنے کا آغاز سری لنکا کے خلاف سیریز میں ہوا جہاں لمبے فاسٹ بالر نے متحدہ عرب امارات کی وکٹوں میں بھی زندگی کی لہر دوڑاتے ہوئے پہلے ہی ٹیسٹ میں 5/38 کی کیریئر بیسٹ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اس دوران سوئنگ بالنگ کے ایسے نظارے دکھائے کہ لوگوں کے ذہن میں وسیم اکرم اور محمد عامر کی یاد تازہ کردی مگر سیریز میں 26.58 کی اوسط سے 12 وکٹیں لینے والے کھلاڑی نے ابھی شاندار مستقبل کی طرف پرواز کی ہی تھی کہ ایک انجری نے اس کے خوابوں کو چکنا چور کرڈالا۔ اسے 6 ہفتوں کے لئے کرکٹ سے دوری کا سامنا کرنا پڑا تو سلیکشن کمیٹی اسے فراموش کرکے محمد خلیل کو منظر عام پر لے آئی حالانکہ 29 سالہ لمبا فاسٹ بالر 2005ء کے بعد پاکستان کی کسی بھی سطح پر نمائندگی سے محروم رہا تھا۔ وہاب ریاض اور سہیل تنویر کی موجودگی میں اس انوکھے فیصلے کا ڈراپ سین یہ ہوا کہ بنگلہ دیش کے دورے میں محمد خلیل کو موقع دیئے بغیر ہی ایک بار پھر گمنامی کے اندھیرے میں دھکیل دیا گیا۔ فٹنس کی بحالی کے بعد جنید خان کو انگلینڈ کے خلاف سیریز میں ایک بار پھر ایکشن میں آنے کا موقع ملا مگر گھٹنے کی ایک انجری نے اس نوجوان کو دوبارہ گھر بھیج دیا جو اپنے کیریئر کے سنہری دور میں کھیلنے اور کارنامے دکھانے کے بجائے زخموں کو سینکنے میں مصروف تھا۔ اس مصیبت سے اپریل میں نجات پانے کے بعد جنید خان ایک بار پھر سری لنکا جانے والے اسکواڈ میں جگہ بنا چکا ہے مگر پی سی بی کا یہ اقدام سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس نے لمبے فاسٹ بالر کو لنکا شائر کی نمائندگی کی اجازت کیوں دی ہے جب وہ کیریئر کے ابتدائی عرصے میں زخموں اور چوٹوں کے تسلسل کے باعث فٹنس کی مشکلات سے دوچار رہا ہے اور اس نے حال ہی میں ایک انجری سے نجات حاصل کی ہے۔

جنید خان کی اہلیت کو محسوس کرتے ہوئے سابق فاسٹ بالر وسیم اکرم نے لنکا شائر کو یہ تجویز پیش کی کہ وہ جنید خان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرے اور فرینڈز لائف ٹی 20 مقابلوں میں 8 میچز کھیل کر جنید خان نے 12 وکٹیں حاصل کیں تو لنکا شائر نے چار سال میں پہلی بار اس ٹورنامنٹ کا فائنل کھیلا جس کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے اس مرتبہ بھی کاؤنٹی کی بھرپور کوشش تھی کہ وہ جنید خان کی خدمات حاصل کرے۔ ابتدا میں ایسا محسوس ہورہا تھا کہ انجری کے سبب شاید جنید خان خود ہی اس پیش کش سے انکار کردیں یا پھر پی سی بی کی جانب سے انہیں اجازت ہی نہ مل سکے گی مگر یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پی سی بی نے لنکا شائر کے لئے جنید خان کی دستیابی پر حامی بھرلی اور اس یقین دہانی کے بعد انگلینڈ جانے کی اجازت دی کہ وہ انگلش کاؤنٹی کرکٹ کے دوران غیر ضروری بوجھ اٹھانے سے اجتناب کریں گے اور آنے والے دوروں کے لئے بہترین حالت میں رہیں گے۔

پی سی بی کی اس ہدایت کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ جنید خان کاؤنٹی کرکٹ میں آدھی ادھوری طاقت کے ساتھ کھیل کر خود کو محفوظ بناتے ہوئے واپس آجائیں۔ فاسٹ بالرز کا ان فٹ ہونا آج کل کوئی انوکھی بات نہیں لیکن جو فاسٹ بالرز انجریز کے تسلسل میں پھنسے ہوں انہیں بڑی احتیاط سے استعمال کرکے ''پائیدار'' بنایا جاسکتا ہے۔ کاؤنٹی کرکٹ کا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ کاؤنٹی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ بیرون ملک سے آنے والے کھلاڑی کی کارکردگی کو حتی الامکان استعمال کرکے اپنے سرمائے کا بدل حاصل کرے۔ اگر کھلاڑی خود کو بچاتے ہوئے مطلوبہ کارکردگی سے محروم رہے گا تو کاؤنٹی اگلے سیزن میں اس کے نام پر غور بھی نہیں کرے گی۔ ایسی صورتحال میں لازمی طور پر جنید خان کو اپنی 100 فیصد کارکردگی دکھانا ہی پڑے گی اور خدانہ کرے کوئی نئی انجری انہیں جکڑ لیتی ہے تو چند میچوں میں شرکت کے بعد اچھی رقم کمانے کا منصوبہ ان کی بین الاقوامی کرکٹ میں واپسی پر پھر سوالیہ نشان لگادے گا جس کا نقصان جنید خان کو ہی نہیں پاکستان کو بھی اٹھانا پڑے گا۔

پی سی بی نے انجریز کے حوالے سے ''نازک'' جنید خان کو لنکا شائر کی جانب سے کھیلنے کی اجازت دے کر کوئی اچھا فیصلہ قطعی نہیں کیا ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حال ہی میں ایک انجری سے صحت یاب ہونے والا فاسٹ بالر کا مختصر سا کیریئر ٹھکانے لگانے کی کوشش کی گئی ہے جو پانچ ٹیسٹ میچوں میں 32.00 کی اوسط سے 13 اور گیارہ ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں 31.16 کی اوسط سے 12 کھلاڑی آؤٹ کرسکا ہے۔ تین ٹی 20 میچوں میں 40.00 کی اوسط سے دو وکٹیں ظاہر ہے کہ کوئی قابل ذکر کارکردگی نہیں کی جاسکتی ہے۔ مگر جنید خان ابھی بننے کے عمل سے گزر رہا ہے اور اپنی بہترین کارکردگی کے لئے کچھ عرصے تک انتظار کرنا ہوگا مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب اسے احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے کہ دوسرے ممالک میں ہورہا ہے۔

دنیا بھر میں فاسٹ بالرز کو ان کی اہلیت کے مطابق مخصوص طرز کے میچوں میں کھلانے کے ساتھ ہی انہیں اضافی بوجھ سے بچایا جارہا ہے۔ مگر پاکستان میں اس حوالے سے کوئی بھی منصوبہ بندی یا حکمت عملی نظر نہیں آرہی۔ لمبے فاسٹ بالرز فتح کی ضمانت ہوتے ہیں اور خوش قسمتی یہ ہے کہ محمد عامر کے بعد جنید خان کی شکل میں ایک اچھا لیفٹ آرم پیسر میسر آگیا ہے۔ وہاب ریاض کے فی الحال ''ناکارہ'' اور سہیل تنویر کے ''بے اثر'' ہونے کے بعد جنید خان کو جس اہمیت کی ضرورت ہے وہ نہیں مل رہی ہے۔ اگر اس پہلو پر توجہ نہیں دی گئی تو جنید خان کی صلاحیتیں بھی خاک میں مل جائیں گی اور عین ممکن ہے کہ وہ ٹی 20 کا بالر ہی بن کر رہ جائے جہاں اسے چار اوورز پھینکنا ہوں گے اور ٹیسٹ فاسٹ بالنگ ایک مرتبہ پھر قحط کا شکار ہوجائے جہاں ضرورت پوری کرنے کے لئے ماضی کے کھلاڑیوں پر بھروسہ کرنا پڑرہا ہے۔ MAB

بڑے ناموں کے بجائے فٹ کھلاڑیوں کو ٹیم کا حصہ بنایا جائے...... محسن حسن خان

پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کوچ و چیف سلیکٹر محسن حسن خان، جنہوں نے ایک طویل عرصہ کرکٹ بورڈ اور کھلاڑیوں کے ساتھ گزارا ہے، کا ماننا ہے کہ جس طرح ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ قریب آتا جارہا ہے اس کے لیے پاکستان کو نوجوان اور مکمل طور پر فٹ کپتان درکار ہے اور فی زمانہ شاہد آفریدی ایسے کھلاڑی ہیں جو مختصر طرز کی کرکٹ میں قومی ٹیم کی زیادہ بہتر انداز میں قیادت کر سکتے ہیں۔ اور میرا شاہد کو مشورہ ہے کہ اگر پاکستان کرکٹ بورڈ ٹی ٹوئنٹی دستے کی قیادت کے لیے آفریدی کو موزوں سمجھتا ہے، تو انہیں بھی ملک کے وسیع تر مفاد میں خود کو کپتانی کے لیے دستیاب کر دینا چاہیے۔ سابق چیف سلیکٹر اور اوپنر بلے باز سے گذشتہ دنوں ایک نشست رکھی گئی جس کا احوال پیش ہے۔

تینوں فارمیٹ کیلئے الگ الگ ٹیمیں پاکستان کو بنانا ضروری نہیں؟

پاکستان کے پاس فی زمانہ اتنے زیادہ وسائل نہیں ہیں کہ وہ تینوں طرز کی کرکٹ کے لیے الگ الگ ٹیمیں بنا سکے، ایسا صرف انگلستان، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا ہی کر سکتے ہیں کیونکہ ان ممالک کے ڈومیسٹک ڈھانچے اتنے زیادہ مضبوط ہیں کہ ان کے پاس متبادل کھلاڑیوں کی طویل قطاریں ہوتی ہیں، پاکستان کو اگر تینوں طرز کی الگ ٹیمیں بنانی ہیں تو اسے اپنا ڈومیسٹک ڈھانچہ مضبوط کرنا ہوگا، بصورت دیگر یہی سمجھا جائے گا کہ پاکستان کرکٹ بورڈ چھت بنانے کی تو سوچ رہا ہے لیکن اس کی توجہ بنیادوں پر نہیں ہے۔ پاکستان کے پاس جتنے وسائل ہیں ان میں صرف وقت کی ضرورت کے پیش نظر محدود طرز کی کرکٹ یعنی ٹی ٹوئنٹی کے لیے الگ ٹیم بنائی جانی چاہیے، جس میں نوجوان اور مکمل طور پر فٹ کھلاڑیوں کو شامل کیا جائے اور اس کے لیے شعیب ملک، شاہد آفریدی اور محمد حفیظ جیسے فٹ کھلاڑی ایک مثال ہیں۔

ٹیسٹ کرکٹ میں سینئر کھلاڑیوں کی واپسی کے متعلق کیا رائے ہے؟

ماضی میں چیف سلیکٹر یا ہیڈ کوچ دونوں حیثیتوں سے میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ نوجوان کھلاڑیوں کو موقع دیا جائے تاکہ ہمارے پاس متبادل کھلاڑیوں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے دور میں پاکستان کے پاس چار سے پانچ ایسے نوجوان کھلاڑی ٹیم کا حصہ بنے جو اب ٹیم کی ضرورت بن چکے ہیں۔ میری حکمت عملی یہ تھی کہ عمر گل، یونس خان اور مصباح الحق جو ملک کے لیے کافی کرکٹ کھیل چکے ہیں اور سینئر بھی ہیں ان کے متبادل ابھی سے تیار کروں۔ یہی وجہ ہے کہ یونس اور مصباح کو پتہ تھا کہ اگر ہم نے دو اننگز بھی بری کھیل لیں تو ہمارے لیے مشکل ہو جائے گی اسی لیے وہ خود کو مکمل فٹ رکھتے تھے اور ایک فٹ کھلاڑی ہی لمبی اننگز کھیل اور طویل اسپیل کرا سکتا ہے اور ایسا ہی کھلاڑی مکمل فیلڈنگ بھی کر سکتا ہے۔ اگر ایک کھلاڑی چاہے اس کا جتنا بھی تجربہ ہو اس کے پاس فٹنس نہیں ہے تو وہ زیادہ دیر وکٹ پر نہیں رک سکتا۔ اس لیے سلیکشن کمیٹی کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ایسے فٹ کھلاڑیوں کو اسکواڈ کا حصہ بنائیں جو تمام اوورز فیلڈنگ کر سکیں، بڑے ناموں کے بجائے فٹ کھلاڑیوں کو آزمایا جائے۔

غیر ملکی کوچ ٹیم کیلیے لازمی عنصر کیوں بنتا جارہا ہے؟

اگر میں چھ ماہ اور کرکٹ بورڈ کے ساتھ رہتا، تو چیئرمین بورڈ کو درخواست کرتا کہ مجھے آسٹریلین یا جنوبی افریقی فیلڈنگ کوچ اور ٹرینز دیا جائے جس سے میں یہ کام لیتا کہ وہ کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے 20 سے 25 کوچز کو بھی ٹریننگ دیں تاکہ کچھ عرصے میں پاکستان کے پاس اپنے جدید کوچز دستیاب ہوں اور پھر ان سے ایسا سائیکل بنتا کہ پاکستان کو دوبارہ بیرون ممالک کے کوچز کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

پاکستان پریمیئر لیگ کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

اگر کوئی پاکستان آنے کو تیار نہیں ہے، تو پی پی ایل کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ حال ہی میں فیصل آباد میں ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ ہوا تھا، جس کے ہر میچ میں اسٹیڈیم تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا، اگر عوام کو ہی دکھانا ہے تو میرے خیال میں ڈومیسٹک کرکٹ پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر باہر سے دوسرے درجے کے کرکٹرز بلوانے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پاکستان کو حالات کی بہتری کے لیے تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہیے آسٹریلیا، انگلستان اور جنوبی افریقہ کی ٹیموں کو ہدف پر رکھنا چاہیے کیونکہ انہی کے دورے کے نتیجے میں پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی ممکن ہو سکتی ہے۔ پاکستانی عوام بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور پریمیئر لیگ طرز کی کرکٹ سے یقینی طور پر پاکستان کو تب ہی فائدہ ہوگا جب یہ اپنے ملک میں کھیلی جائے اور اس میں دنیائے کرکٹ کے سرفہرست کھلاڑی شامل ہوں، لیکن اگر جلد بازی میں ہم دوسرے درجے کے کرکٹرز کو لیگ میں مدعو کریں گے تو اس کا ملک اور اس کی کرکٹ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر اس لیگ کا انعقاد ہی کسی اور سرزمین پر ہوا، تو اس سے نہ صرف پاکستانی شائقین کرکٹ کو شدید مایوسی ہوگی بلکہ ملکی کرکٹ کو بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ جس طرح انڈین یا بنگلہ دیشی پریمیئر لیگ کی ہر ٹیم میں پانچ سے چھ وہاں کے مقامی کھلاڑی ہوتے ہیں اگر ہماری لیگ نیوٹرل گراؤنڈز پر ہوئی تو وسائل کی کمی کے باعث پاکستان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس لیے پاکستان کرکٹ بورڈ کو جلد بازی سے کام لینے کے بجائے دور اندیشی سے کام لینا ہوگا اور مدنظر رکھنا چاہیے کہ جس طرح جنوبی افریقہ 22 سال تک انٹرنیشنل کرکٹ سے باہر رہا لیکن اس نے اس دوران ہمت ہارنے کے بجائے اپنی مقامی کرکٹ کو اتنا زیادہ مضبوط کر لیا کہ جب دو دہائیوں تک باہر رہنے کے بعد وہ بین الاقوامی کرکٹ میں واپس آیا تو عالمی کپ کے سیمی فائنل تک جا پہنچا۔ الحمدللہ پاکستان انٹرنیشنل کرکٹ میں تو ہے اگر ملک میں کرکٹ نہیں ہے تو کیا ہوا، جلد ہمارے میدان بھی انٹرنیشنل کرکٹ کی میزبانی کریں گے۔ یہاں بھی میں ایک مرتبہ پھر کہنا چاہوں گا کہ پی سی بی ایشیائی ممالک کے بجائے جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور انگلستان کی ٹیموں پر توجہ رکھے کرے اور پاکستان پریمیئر لیگ میں ان کے سرفہرست کھلاڑیوں کی شمولیت ہی اس ایونٹ کی کامیابی کی ضامن ہوگی۔

آپ نے بورڈ میں جو خدمات انجام دیں ان سے مطمئن ہیں؟

اللہ کا شکر ہے، میں بورڈ کے جس عہدے پر بھی فائز رہا، اس پر بہترین خدمات سرانجام دیں اور اللہ نے جس طرح مجھے عزت دی ہے وہ پاکستان کے کسی کوچ کے حصے میں آج تک نہیں آئی، مستقبل میں بھی پاکستان کرکٹ کو وہ سب لوٹانے کے لیے تیار ہوں جو اس ملک کی کرکٹ نے مجھے دیا ہے۔

محسن حسن خان
BOOM BOOM
pepsi

برائن لارا

برائن لارا کی رخصتی کے بعد ویسٹ انڈین ٹیم کا زوال شروع ہوگیا

اگر ویوین رچرڈز کرکٹ کا بادشاہ ہے دنیائے کرکٹ کا شہزادہ کہلانے کا حقدار صرف ایک کھلاڑی ہے وہ ہے برائن چارلس لارا۔ چھوٹے سے قد کا یہ بلے باز بدقسمتی سے اک ایسے عہد میں ویسٹ انڈین کرکٹ کے آسمان پر جلوہ گر ہوا، جب کالی آندھی کا زور ٹوٹ چکا تھا اور انفرادی حیثیت میں چند اچھے کھلاڑی ہی رہ گئے تھے۔ لیکن اس دور میں بھی طویل اننگز کھیلنے کے شیدائی اس بلے باز نے کچھ ایسے ریکارڈ قائم کیے جو اس کی عظمت بیان کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ریکارڈ بک میں لارا کا نام دو اننگز کی وجہ سے عرصے سے جگمگا رہا ہے، ایک ٹیسٹ کرکٹ میں 400 اور دوسری فرسٹ کلاس میں *501 رنز کی ریکارڈ طویل ترین انفرادی اننگز۔ برائن لارا نے 1990ء سے 2007ء تک محیط کیریئر میں کئی ریکارڈز اپنے نام کیے 2 مئی 1969ء کو ٹرینیڈاڈ میں جنم لینے والا برائن لارا نے اپنے عہد کے چند عظیم ترین بالرز کا جرات مندی کے سامنا کیا۔ ایک جانب وسیم اکرم اور وقار یونس تھے تو دوسری طرف شین وارن اور گلین مک گرا لیکن کوئی بھی ان کو بلندیوں کو چھونے سے نہ روک سکا۔ پاکستان تو کبھی ویسٹ انڈین سرزمین پر ٹیسٹ سیریز جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکا لیکن 1999ء میں انہوں نے جس طرح آسٹریلیا کے خلاف 213 اور 153 رنز کی دو اننگز کھیل کر تن تنہا ویسٹ انڈیز کو تاریخی فتوحات سے ہمکنار کیا وہ لارا کی عظمت کی کھلی دلیل ہیں۔ دنیا نے کبھی ڈان بریڈمین کے علاوہ کسی بلے باز کو اتنی بڑی اور تیز رفتار اننگز کھیلتے نہیں دیکھا ہوگا۔ لارا دور جدید کے عظیم بلے بازوں کی فہرست میں دوسرا نام تھے جنہوں نے پاکستان میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ سچن رمیش ٹنڈولکر نے نومبر 1989ء میں کراچی میں جبکہ لارا نے دسمبر 1990ء میں لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں پاکستان کے خلاف اپنے ٹیسٹ کیریئر کی ابتدا کی۔ لارا نے محض اپنے پانچویں ٹیسٹ میں آسٹریلیا کے خلاف سڈنی ٹیسٹ میں 277 رنز کی شاندار اننگز کھیلی اور یہ میدان ان کو پھر ایسا بھایا کہ بعدازاں انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نام بھی سڈنی رکھا۔ یہ 1993 کے ابتدائی دن اور ویسٹ انڈیز کے عظمتوں کے آخری ایام تھے۔ برائن لارا کی یہ شاندار ڈبل سنچری سیریز میں 0-1 سے خسارے میں جانے والے ویسٹ انڈیز کے اس طرح واپس لائی کہ وہ سڈنی میں کھیلا گیا تیسرا ٹیسٹ ڈرا کرنے اور بعد میں ایڈیلیڈ اور پرتھ ہونے والے دونوں ٹیسٹ جیت کر سیریز لے اڑا۔ ایڈیلیڈ میں کھیلا گیا ٹیسٹ وہی مقابلہ تھا، جس میں ویسٹ انڈیز نے تاریخ کے کم ترین مارجن یعنی 1 رن سے فتح حاصل کی تھی۔ بہرحال، اس کے بعد لارا نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور پے در پے طویل اننگز کھیل کر ویسٹ انڈیز کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ اپریل 1994ء میں سینٹ جانز، انٹیگا میں انگلستان کے خلاف 375 کی ریکارڈ شکن اننگز کھیلی۔ انہوں نے 538 گیندوں پر 45 چوکوں کی مدد سے 375 رنز بنائے اور ہم وطن سر گارفیلڈ سوبرز کا 1958 میں پاکستان کے خلاف قائم کردہ 365 رنز بنانے کا ریکارڈ توڑا۔ یہ مذکورہ سیریز کا آخری ٹیسٹ تھا اور ویسٹ انڈیز اولین تینوں مقابلوں میں انگلستان کو

بدترین شکست دے کر سیریز جیت چکا تھا۔ البتہ برج ٹاؤن کے چوتھے معرکے میں شکست کا بدلہ یہاں سینٹ جانز میں لارا نے بخوبی لیا۔ محض 24 سال کی عمر میں یہ ریکارڈ بنا کر لارا نے ثابت کردیا کہ وہ کتنے بڑے بلے باز ہیں، جبکہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ لارا کا محض 16واں ٹیسٹ مقابلہ تھا۔ یہ برائن لارا کے لیے یادگار ایام تھے، کیونکہ انہی دنوں میں انہوں نے فرسٹ کلاس کرکٹ کی طویل ترین اننگز بھی کھیلی۔ انہوں نے وارو کشائر کی جانب سے ڈرہم کے خلاف کھیلتے ہوئے 501 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیل کر پاکستان کے حنیف محمد کا 499 رنز کا ریکارڈ توڑا۔ بحیثیت مجموعی لارا نے 131 ٹیسٹ میچز میں 52.88 کے شاندار اوسط

> لارا نے محض اپنے پانچویں ٹیسٹ میں آسٹریلیا کے خلاف سڈنی ٹیسٹ میں 277 رنز کی شاندار اننگز کھیلی اور یہ میدان ان کو پھر ایسا بھایا کہ بعدازاں انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نام بھی سڈنی رکھا

بیٹنگ اور فیلڈنگ کارکردگی

St	Ct	6s	4s	50	100	SR	BF	Ave	HS	Runs	NO	Inns	Mat	
0	164	88	1559	48	34	60.51	19753	52.88	400*	11953	6	232	131	Tests
0	120			63	19	79.51	13086	40.48	169	10405	32	289	299	ODIs
0	320			88	65			51.88	501*	22156	13	440	261	F.c
0	177			86	27			39.67	169	14602	43	411	429	List A
0	0	1	11	1	0	115.11	86	33.00	65	99	0	3	3	T20

جانب سے سب سے زیادہ سراہا گیا وہ مارچ 1999ء میں آسٹریلیا کے خلاف برج ٹاؤن ٹیسٹ میں تھی جب ان کی 153 رنز کی ناقابل شکست اننگز ویسٹ انڈیز کے لیے فتح گر ثابت ہوئی۔ معروف جریدے وزڈن نے برائن لارا کی اس اننگز کو ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی دوسری بہترین اننگز قرار دیا۔ وزڈن سر ڈان بریڈمین کی 1937ء میں انگلستان کے خلاف 270 رنز کی اننگز کو تاریخ کی بہترین اننگز قرار دیتا ہے۔ اس تاریخی میچ میں جہاں اسٹیو واہ کی زیر قیادت آسٹریلیا، جسے تاریخ کے دو عظیم گیند بازوں گلین میک گرا اور شین وارن کی خدمات حاصل تھیں، نے ویسٹ انڈیز کو فتح کے لیے 308 رنز کا بڑا ہدف دیا اور محض 105 رنز پر آدھی ٹیم گنوا بیٹھنے کے بعد اس امر کا امکان بہت کم تھا کہ ویسٹ انڈیز مقابلے میں واپس آ پائے گا لیکن کپتان لارا نے وہ کر دکھایا جس کی توقع بہت کم لوگوں کو تھی۔ انہوں نے چھٹی وکٹ پر پہلے جمی ایڈمز کے ساتھ 133 رنز جوڑے تاہم ایڈمز کے جاتے ہی دو مزید وکٹیں گر گئیں اب لارا نے کرٹلی ایمبروز کے ساتھ نویں وکٹ پر 54 رنز بنائے جس میں ایمبروز کا حصہ محض 12 رنز کا تھا۔ جب ویسٹ انڈیز فتح سے محض 6 رنز کے فاصلے پر تھا تو ایمبروز بھی آؤٹ ہو گئے۔ اب آسٹریلیا کے لیے جیتنا محض ایک گیند کی بات تھی، اور ایسا لگتا تھا کہ وہ ایڈیلیڈ 1994ء کا بدلہ لینے والا ہے لیکن لارا نے جیسن گلیسپی کو خوبصورت کور ڈرائیو رسید کرتے ہوئے میچ کا خاتمہ کر دیا۔ آپ خود تصور کر سکتے ہیں کہ ٹیسٹ دیکھنے والے تماشائیوں کا ردعمل کیا ہوگا۔ حقیقتاً انہوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ برائن لارا 256 گیندوں پر 19 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 153 رنز بنا کر ناٹ آؤٹ رہے اور اسی اننگز کی بدولت ویسٹ انڈیز سیریز میں 1-2 کی ناقابل یقین برتری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اسٹیو واہ نے اسے اپنے کیریئر کا بہترین ٹیسٹ میچ قرار دیا۔ برج ٹاؤن کی اس تاریخی اننگز سے قبل لارا نے کنگسٹن، جمیکا میں ہونے والے میچ میں بھی 213 رنز کی شاندار ڈبل سنچری بنا کر ویسٹ انڈیز فتح کی بنیاد رکھی تھی۔ البتہ لارا جیسے بلے باز کی موجودگی بھی ٹیم کے انتظامی اور نظم و ضبط کے مسائل حل نہ کر سکی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جتنے اچھے بیٹسمین تھے، اتنے عمدہ قائد ثابت نہ ہو سکے۔ گو کہ انہوں نے کئی مرتبہ خود کو مثال بناتے ہوئے ٹیم عظمت رفتہ بحال کرنے کی کوشش کیں، لیکن یہ سب کچھ بے سود ثابت ہوا۔ ٹیم کے علاوہ دوسری جانب بورڈ بھی ان سے تعاون کرتا دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لارا کے پورے کیریئر میں چند ہی مقابلے ایسے تھے جن سے ویسٹ انڈیز کی اچھی یادوابستہ ہو۔ خصوصاً 1996ء کے بعد، جب رچی رچرڈسن نے کرکٹ چھوڑنے کا اعلان کیا، ٹیم مستقل زوال کی جانب گامزن ہوئی۔ ہوم گراؤنڈ پر کھیلے گئے 2007ء کے عالمی کپ میں بھی ویسٹ انڈیز توقعات پر پورا نہ اُتر پایا اور ٹورنامنٹ ختم ہوتے ہی یہ مہرتاباں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

سے 11 ہزار 953 رنز بنائے۔ جس میں 34 سنچریاں اور 48 نصف سنچریاں شامل تھیں۔ ان کے کیریئر کی ایک اور عظیم اننگز وہ تھی جب انہوں نے سب سے طویل انفرادی اننگز کا ریکارڈ ایک مرتبہ پھر اپنے نام کیا۔ لارا نے پہلی بار اپریل 1994 میں انگلستان کے خلاف 375 رنز بنا کر سب سے طویل انفرادی اننگز کھیلنے کا ریکارڈ اپنے نام کیا تھا جو اکتوبر 2003 میں آسٹریلیا کے میتھیو ہیڈن نے زمبابوے کے خلاف پرتھ میں 380 رنز بنا کر توڑ ڈالا تھا۔ البتہ میتھ ہیڈن زیادہ عرصے یہ ریکارڈ اپنے پاس نہ رکھ پائے اور اپریل 2004ء میں سینٹ جانز کے اسی میدان پر برائن لارا نے انگلستان کے خلاف ایک اور تاریخی اننگز کھیلی۔ گو کہ یہ اننگز گزشتہ کی طرح فیصلہ کن نہیں تھی، کیونکہ ویسٹ انڈیز ٹیسٹ سیریز ہار چکا تھا، لیکن 400 رنز کی ناقابل شکست باری کھیل کر انہوں نے ثابت کر دیا کہ انفرادی حیثیت میں وہ اس وقت دنیا کے بہترین بیٹسمین ہیں۔ 582 گیندوں پر 4 چھکوں اور 43 چوکوں پر مشتمل اس اننگز نے ان کا نام تاریخ میں امر کر دیا کیونکہ وہ اب تک واحد بلے باز ہیں جنہوں نے طویل طرز کی کرکٹ میں کواڈرپل سنچری بنائی ہے۔ اس طرح وہ تاریخ کے واحد بلے باز بن گئے جنہوں نے اپنے کیریئر میں سنچری، ڈبل سنچری، ٹرپل سنچری، کواڈرپل سنچری اور کوئنٹپل سنچری بنائی۔ یہ وہ اعزاز ہے جو دو عظیم ترین بیٹسمین ڈان بریڈمین اور سچن ٹنڈولکر بھی ان سے نہیں چھین پائے اور نجانے کب تک اس ریکارڈ پر برائن لارا کا قبضہ رہے۔ مجموعی طور پر لارا نے اپنے ٹیسٹ کیریئر میں 9 ڈبل سنچریاں بنائیں، جو ڈان بریڈمین کی 12 ڈبل سنچریوں کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ دوسری جانب محدود اوورز کی طرز میں انہوں نے 299 میچز کھیلے اور 40.48 کی اوسط سے 10 ہزار 405 رنز بنائے۔ اس میں 19 سنچریاں اور 63 نصف سنچریاں شامل تھیں۔ وہ کرکٹ کی تاریخ کے ان چند بلے بازوں میں سے ہیں جنہوں نے 10 ہزار رنز کا سنگ میل عبور کیا۔ البتہ ان کی جس کارکردگی کو ناقدین کی

لارا جیسے بلے باز کی موجودگی بھی ٹیم کے انتظامی اور نظم وضبط کے مسائل حل نہ کر سکی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جتنے اچھے بیٹسمین تھے، اتنے عمدہ قائد ثابت نہ ہو سکے

بالنگ کارکردگی

4w	SR	Econ	Ave	BBM	BBI	Wkts	Runs	Balls	inn	Mat	
0	-	2.80	-	-	-	0	28	60	4	131	Tests
0	12.2	7.46	15.25	2/5	2/5	4	61	49	5	299	ODIs
0	128.5	4.85	104.00		1/1	4	416	514	-	261	F.c
0	26.0	6.87	29.80	2/5	2/5	5	149	130	-	429	List A
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	3	T.20

اظہر محمود کے لئے پاکستان اور کرکٹ میں سے کسی ایک کا انتخاب مشکل؟

محمد یوسف نے قومی ٹیم میں واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو ایسا لگا کہ ماضی قریب میں ٹھکرائے گئے کھلاڑیوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ ظاہر ہے کہ جب 38 سال کی عمر میں یوسف یہ عزم ظاہر کر سکتے ہیں تو باقی کھلاڑیوں کا کیا قصور ہے کہ وہ یہ کوشش نہ کریں جن کی عمر بھی ان سے کم ہے اور وہ باقاعدگی سے فرسٹ کلاس اور دیگر سطح کی کرکٹ بھی کھیل رہے ہیں۔ واپسی کی امیدیں تو بہت سارے کھلاڑیوں نے ظاہر کی ہیں مگر سابق آل راؤنڈر اظہر محمود تو مسلسل خبروں کی زینت بنے ہوئے ہیں جن کا پاکستان کے لئے ایک مرتبہ پھر کھیلنے کے لئے دل تو مچل رہا ہے مگر ان کا کہنا ہے کہ ''ملک یا کرکٹ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ان کے لئے بڑا مشکل ہے۔'' ظاہر ہے کہ انہوں نے آئی پی ایل میں شرکت کے لئے پاکستانی شہریت چھوڑ کر برطانوی شہریت حاصل کی اور اب وہ قطعی نہیں چاہیں گے کہ محض ایک یا دو مواقع کے لئے اپنی ''محنت'' پر پانی پھیر دیں شاید اسی لئے وہ ہچکچاہٹ کے عالم میں کھل کر اس بات کا اظہار نہیں کر رہے ہیں کہ ان میں اب بھی پاکستان کے لئے کھیلنے کی امنگ موجود ہے۔

اظہر محمود واحد پاکستانی کھلاڑی ہیں جو اس بار آئی پی ایل میں کھیل رہے ہیں اور ان کی کارکردگی بھی ٹھیک ٹھاک ہے جس کا اعتراف سابق فاسٹ بالر سلیم جعفر نے بھی کیا ہے۔ قومی سلیکشن کمیٹی میں سندھ کی نمائندگی کرنے والے سلیم جعفر کا کہنا ہے کہ اظہر محمود کی آئی پی ایل میں کارکردگی اچھی ہے اور اس کی بنیاد پر وہ قومی ٹیم میں واپس آسکتے ہیں لیکن اگر وہ ایک مرتبہ پھر انٹرنیشنل کرکٹ کھیلنا چاہتے ہیں تو ان کو پاکستان میں ڈومیسٹک کرکٹ کھیلنا پڑے گی۔ سلیم جعفر کے مطابق سلیکشن کمیٹی کو ان کھلاڑیوں کا انتخاب کرنا ہوتا ہے جو ڈومیسٹک کرکٹ میں کھیلتے ہوئے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہوں اور اظہر محمود دو سال سے پاکستان میں ڈومیسٹک کرکٹ نہیں کھیلے ہیں جن کو پہلے اپنی ڈومیسٹک کرکٹ میں واپسی یقینی بنانا ہوگی۔ اس ضمن میں پہلا سوال تو یہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ اور اب آئی پی ایل میں کھیلنے والے اظہر محمود میں کیا اتنی کرکٹ باقی ہے کہ وہ پاکستانی اسکواڈ میں جگہ بنا سکیں؟ ان کی عمر گزشتہ فروری میں 37 برس ہو چکی ہے جو کہ ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ جب 38 سالہ یونس اور یہاں تک کہ مصباح الحق پر بھی ان کی عمر کے باعث مسلسل اعتراض کیا جا رہا ہے تو اظہر محمود کو کسی طرح قابل غور سمجھا جاسکتا ہے جو لازمی طور پر صرف ٹی 20 کرکٹ ہی کھیل سکتے ہیں اور یا زیادہ سے زیادہ ون ڈے کرکٹ اور دونوں طرف کی کرکٹ میں جب موجودہ کھلاڑی بھی فراغت کے قریب محسوس ہو رہے ہیں تو پھر اظہر محمود پر یہ چانس کیسے لیا جاسکتا ہے جو کئی برس سے پاکستان کے لئے کھیلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور ان کو سابق کھلاڑی کے درجے پر فائز کیا جا چکا ہے۔

ٹیسٹ کرکٹ میں ان کی واپسی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ انہیں اس سطح پر تو مئی 2001ء میں مسترد کر دیا گیا تھا جب وہ 26 برس کے نوجوان تھے۔ گیارہ سال پہلے انہوں نے انگلینڈ کے خلاف مانچسٹر میں اپنا آخری ٹیسٹ کھیلا تھا اور ان کے 21 ٹیسٹ میچوں پر مشتمل کیریئر کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ پانچ سالہ ٹیسٹ کیریئر میں اظہر محمود نے 21 ٹیسٹ میچوں کی 34 اننگز میں چار مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 30.00 کی اوسط سے 900 رنز اسکور کئے اور تباہ کن بیٹسمین کے طور پر جنوبی افریقہ کے خلاف تین سنچریاں بھی بنا ڈالیں مگر اس کے بعد صرف ایک نصف سنچری ہی ان کی اہلیت کو سہارا دے سکی۔ فیلڈنگ کی دوران 14 کیچ کرنے والے آل راؤنڈر نے میڈیم پیس بالر کی حیثیت سے 1402 رنز کے عوض 39 وکٹیں بھی 35.94 کی اوسط سے حاصل کیں جس میں 4/50 کی عمدہ کارکردگی بھی قابل ذکر تھی مگر ٹیسٹ میچوں میں ان کو واجبی سے ریکارڈ کے باعث وہ مقام نہ مل سکا جس کی امید ان سے کیریئر کی ابتدا میں کی گئی تھی۔

ٹیسٹ کرکٹ کے لئے نظر انداز ہونے کے بعد وہ ون ڈے اسکواڈ کا ایک لازمی حصہ رہے اور انہوں نے اس طرز کی کرکٹ میں زیادہ بہتر بالنگ کی وجہ سے ایک اچھا مقام حاصل کیا کیونکہ وہ وقت ضرورت ہٹنگ بھی کر سکتے تھے مگر ان کی وہی ہٹنگ جس نے انہیں ٹیسٹ کرکٹ میں شہرت کی بلندیاں عطا کی تھیں' ون ڈے کرکٹ میں کبھی کبھار ہی نظر آسکی جس کی وجہ سے ان کی ٹیم پر گہرے اثرات کم ہوتے چلے گئے اور عالمی کپ 2007ء میں پاکستان کی ناقص کارکردگی کی بعد جن کھلاڑیوں کے کیریئر پر کراس کا نشان لگ گیا اس میں اظہر محمود بھی شامل تھے۔ اظہر محمود کا کہنا ہے کہ ''کاؤنٹی کرکٹ میں کھیلنے کا فیصلہ ان کے لئے مشکل نہیں تھا کیونکہ انہیں 2007ء کے بعد سے قومی ٹیم کی نمائندگی کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ جب بہترین کارکردگی کے بعد انہیں ٹیم سے ڈراپ کر دیا گیا۔'' ورلڈ کپ 2007ء میں اظہر محمود نے ایک میچ کھیلا اور 2 رنز بنانے کے بعد 25 رنز کے عوض کوئی وکٹ بھی حاصل نہیں کی جسے مکمل ناکامی کہا جاسکتا ہے اگر وہ عمدہ کارکردگی کے مالک ہوتے تو انہیں پاکستان کے تین میچوں میں سے صرف ایک میں موقع نہ ملتا اور ویسے بھی اسکواڈ میں شعیب ملک' شاہد آفریدی' رانا نوید الحسن اور یاسر عرفات بھی موجود تھے جن کی وجہ سے اظہر محمود کو آزمانے کا موقع بھرپور انداز سے نہ مل سکا۔

ستمبر 1996ء میں بھارت کے خلاف ٹورنٹو میں شروع ہونے والا اظہر محمود کا ون ڈے کیریئر بھی 17 مارچ 2007ء کو آئرلینڈ کے خلاف شکست خوردہ مقابلے کے بعد کنگسٹن میں ختم ہو گیا۔ ان سے اس میچ میں وابستہ کوئی توقع پوری نہ ہو سکی اور 143 میچوں میں 18.10 کی معمولی اوسط سے 1521 رنز کے ساتھ ان کی رخصتی ہو گی جس میں صرف تین نصف سنچریاں شامل تھیں۔ فیلڈنگ کے دوران 37 کیچ کرنے والے آل راؤنڈر نے 4813 رنز کے عوض 123 وکٹیں 39.13 کی مہنگی اوسط سے حاصل کیں۔ انہوں نے 6/18 کی یادگار کارکردگی سمیت اننگ میں پانچ وکٹوں کا کارنامہ تین مرتبہ انجام دیا مگر بالنگ پر بھرپور دسترس کچھ ہی عرصے قائم رکھ سکے اور کیریئر کے اختتامی حصے میں انہیں کافی مشکلات درپیش رہیں جس کی وجہ سے ان کی اوسط پر بھی کافی برا اثر پڑا۔ اس زمانے میں ٹی 20 کرکٹ کا آغاز ہی ہوا تھا جس کی وجہ سے اس طرز کی کرکٹ میں وہ پاکستان کی نمائندگی نہ کر سکے ورنہ شاید ان کے کیریئر کو سہارا مل جاتا۔

کیریئر کے اختتامی حصے کو مایوس کن قرار دینے والے اظہر محمود کا کہنا ہے کہ انہیں کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کا مشورہ ثقلین مشتاق نے دیا تھا جس کے بعد انہوں نے انگلش کاؤنٹی سرے سے پانچ سالہ معاہدہ کیا۔ اظہر کے مطابق جب انہوں نے سرے کی جانب سے کھیلنا شروع کیا تو اس وقت دو غیر ملکی کھلاڑیوں کو ٹیم میں شامل کرنے کی اجازت تھی مگر جیسے ہی انہیں برطانوی شہریت ملی تو قوانین میں تبدیلی رونما ہوئی اور صرف ایک کھلاڑی کو کھلانے پر اکتفا کرنا پڑا اور انہیں کاؤنٹی میں جگہ برقرار رکھنے میں آسانی ہو گئی۔ اظہر محمود کا کہنا ہے کہ بے شک وہ حالیہ برسوں میں بین الاقوامی کرکٹ نہیں کھیل سکے مگر ان کی زندگی بہترین انداز سے گزر رہی ہے اور موجودہ حالات میں یہ بڑا مشکل ہے کہ وہ ملک یا کرکٹ میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکیں۔ پاکستان کی نمائندگی کئے انہیں پانچ سال ہو چکے ہیں اور اس عرصے میں بہت کچھ تبدیل ہو چکا ہے جب اس وقت انہیں مواقع نہیں مل سکے اور 2010ء تک ڈومیسٹک کرکٹ کھیلنے کے باوجود ان کی واپسی کا کوئی امکان پیدا نہیں ہوا تو اب کیسے ہوگا جو کہ کافی مشکل بات ہے۔ نہ جانے سلیکشن کمیٹی کے رکن سلیم جعفر کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ آئی پی ایل کی بنیاد پر انہیں اظہر محمود کی قومی ٹیم میں شمولیت کی امید ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پہلا سوال یہ سامنے آئے گا کہ کیا پاکستان میں صلاحیت کا اس حد تک کال پڑ چکا ہے کہ ماضی کے کھلاڑی واپس بلا کر کھلائے جا رہے ہیں' سلیکشن کمیٹی کو چاہئے کہ وہ نئی صلاحیت تلاش کرے مگر وہ تو ماضی کے آزمائے ہوئے کھلاڑیوں کو تسلی اور دلاسہ دینے میں مصروف ہے جسے دیکھ کر محض حیرانگی ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حالیہ عرصے میں اظہر محمود نے ٹی 20 کرکٹ میں خاطر خواہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں بھی انہوں نے ڈھاکا گلیڈی ایٹرز کی جانب سے گیارہ میچوں میں 33.11 کی اوسط سے 298 رنز بنانے کے علاوہ بہتر بالنگ کا بھی مظاہرہ کیا اور اب کنگز الیون پنجاب کی نمائندگی کرتے ہوئے بھی وہ اچھی آل راؤنڈ کارکردگی دکھانے میں کامیاب ہو رہے ہیں مگر اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ وہ اس کارکردگی پر قومی ٹیم میں شمولیت کے اہل ہو چکے ہیں اور ڈومیسٹک کرکٹ کھیلتے ہی اپنی واپسی کو ممکن بنا لیں گے۔ ٹی 20 کرکٹ میں 2458 رنز اور 128 وکٹیں حاصل کرنے والے اظہر محمود نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں بھی 7654 رنز اسکور کرنے کے ساتھ 609 وکٹیں حاصل کر رکھی ہیں مگر پاکستان کی نمائندگی کا خواب جو برسوں پہلے ٹوٹ چکا تھا اب نئے سرے سے دیکھنا محض خام خیالی ہے جس کا قابل عمل ہونا اس لئے بھی مشکل ہے کہ وہ اب برطانوی شہری ہیں اور جن مقاصد کے لئے انہوں نے پاکستان کی شہریت ترک کی ہے اسے وہ ایک یا دو مواقع کے لئے قطعی خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔ وہ کہتے تو بھی ہیں کہ ملک اور کرکٹ میں کسی ایک کا انتخاب مشکل ہے مگر انہوں نے واضح طور پر کرکٹ کا دامن پکڑ لیا ہے جسے چھوڑنا اب ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

براڈ کی شاندار گیند بازی، انگلستان لارڈز ٹیسٹ میں فاتح

توقعات کے عین مطابق انگلستان نے لارڈز کے تاریخی میدان میں کھیلے گئے پہلے ٹیسٹ ویسٹ انڈیز کو زیر تو کر لیا، لیکن ابتدائی چاروں دنوں تک جدوجہد کرنے والی مہمان ٹیم نے آخری روز ابتدائی وکٹیں جلد گرا کر میچ کو دلچسپ مرحلے میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم ایلسٹر کک اور این بیل کی پانچویں وکٹ پر 132 رنز کی شراکت نے میچ کو سنسنی خیز مرحلے میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ایلسٹر کک فتح سے محض 2 قدم کے فاصلے پر 79 رنز کی اننگز کھیل کے پویلین لوٹے جبکہ این بیل 63 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے ویسٹ انڈیز کی جانب سے عالمی نمبر ایک بلے باز شیونرائن چندرپال دونوں اننگز میں سنچریوں سے محروم رہے اور روایتی سست رفتار انداز سے 87 اور 91 رنز کی کلیدی اننگز کھیلیں۔ گزشتہ 31 میں سے صرف 2 ٹیسٹ میچ جیتنے والے ویسٹ انڈیز کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھا ان میں میچ کو اپنے حق میں رکھتے ہوئے خاتمے تک پہنچانے کی اہلیت بہت کم دکھائی دے رہی ہے اپنی سرزمین پر وہ بہت سخت حریف تو ثابت ہو رہے ہیں لیکن وہاں بھی فتوحات دامن میں نہیں سمیٹ رہے اور بیرون ملک تو اس سے بھی برا حال ہے بہرحال عالمی نمبر ایک ٹیم کے خلاف اسی کی سرزمین پر جیتنا تو ایک بہت مشکل ہدف ہے لیکن ویسٹ انڈیز کو مقابلے پر گرفت پانے کے بعد گنوانے کی عادت سے چھٹکارہ پانا ہوگا۔ عالمی درجہ بندی میں اپنی سرفہرست پوزیشن بچانے کے لیے سیریز میں لازمی فتح کا ہدف لیے انگلستان نے ٹاس جیت کر اول روز ہی سے میچ پر اپنی گرفت مضبوط رکھی اور اگر پہلی اننگز میں شیونرائن چندرپال کی 175 گیندوں پر 87 رنز کی اننگز آڑے نہ آتی تو وہ کہیں کم تر اسکور پر مہمان ٹیم کو ڈھیر کر دیتا لیکن شیو کی یہ ناقابل شکست اننگز ویسٹ انڈیز کو 243 کے مجموعے تک لے گئی ویسٹ انڈیز کی اس تباہی میں اہم ترین کردار اسٹورٹ براڈ نے ادا کیا جو جیمز اینڈرسن کی جانب سے ابتدائی دونوں وکٹیں حاصل کرنے کے بعد ویسٹ انڈین مڈل آرڈر پر چڑھ دوڑے اور سوائے ایک اینڈ سے شیونرائن کے کوئی بلے باز ان کا مقابلہ کر پایا اور باقی تمام وکٹیں اسٹورٹ براڈ نے حاصل کیں براڈ نے صرف 72 رنز دے کر 7 وکٹیں حاصل کیں انہوں نے دوسرے روز اپنی پہلی ہی گیند پر ویسٹ انڈین کا صفایا کر کے اپنے کیریئر کے بہترین اعداد و شمار حاصل کیے۔ جواب میں انگلستان کا جواب کرارا تھا دنیا کی مضبوط ترین شمار کی جانے والی بیٹنگ لائن اپ نے ویسٹ انڈیز کو دوسرے ہی روز میچ سے تقریباً باہر کر دیا اور اس میں اہم ترین کردار انگلش قائد کا تھا جنہوں نے 213 گیندوں پر کیریئر کی 20 ویں سنچری مکمل کی اور انگلستان نے تیسرے روز کا اختتام 259 رنز پر محض تین کھلاڑی آؤٹ کی انتہائی مضبوط پوزیشن کے ساتھ کیا اسٹراؤس کے علاوہ جوناتھن ٹراٹ نے 58 اور این بیل نے 61 رنز کی عمدہ اننگز کھیلیں جبکہ آخری لمحات میں گریم سوان کی 25 گیندوں پر 30 رنز کی اننگز نے اسکور کو 400 کی نفسیاتی حد کے قریب پہنچنے میں مدد دی اور 398 رنز پر این بیل کے اپنا پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے شینن گیبریل کی تیسری وکٹ بننے کے ساتھ ہی انگلستان کی دوسری اننگز تمام ہوئی۔ اسے پہلی اننگز میں 155 کی زبردست برتری حاصل ہوئی اور اسی کے دباؤ میں آنے کے باعث ویسٹ انڈیز مشکلات کا شکار ہو گیا۔ انگلستان نے دوسری اننگز میں خسارے سے دوچار ویسٹ انڈیز کو اس وقت سخت مصیبت میں ڈال دیا جب 65 پر اس کی ابتدائی چاروں وکٹیں گر چکی تھیں ایڈرین بارتھ 24 رنز بنانے کے بعد ٹم بریسنن کی گیندوں پر وکٹوں کے پیچھے کیچ تھما بیٹھے تو دوسرے اینڈ سے اسٹورٹ براڈ نے کیرون پاول کو ٹھکانے لگا دیا۔ ابھی اس صدمے کو ہی نہ جھیل پائے تھے کہ اگلے اوور میں کرک ایڈورڈز کے رن آؤٹ نے ویسٹ انڈین امیدوں پر پانی پھیر دیا ڈیرن براوو نے تجربہ کار شیونرائن چندرپال کے ساتھ اننگز سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی 21 رنز بنانے کے بعد بہت ہی بھیانک انداز میں آؤٹ ہوئے گریم سوان کی ایک اندر آتی ہوئی گیند کو چھوڑنے کی کوشش انہیں بہت مہنگی پڑ گئی اور گیند ان کی آف اسٹمپ کو چھوتی ہوئی نکل گئی اب ویسٹ انڈیز کو کوئی معجزاتی کارکردگی ہی بچا سکتی تھی اور شیونرائن اور مارلون سیموئلز جیسے تجربہ کار کھلاڑیوں کے ہوتے ہوئے یہ توقع عبث بھی نہیں تھی سب سے پہلے تو دونوں نے یہ کیا کہ تیسرے روز مزید کوئی وکٹ نہ گرنے دی اور جب کھلاڑی میدان سے لوٹے تو ویسٹ انڈیز کا اسکور 120 رنز چار کھلاڑی آؤٹ تھا اور اب نتیجے کا تمام تر انحصار چوتھے روز ویسٹ انڈین بلے بازوں کی کارکردگی پر تھا سیموئلز اور شیو نے پوری جان لڑا دی اور چوتھے روز کھانے کے وقفے تک اسکور میں اضافہ کرتے اور وکٹ بچاتے رہے۔ میچ بہت دلچسپ مرحلے میں داخل ہوتا دکھائی دے رہا تھا لیکن کھانے کے وقفے کے بعد نئی گیند ملتے ہی کچھ دیر میں اسٹورٹ براڈ نے سب سے بڑی کامیابی دلائی یعنی کہ 157 رنز کی شراکت داری کا خاتمہ کر دیا انہوں نے ایک سوئنگ ہوتی ہوئی گیند پر سیموئلز کو دوسری سلپ میں کیچ کرایا سیموئلز 172 گیندوں پر 12 چوکوں کی مدد سے 86 رنز بنا کر مایوسی کے عالم میں پویلین لوٹے۔ دوسرے اینڈ سے چندرپال دوسری اننگز میں سنچری کی جانب گامزن تھے جسے وہ پہلی اننگز میں دیگر بلے بازوں کے آؤٹ ہونے کی وجہ سے نہ بنا پائے تھے، لیکن گریم سوان کی گیند پر وہ اس وقت ایل بی ڈبلیو ہو گئے جب انہوں نے 90 میں قدم ہی رکھا تھا 250 گیندوں پر محض 10 چوکوں کی مدد سے 91 رنز بنانے والے شیونرائن نے دونوں اننگز میں اچھی بلے بازی سے ثابت کیا کہ وہ عالمی نمبر ایک بننے کے حقدار ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کی بلے بازی سے حریف ٹیم پر کوئی دھاک نہیں بیٹھی اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ایک میچ ونر کھلاڑی بھی بن سکتے ہیں۔

بہرحال وکٹ کیپر دنیش رام دین اور کپتان ڈیرن سیمی کی بالترتیب 43 اور 37 رنز کی مزاحمت نے ویسٹ انڈیز کو 345 رنز پر پہنچا دیا اور یوں انگلستان کو میچ جیتنے کے لیے 191 رنز کا نسبتاً آسان ہدف ملا۔ براڈ ایک مرتبہ پھر انگلستان کے کامیاب ترین گیند باز رہے جنہوں نے 93 رنز دے کر 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین وکٹیں گریم سوان اور ایک، ایک وکٹ جیمز اینڈرسن اور ٹم بریسنن کو ملی۔ اب انگلستان کو چوتھے روز کے آخری چند اوورز سنبھل کر گزارنے تھے کریز پر پہلی اننگز کے سنچورین کپتان اینڈریو اسٹراؤس اور ایلسٹر کک موجود تھے تاہم دوسرے اوور میں اسٹراؤس کیمار روچ کی خوبصورت گیند پر گلی میں کیچ تھما بیٹھے اچانک اٹھ کر آتی ہوئی گیند نے ان کے بلے کا کنارہ لیا اور سیدھا کیرن پاول کے ہاتھوں میں چلی گئی محض چند اوورز کا کھیل باقی بچ جانے کی وجہ سے انگلستان نے "نائٹ واچ مین" کے طور پر جیمز اینڈرسن کو میدان میں اتارا جو کیمار روچ اور فیڈل ایڈورڈز کے واروں کو زیادہ دیر نہ سہ پائے اور دن کے آخری اوور میں روچ کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے کیچ تھما بیٹھے۔ بالآخر انگلستان کو اپنا بلے باز ہی میدان میں بھیجنا پڑا کک اور ٹراٹ نے دن کی بقیہ گیندیں کھیلیں اور 10 رنز پر 2 وکٹوں کے نقصان کے ساتھ چوتھے روز کا خاتمہ ہوا اور یوں انگلستان کو آخری روز مزید 181 رنز بنانے تھے۔ پانچویں روز ویسٹ انڈیز نے گیند بازوں کے لیے سازگار کنڈیشنز کا صبح بھرپور فائدہ اٹھایا اور پہلے جوناتھن ٹراٹ کیمار روچ کی تیسری وکٹ بنے اور گیبریل نے کیون پیٹرسن کی صورت میں قیمتی ترین وکٹ حاصل کر کے تہلکہ مچا دیا۔ 57 پر 4 وکٹیں گنوا بیٹھنے کے بعد اب سنجیدگی سے بلے بازی کی ضرورت تھی اور کک اور بیل نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا اور پانچویں وکٹ پر 132 رنز جوڑ کو فتح کو یقینی بنایا۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے کیمار روچ نے تین اور شینن گیبریل اور ڈیرن سیمی نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی۔ انگلستان کے اسٹورٹ براڈ کو 11 وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

کراچی کرکٹ کی بدحالی...... عہدیداروں کی ''نااہلی'' کے الزام سے بحالی!!

کراچی کو کرکٹ کی نرسری کہا جاتا ہے اس شہر نے پاکستان کرکٹ کو لاتعداد بڑے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک کھلاڑی دیئے جن میں سے کچھ تو ''عظمت'' کے منصب پر بھی فائز ہوئے مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ آج یہ نرسری ''اُجڑ'' چکی ہے۔ جب سہولیات کی کمیابی تھی تو کھلاڑیوں کی قطار پاکستان کی نمائندگی کے لئے تیار رہتی تھی مگر اب تمام تر سہولتوں کے باوجود صلاحیت ناپید ہو چکی ہے اور شاید یہ بات غلط نہ ہو کہ آج کراچی سے اتنے کھلاڑی بھی دستیاب نہیں جنہیں ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کیا جا سکے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا شہر صلاحیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ ''غریب'' اور ملک کی سب سے بڑی کرکٹ ایسوسی ایشن سب سے زیادہ لاچار ہیں مگر کمال ہے کہ اس ایسوسی ایشن کے کرتا دھرتا ذاتی مفادات کے لئے تو بڑھ چڑھ کر کوششیں اور کاوشیں کرتے نظر آتے ہیں مگر کرکٹ کے لئے ان کی ''خدمات'' قصہ پارینہ بن چکی ہیں جو کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے ہیں۔

کراچی کی حکمرانی میں سب سے اہم کردار کلب کرکٹ کا تھا مگر گزشتہ ایک عشرے کے دوران کھلاڑیوں کی فراہمی کے اس سب سے بڑے ذریعے کو بُری طرح نظرانداز کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ فرسٹ کلاس کرکٹ کی سطح پر بھی اچھے کھلاڑی شاذ و نادر ہی سامنے آ رہے ہیں۔ کراچی کی سینئر اور جونیئر لیگ اب بھی کھیلی جا رہی ہے مگر اس کا معیار انتہائی پست اور محض ''رسمی کارروائی'' بن کر رہ گیا ہے۔ چند بڑے کلبس کو چھوڑ کر ان گنت ٹیمیں ٹھکانے لگ چکی ہیں اور بڑے کلبوں کی سرگرمیاں بھی محض چند مخصوص ٹورنامنٹوں تک محدود ہیں۔ یہ بہت زیادہ قدیم کہانی یا پرانی بات نہیں ہے کہ کراچی میں زونل بنیادوں پر تواتر کے ساتھ بڑے ٹورنامنٹوں کا انعقاد کیا جاتا تھا اور ہر زون اپنے دائرہ اختیار میں آنے والے جونیئر اور سینئر کلبوں سمیت متعدد ٹورنامنٹس آرگنائز کرتا تھا مگر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ختم ہونے لگا اور نیشنل اسٹیڈیم کراچی کی طرح شہر کے بیشتر بڑے گراؤنڈز ''ویران'' ہو گئے جہاں کم و بیش ہر روز کوئی میچ کھیلا جا رہا ہوتا تھا۔ کے سی سی اے کے عہدیداران آج بھی اپنی نشستوں پر براجمان ہیں اور ایسی تقریبات میں بڑی شان کے ساتھ شرکت کرتے ہیں جن میں روایتی ''آپاؤا'' کے کھیل کی طرح ایوارڈز اور تمغوں کی ''بندر بانٹ'' ہوتی ہے لیکن کوئی یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کرتا کہ آخر ان عہدیداروں کو یہ ایوارڈز کن ''خدمات'' پر دیئے جا رہے ہیں۔

حالیہ برسوں میں کراچی کے جو کھلاڑی ابھر کر سامنے آئے ان میں سے اکثر قومی ٹیم تک جا کر اس طرح واپس آ گئے جیسے کہ سمندر کی موجیں ساحل سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں جبکہ کچھ ایسے ہیں جن کو تسلسل کے ساتھ مواقع سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ کراچی کرکٹ کے کرتا دھرتا ان دو یا تین کھلاڑیوں کے لئے آواز

بلند کر کے اپنا ''فرض'' نبھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ کوشش محض ''روزی حلال'' کرنے جیسی ہوتی ہے۔ یہ ناقص منصوبہ بندی ہی ہے جس نے ملک میں کراچی کے مقام کو پستی اور زوال کا شکار کر کے رکھ دیا ہے اور صلاحیتوں کی ہری بھری کھیتی کسی بنجر قطعہ زمین کا نقشہ پیش کر رہی ہے مگر کراچی کرکٹ کے نام نہاد ''مالکان'' زبانی جمع خرچ سے آگے نہیں جا رہے۔

یہی کے سی سی اے تھی جس میں کبھی محمد عیسیٰ اور نصرت عظیم جیسے بے لوث افراد تن من اور دھن سے کراچی کرکٹ کی آبیاری کرتے رہے یہاں تک کہ زونل سطح کے عہدیداروں ضمیر خان، حاجی افتخار احمد، مسرور حسین، اختر علی، علی امام، بدر جعفری، ایم ایم بیگ، نثار اے شیخ، جمیل اشرف، قاسم عثمانی اور مہدی حسن نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق فرائض کو نبھایا مگر آج ایسے بے لوث افراد کا کال پڑ چکا ہے۔ کے سی سی اے کے برسوں تک اعزازی سیکریٹری رہنے والے سید سراج الاسلام بخاری اب ایسوسی ایشن کے صدر بن چکے ہیں۔ انہیں تو ترقی مل گئی ہے مگر کرکٹ کا کھیل زوال کی طرف گامزن ہے کیونکہ ان کے پاس وہ افراد ہی نہیں جو ماضی کی طرح کراچی کی کرکٹ کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ کراچی کے کلبوں میں دوسرے شہروں سے آنے والے کھلاڑیوں کا راج ہے جبکہ کراچی کے رہنے والے ایسوسی ایشن کی غفلت کے باعث اس کھیل سے بددل ہو چکے ہیں مگر کمال ہے کہ اس بُری حالت میں بھی کراچی کرکٹ کے عہدیدار آپس میں تعریفی شیلڈز اور سووینئرز کا تبادلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں جو اس بات کو فراموش کر بیٹھے ہیں کہ یہی شہر کبھی کھیل کی سرگرمیوں کے لحاظ سے مثال ہوا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک دلچسپ امر ہے کہ اس شہر میں نوعمر کھلاڑیوں کی توجہ اب ٹیپ بال کرکٹ پر مرکوز ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جن افراد کو ڈوبتی ہوئی اس ناؤ کا سہارا بننا ہے وہ کراچی میں ٹیپ بال کرکٹ کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں اور اس کی معمولی سی مثال پاکستان ٹیپ بال کرکٹ فیڈریشن کا قیام ہے جس کے تحت اب کھلاڑی مناسب کرکٹ کو چھوڑ کر ''نامناسب'' کرکٹ کی طرف آنکھیں بند کر کے دوڑ رہے ہیں جس میں انہیں فوری مالی فائدہ بھی اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور کسی کو اس بات کی پرواہ تک نہیں ہے کہ جن نوجوان کھلاڑیوں کو آگے چل کر کھیل میں کچھ بننا ہے وہ اپنی تکنیک اور اصول و قواعد سمیت ہر وصف سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہر ویک اینڈ پر ساری رات مختلف میدانوں پر ''شرطوں'' کی بنیاد پر کھیلے گئے ان ٹیپ بال میچوں سے کھلاڑی وقتی فائدے تو حاصل کر رہے ہیں مگر اتوار کی صبح جب میدانوں کو ماضی کل کی طرح بجنا چاہئے تو اکثریت اپنے بستروں پر تھکن سے بے حال ''اوندھی'' پڑی سو رہی ہوتی ہے۔ اس صلاحیت کی بربادی کا جواب کس سے مانگا جائے اور کون ہے جو کراچی کرکٹ کی ابتری پر اپنے گریبان میں جھانک کر سچائی سے حقائق کو تسلیم کرے گا۔

ایک سال قبل کراچی سٹی کرکٹ ایسوسی ایشن کے سیکریٹری پروفیسر اعجاز فاروقی کو پی سی بی نے نااہل قرار دے کر کراچی میں کھیل کی رہی سہی سرگرمیوں سے بھی علیحدہ کر دیا تھا اس وقت کے سربراہ نے پروفیسر صاحب کی جانب سے بورڈ پر مسلسل تنقید کے باعث یہ قدم اٹھایا جس کے بعد میں غیر مشروط معذرت کر کے عہدے پر بحالی کی کوششوں میں کامیابی بھی یقینی بنالی گئی۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ انہوں نے کراچی کے کھلاڑیوں

کے حق میں آواز بلند کی تھی جس کی پاداش میں اعجاز بٹ نے ان کی نااہلی کا فرمان جاری کیا تھا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر پروفیسر اعجاز فاروقی تو دوبارہ اپنے عہدے پر بحال ہو گئے مگر جن کھلاڑیوں کے لئے وہ صدا بلند کر رہے تھے وہ کہاں ہیں؟ ان کی نااہلی کا یہ ایک سالہ طوق کراچی کرکٹ کی قسمت کو کہاں تک بدل سکا اور اس شہر میں موجود فعال عہدیداروں نے اسی عرصے میں چند رسمی مظاہروں کے سوا کون سے تیر چلائے؟ جو مظاہرے سیکریٹری صاحب کی بحالی کے لئے آرگنائز کئے گئے انہیں کراچی کے کرکٹرز کو مواقع کی فراہمی کے لئے کیوں استعمال نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب شاید کسی کے پاس بھی نہیں ہے ۔ پروفیسر اعجاز فاروقی کی پی سی سی کے اجلاس میں شرکت کی خبریں تو بڑے طمطراق سے اخبارات کی زینت بنائی گئیں مگر جس بنیاد پر انہوں نے ضابطہ اخلاق توڑا تھا اس کا کہیں ذکر تک نہیں تھا کہ ان کے غیر متحرک ہونے کے بعد کے سی سی اے کے دیگر عہدیدار کتنے متحرک ہوئے اور انہوں نے کراچی کے کرکٹرز کے لئے کیا اقدامات کئے؟

فیصل اقبال، خالد لطیف، شاہ زیب حسن، رمیز راجہ جونیئر، سہیل خان اور ایسے ہی کتنے کھلاڑی آج بھی اس مسیحا کے منتظر ہیں جو ان کے درد کا علاج کر سکے مگر سیکریٹری صاحب اپنی بحالی کا جشن منانے میں مصروف ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ پی سی بی کے سربراہ نے ذاتی دلچسپی لے کر انہیں بحال کیا ہے۔ ان کا تو بس نہیں چل رہا کہ وہ چوہدری ذکاء اشرف کو ان کی گرانقدر خدمات پر سراہتے ہی رہیں اور انہیں تاریخ کا بہترین پی سی بی چیئرمین ثابت کر دیں۔ پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ پی سی بی کے چیئرمین نے ذاتی دلچسپی لے کر اس معاملے کو ختم کرنے کے ساتھ کرکٹرز اور آرگنائزرز میں پیدا ہونے والی بے چینی کا بھی خاتمہ کیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی بے چینی تھی جو کسی جگہ دکھائی نہیں دی۔ کھلاڑی تو دور کی بات ہے کسی مقامی زونل عہدیدار نے بھی بورڈ کے فیصلے پر ڈھنگ سے احتجاج نہیں کیا اور چند روایتی بیانات اور طے شدہ مظاہرے ضرور ہوئے مگر پھر خاموشی چھا گئی۔ اگر یہ خاموشی ہی بے چینی تھی تو یہ بے چینی برسوں سے اس شہر کی کرکٹ کا نصیب بنی ہوئی ہے۔ آرگنائزر حضرات کراچی کرکٹ کی بدحالی پر بے چین نہیں ہوتے اور نہ ہی دم توڑتی کلب کرکٹ ان کے چین میں خلل ڈالتی ہے۔ روایتی کرکٹ سے بھاگ کر ٹیپ بال کرکٹ کی طرف جاتے کھلاڑیوں کو دیکھ کر بھی ان میں بے چینی نہیں پھیلتی مگر شاباش ہے کہ ایک عہدیدار کی نااہلی انہیں چین سے محروم کر دیتی ہے۔

اعجاز فاروقی کا کہنا ہے کہ کراچی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے اور کے سی سی اے انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی کے لئے پی سی بی کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے لئے تیار ہے مگر غور کرنے کا معاملہ تو یہ ہے کہ جو لوگ ایک شہر کی کرکٹ کو منظم انداز سے نہیں چلا سکتے اور مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں وہ بین الاقوامی سطح پر بھلا کیا تعاون کریں گے؟ پروفیسر صاحب گزشتہ چیئرمین کی پالیسی کو ہدف تنقید بنا کر نااہل قرار پائے مگر آج بورڈ کے سربراہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں حالانکہ کراچی کے حوالے سے نہ تو پالیسی میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ ہی کراچی کی کرکٹ اور کرکٹرز کو کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ اعجاز بٹ ہوں یا چوہدری ذکاء اشرف سب بورڈ کے معاملات کے ذمے دار ہیں اور غیر ذمہ داروں کا محاسبہ ان کا ہی کام ہے۔ بورڈ کے موجودہ سربراہ کاش یہ ہدایت بھی کر دیتے کہ کراچی کی کرکٹ کو سدھار کر ماضی کی طرح فعال بنایا جائے ورنہ گزشتہ چیئرمین کے فیصلے کو دوبارہ صادر کر دیا جائے گا۔ عجیب ہی لوگ ہیں کہ اپنے خلاف چند الفاظ پر تو کسی کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے میں دیر نہیں لگاتے مگر فرائض سے غفلت اور کوتاہی پر ''نااہلی'' کا لفظ بھی زبان پر نہیں لاتے۔ اگر ایک سال پہلے صحیح وجہ پر نااہل قرار دیا جاتا تو آج بحالی کا جشن تو منایا جا رہا ہوتا کہ کراچی کرکٹ کا وہی حال ہے جو گزشتہ برس تھا۔ MAB

دورہ سری لنکا، کوشش ہوگی کرکٹرز کسی سے تحفے وصول نہ کریں، ٹیم منیجر نوید چیمہ

سری لنکا نائٹ کلبوں اور کسینوز کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ ماضی میں پاکستانی کرکٹرز کولمبو اور سری لنکا کے دیگر شہروں میں رات رات بھر کمروں سے غائب رہتے تھے۔ ماضی میں سری لنکا کے دوروں کے حوالے سے پاکستانی کرکٹرز کے ساتھ کئی منفی کہانیاں منسوب ہیں۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر باسط علی کا کہنا ہے کہ پاکستانی ٹیم کے لیے کرفیو کے اوقات رات گیارہ بجے ہوتے تھے۔ گیارہ بجے پوری ٹیم کمروں میں ہوتی تھی لیکن گیارہ بجے گنتی پوری ہونے کے بعد کوئی کرکٹر کمرے میں نہیں پایا جاتا تھا۔ لیکن قومی ٹیم کے منیجر نوید اکرم چیمہ کا دعویٰ ہے کہ سری لنکا کے طویل دورے میں کرفیو کے اوقات پر سختی سے عمل کیا جائے گا اور ڈسپلن پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ ڈسپلن توڑنے والے کھلاڑی کو پہلی پرواز سے وطن واپس بھیج دیا جائے گا۔ کوشش کریں گے کوئی غیر متعلقہ شخص کھلاڑیوں سے نہ ملے اور تحفے تحائف بھی وصول نہ کیے جائیں۔ یہ تاثر غلط ہے کہ سری لنکا میں میچ فکسنگ کے ممکنہ خطرے کا سامنے رکھ کر اس بار خاص احتیاط کی گئی ہے۔ نوید اکرم چیمہ نے کہا کہ اگر پاکستانی ٹیم پریکٹس کرتی ہے اور کھلاڑیوں کو ڈنر کے لیے باہر جانا ہے تو کرفیو کے اوقات رات ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ ورنہ کرفیو کے ٹائمنگ رات ساڑھے دس بجے ہیں۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے ساتھ سیکورٹی آفیسر کرنل وسیم موجود ہے، وہ ہر پلیئر پر نظر رکھیں گے۔ تمام کھلاڑی ذمے دار ہیں انہیں اندازہ ہے کہ بورڈ نے اس حوالے سے سخت ہدایت جاری کی ہوئی ہیں۔ جہاں بورڈ کھلاڑیوں کی ویلفیئر کا خیال رکھتا ہے وہیں کھلاڑیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ ڈسپلن قائم رکھیں۔ دورے اور بدھ سے شروع ہونے والے کیمپ میں بھی ڈسپلن کا طریقہ کار معمول کے مطابق ہوگا۔ اس سوال کے جواب میں کہ سری لنکا کے دورے میں پاکستانی ٹیم کو سٹے بازوں سے دور رکھنے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بنایا گیا ہے۔ نوید اکرم چیمہ نے کہا کہ سٹے باز کوئی کارروائی ایڈوانس میں نہیں کرتے۔ میچ فکسنگ کی روک تھام کے لیے انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کی پالیسی پر عمل کیا جائے گا۔ کھلاڑیوں کو ہر دورے سے قبل بورڈ کی اینٹی کرپشن پالیسی سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ سری لنکا کے جس ہوٹل میں ٹیم قیام کرے گی وہاں ہم ہوٹل
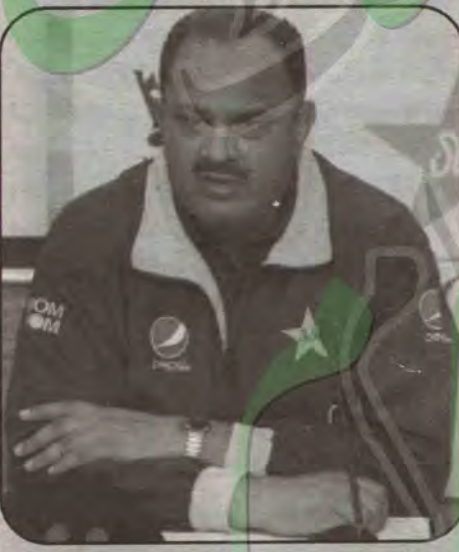
انتظامیہ سے مل کر کوشش کریں گے کہ کھلاڑیوں کے قریب کوئی عام شخص نہ آئے۔ البتہ پورے فلور کو ٹیم کے لیے مخصوص کرنا مشکل کام ہے۔ انہوں نے کہا کہ۔ واضح رہے کہ 2010 کے دورے سری لنکا میں سٹے بازوں نے پاکستانی کپتان یونس خان سے رابطہ کیا تھا۔ جبکہ محمد عامر اور کئی اور کھلاڑی نائٹ کلب میں دکھائی دیے تھے جن کی ویڈیوز بھی منظر عام پر آئی تھی۔ اس وقت ٹیم کے منیجر میاں یاور سعید تھے۔ سری لنکا کے دورے میں پاکستان کے گیارہ کھلاڑیوں کا انتخاب ٹور سلیکشن کمیٹی کرے گی۔ جس میں کپتان، نائب کپتان، کوچ اور منیجر شامل ہوں گے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ ٹیم کے ہمراہ سلیکٹرز کو بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہے تاہم اگر سلیکٹر دورے پر جاتا ہے تو وہ بھی ٹور سلیکشن کمیٹی کا حصہ ہوگا۔ سری لنکا میں پاکستانی ٹیم دو ٹی ٹوئنٹی، پانچ ون ڈے انٹرنیشنل اور تین ٹیسٹ میچ کھیلیں گی۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے منیجر نوید اکرم نے کہا کہ ہر میچ کی پلیئنگ الیون ٹور سلیکشن کمیٹی منتخب کرے گی۔ تینوں طرز کی کرکٹ کے لیے الگ الگ ٹیمیں منتخب ہوئیں ہیں۔ ہر فارمیٹ کے لیے پانچ سے چھ مختلف کھلاڑی ہیں یہ کھلاڑی ٹیم کو جوائن کرتے رہیں گے۔ واضح رہے کہ 2010ء کے دورے سری لنکا میں سٹے بازوں نے پاکستانی کپتان یونس خان سے رابطہ کیا تھا۔ جبکہ محمد عامر اور کئی اور کھلاڑی نائٹ کلب میں دکھائی دیے تھے جن کی ویڈیوز بھی منظر عام پر آئی تھی۔ اس وقت ٹیم کے منیجر میاں یاور سعید تھے۔

آسٹریلیا ویسٹ انڈیز کو کچل کر عالمی نمبر تین بن گیا

محدود اوورز کی سیریز میں بہت ہی شاندار کارکردگی کے مظاہرے کے بعد طویل طرز کی کرکٹ میں ویسٹ انڈیز سے جیسی توقعات وابستہ تھیں، بدقسمتی سے وہ پوری نہ ہوسکیں اور وہ روسیو، ڈومینکا کے خوبصورت اسٹیڈیم ونڈسر پارک میں کھیلے گئے تیسرے و آخری ٹیسٹ میں بھی ناکامی سے دوچار ہو کر سیریز 0-2 سے ہار گیا۔ اس فتح کے ساتھ ہی ٹیسٹ کی عالمی درجہ بندی میں کچھ عرصے سے زوال پذیر آسٹریلیا ایک مرتبہ پھر تیسرے نمبر پر آ گیا، جبکہ گزشتہ سال نمبر ون کے مزے لوٹنے والا بھارت اب چوتھے نمبر پر آ چکا ہے۔ اسپنرز کے لیے مددگار نظر آنے والی پچ پر آسٹریلیا نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا درست ترین فیصلہ کیا اور پہلے ہی روز اندازہ ہو گیا کہ چوتھی اننگز میں اس وکٹ پر کھیلنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گا اور بالآخر ایسا ہوا بھی۔ ایک تو 370 رنز کا ہمالیہ جیسا ہدف، اس پر ویسٹ انڈین بیٹنگ لائن اپ کا تن نازک، اتنا بھاری پتھر ان سے نہ اُٹھنے والا تھا۔ ویسٹ انڈیز نے آخری مرتبہ آسٹریلیا کو 2003ء میں شکست دی تھی جب اس نے انٹیگا میں ریکارڈ 418 رنز کا ہدف عبور کیا تھا، لیکن بلے بازوں کی کارکردگی میں جو تسلسل تھا، ان سے امید کرنا عبث تھا۔ 180 رنز پر 6 وکٹیں گنوانے کے بعد تو توقع بھی نہ کی جا سکتی تھی کہ جہاں بلے باز نہ چل سکے، وہاں آل راؤنڈرز اور ٹیل اینڈرز بیڑہ پار لگائیں گے۔ پھر بھی ویسٹ انڈین کپتان ڈیرن سیمی نے روایتی جارحانہ مزاحمت دکھائی۔ اس وقت حملہ سب سے بہتر دفاع کی حکمت عملی اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ سیمی میں ہے۔

انہوں نے محض 51 گیندوں پر 3 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے 61 رنز بنائے۔ گوکہ دوسرے اینڈ سے وکٹیں جھڑتی رہیں، تاہم وہ آخر تک موجود رہے اور بالآخر 294 رنز کے مجموعے پر ان کے آؤٹ ہوتے ہی ویسٹ انڈین شکست پر مہر ثبت ہو گئی۔

دوسری اننگز میں شیونرائن چندرپال ویسٹ انڈیز کے سب سے نمایاں بلے باز رہے جنہوں نے 69 رنز بنائے جبکہ ڈیرن براوو نے 45 کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ دونوں کے درمیان چوتھی وکٹ پر 110 رنز کی شراکت داری قائم ہوئی تو کسی حد تک امکان ہو چلا تھا کہ ویسٹ انڈیز ہدف کے قریب پہنچ جائے گا لیکن براوو اور کچھ ہی دیر میں چندرپال کے لوٹتے ہی ویسٹ انڈیز پر شکست کے بادل گہرے ہو گئے۔ حریف لائن اپ میں دراڑیں ڈالنے کا کردار حیران کن طور پر کسی اسٹرائیک بالر نے نہیں، بلکہ جز وقتی بالنگ کرانے والے آسٹریلوی کپتان مائیکل کلارک نے انجام دیا۔ جنہوں نے 86 رنز دے کر 5 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جن میں کریگ بریتھویٹ، کیرن پاول، شیونرائن چندرپال، نارسنگھ دیونرائن اور روی رامپال کی وکٹیں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ تین وکٹیں مرکزی اسپنر ناتھن لیون کو بھی ملیں جنہوں نے 87 رنز دے کر کارلٹن باگ کیمار روچ اور ڈیرن سیمی کو ٹھکانے لگایا۔ قبل ازیں آسٹریلیا نے پہلی اننگز میں وکٹ کیپر میتھیو ویڈ کی میچ بچاؤ اننگز کی بدولت پہلی اننگز میں 328 رنز کا بڑا مجموعہ اکٹھا کیا۔ اسپنرز کے لیے پہلے ہی روز سے انتہائی مددگار نظر آنے والی پچ پر پہلے روز آسٹریلیا محض 169 رنز پر اپنی 7 وکٹیں گنوا بیٹھا اور ایسا لگتا تھا کہ اس کی اننگز کی بساط 200 رنز ہی پر لپیٹ دی جائے گی لیکن میتھیو ویڈ نے اپنی بلے بازی کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک فتح گر اننگز کھیلی۔ خصوصاً نویں وکٹ پر مچل اسٹارک کے ساتھ 102 رنز کی شراکت

نے تو ویسٹ انڈین حوصلوں کی کمر ہی توڑ دی۔ ویڈ، جو محض اپنا تیسرا ٹیسٹ کھیل رہے تھے، نے 146 گیندوں پر 3 چھکوں اور 10 چوکوں کی مدد سے 103 رنز بنائے جبکہ اسٹارک نے 35 رنز کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ قبل ازیں آسٹریلیا کا ٹاپ آرڈر شین شلنگفرڈ کی تباہ کن بالنگ کے سامنے بالکل نہ ٹک پایا۔ نوجوان اسپنر نے آسٹریلین بیٹنگ لائن اپ کے تمام بڑے ناموں کو ڈھیر کیا۔ گوکہ ڈیوڈ وارنر اور شین واٹسن کی مزاحمت قابل ذکر ہے جنہوں نے بالترتیب 50 اور 41 رنز بنائے لیکن ان دونوں کے علاوہ رکی پونٹنگ، مائیکل کلارک اور مائیکل ہسی کی وکٹیں حاصل کر کے اس نوجوان اسپنر نے اپنے شاندار مستقبل کی نوید دے دی ہے۔ شلنگفرڈ نے 119 رنز دے کر کل 6 وکٹیں حاصل کیں۔ جواب میں ویسٹ انڈین بلے بازوں نے حسب روایت کارکردگی ہی دکھائی۔ ابتدا ہی میں کریگ بریتھویٹ کی وکٹ گری تو ایڈرین بارتھ اور کیرن پاول نے 61 رنز کی رفاقت سے کچھ سہارا دینے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی ان دونوں کا ساتھ ختم ہوا، پوری عمارت ڈھیر ہو گئی۔ وکٹیں گرنے کا سلسلہ ایک اینڈ سے تو مستقل ہی جاری رہا جبکہ دوسرے اینڈ پر تجربہ کار شیونرائن چندرپال ٹکے ہوئے تھے۔ محض 120 رنز تک پہنچتے پہنچتے ویسٹ انڈیز اپنی 8 وکٹیں گنوا چکا تھا اور اس میں بڑا کردار توقعات کے عین مطابق ناتھن لیون ہی کا تھا جنہوں نے 4 وکٹیں حاصل کیں۔ اگر شیونرائن آخری دو وکٹوں پر روی رامپال اور کیمار روچ کے ساتھ مل کر 98 رنز کا اضافہ نہ کرتے تو ویسٹ انڈیز کا حال اس سے بھی برا ہوتا۔ شیونرائن سب سے آخر میں گرنے والی وکٹ تھے جنہوں نے 164 گیندوں پر 68 رنز بنائے جبکہ روی رامپال نے 31 رنز کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ لیون کی 4 وکٹوں کے علاوہ دو وکٹیں مچل اسٹارک نے حاصل کیں جبکہ بین ہلفناس، راین ہیرس اور ڈیوڈ وارنر نے ایک ایک وکٹ سمیٹی۔ پہلی اننگز میں 110 رنز کی شاندار برتری ملنے کے بعد آسٹریلیا کی مقابلے کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی اور اس نے بھرپور اعتماد کے ساتھ دوسری اننگز کا آغاز کیا۔ گوکہ اسے 25 کے مجموعے پر اپنی دو وکٹوں سے محروم ہونا پڑا لیکن ایڈ کوون اور رکی پونٹنگ کی نصف سنچریوں اور بعد ازاں مائیکل ہسی کے 32 رنز نے آسٹریلیا کو ایک ایسا ہدف دینے کے مقام پر پہنچا دیا جو بلاشبہ ویسٹ انڈیز کی حالیہ بلے بازی کو دیکھتے ہوئے بہت مشکل دکھائی دیتا تھا۔ آسٹریلیا کی دوسری اننگز 259 رنز پر تمام ہوئی۔ ایک مرتبہ پھر شین شلنگفرڈ نے سب سے زیادہ 4 وکٹیں حاصل کیں اور یوں میچ میں 10 بلے بازوں کو آؤٹ کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ تین، تین وکٹیں کیمار روچ اور نارسنگھ دیونرائن کو ملیں۔ 370 رنز کے بڑے ہدف کے تعاقب میں ویسٹ انڈیز کا جو حال ہوا، اس کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے لیکن اب ویسٹ انڈیز کو غور کرنا ہو گا کہ تمام تر محنت، جدوجہد اور کاوشوں کے باوجود وہ میچ جیتنے میں کیوں کامیاب نہیں ہو پا رہا۔ بھارت کے خلاف حالیہ سیریز اور اب آسٹریلیا کے خلاف شکستوں نے اس کی تمام تر محنتوں پر پانی پھیرا ہے، پھر بھی اس کے لیے بہت سے مثبت پہلو ہیں، جن کے ساتھ وہ اب انگلستان جائے گا جہاں بالرز کے لیے مددگار کنڈیشنز میں بلے بازوں کا اصل امتحان شروع ہو گا۔ شیونرائن چندرپال، جنہوں نے اس میچ کے دوران 10 ہزار ٹیسٹ رنز کا سنگ میل عبور کیا، کو سیریز کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ فتح گر اننگز کھیلنے والے میتھیو ویڈ میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

سچن ٹنڈولکر کی کتنی سنچریوں نے بھارت کو فتح سے ہمکنار کیا؟

کسی کھلاڑی کی کارکردگی کے اعداد و شمار سے اس کی خداداد صلاحیتوں کو جانچنا نا صرف غلط ہوگا بلکہ ایسا ممکن بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اعداد و شمار آپ کو مخالف ٹیم کی اہلیت، جس ماحول اور صورت حال میں کامیاب یا ناکام کارکردگی پیش کی گئی ہے اس سے آگاہ نہیں کر سکتے۔ لیکن جب ایک کھلاڑی کی کھیل کی زندگی 20 سال پر محیط ہو تو پھر اعداد و شمار کے سخت ترین مخالف بھی ان کی گواہی کو جھٹلا نہیں سکتے۔ کچھ ایسا معاملہ سچن رمیش ٹنڈولکر کے ساتھ بھی رہا ہے۔ غالباً یہ 1996 کا سال تھا کہ ایک میچ کے دوران ایک بھارتی تماشائی نے کتبہ اٹھا رکھا تھا جس پر لکھا تھا کرکٹ میرا مذہب ہے اور سچن میرا بھگوان۔ تب سے بھارت میں کرکٹ شائقین انہیں کرکٹ کا بھگوان مانتے ہیں، جبکہ دنیا انہیں لٹل ماسٹر کہتی ہے۔

سچن ٹنڈولکر حال ہی میں بین الاقوامی کرکٹ میں سنچریوں کی سنچری بنا کر دنیائے کرکٹ کے واحد بلے باز بن گئے ہیں جن کی کل سنچریوں کی تعداد تہرے ہندسے میں داخل ہوئی ہے۔ لیکن ایک طویل عرصے کے بعد جب سچن نے جب یہ سنگ میل عبور کیا تو بد قسمتی سے بھارتی ٹیم بنگلہ دیش سے کھیلا گیا وہ مقابلہ ہار گئی۔ جو قارئین کرکٹ کے موضوع پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں انہوں نے ضرور اپنے دوستوں سے اس موضوع پر گفتگو کی ہوگی کہ کیا سچن تنڈولکر ایک عظیم بلے باز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ٹیم پلیئر بھی ہیں؟ خصوصاً سوشل میڈیا نیٹ ورکس اور مختلف فورمز پر تو ان گنت مرتبہ اس موضوع پر گرما گرم بحثیں ہوئی ہیں کہ برائن لارا، رکی پونٹنگ اور جیک کیلس پاکستانی ٹیم کے مداح ان میں انضمام الحق اور سعید انور کو بھی شامل کرتے ہیں(میں سے کون بڑا فتح گر کھلاڑی ہے۔ سچن ٹنڈولکر پر تنقید کرنے والوں کا ایک اہم نقطہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی سچن تنڈولکر سنچری بناتے ہیں تو بھارتی ٹیم میچ ہار جاتی ہے۔ اس تنقید نگاروں میں سچن کے عہد کے پاکستانی گیند باز شعیب اختر سب سے آگے رہے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب 'Controversially Yours' میں نہ صرف سچن بلکہ ان کے ساتھی راہول ڈریوڈ کو بھی کہا تھا کہ یہ ہرگز فتح گر کھلاڑی نہیں ہیں۔ چلیے، دیکھتے ہیں کہ اعداد و شمار اس بارے میں کیا کہتے ہیں، کیا واقعی ایسا ہے کہ سچن کی سنچریاں اپنی ٹیم کی فتح میں کارگر ثابت نہیں ہوتیں؟ ہم کوئی نتیجہ نہیں نکالیں گے، صرف اعداد و شمار پیش کر دیں گے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ سچن ٹنڈولکر کی 100 سنچریوں میں سے 53 سنچریوں نے بھارتی ٹیم کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ اور 25 سنچریوں نے سچن کے انفرادی ریکارڈز کو تو بہتر بنایا لیکن ان مقابلوں میں بھارتی ٹیم کے نصیب میں شکست لکھی تھی۔ واضح ہو کہ ان فتح گر 53 سنچریوں میں 20 ٹیسٹ میں اور 33 ایک روزہ بین الاقوامی کرکٹ میں بنی ہیں۔ اور وہ 25 سنچریاں جو بھارتی ٹیم کے کام نہ آ سکیں ان میں 11 ٹیسٹ میں اور 14 ایک روزہ مقابلوں میں بنائی گئیں۔ اس کے علاوہ سچن نے 20 ٹیسٹ سنچریاں ان میچز میں بنائی ہیں جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا۔ ایک سنچری ایک روزہ بین الاقوامی کرکٹ میں ایسی بھی ہے جس میں میچ برابری پر ختم ہوا۔ یہ جان کر آپ کو شاید حیرت ہوگی کہ سچن نے جب بنگلہ دیش کے خلاف اپنی بین الاقوامی کرکٹ کی سوویں سنچری بنائی تو وہ بنگلہ دیش کے خلاف ان کی ایک روزہ بین الاقوامی کرکٹ میں پہلی سنچری تھی۔ مجموعی طور پر سچن ٹنڈولکر نے بنگلہ دیش کے خلاف 6 سنچریاں بنائی ہیں جن میں 5 ٹیسٹ میں اور 1 ایک روزہ کرکٹ میں۔

سچن ٹنڈولکر نے اپنی 100 سنچریوں میں 42 باریوں میں یہ کارنامہ اپنے گھر یعنی بھارتی سرزمین پر سرانجام دیا، 41 بار حریف ٹیم کے میدان پر، اور 17 بار کسی تیسرے ملک میں۔ اسی طرح سچن نے پہلی باری میں 61 بار سنچری بنائی اور دوسری باری میں 39 بار۔ ٹیسٹ میچ کی تیسری باری میں انہوں 10 بار 100 کا سنگ میل عبور کیا اور چوتھی باری میں صرف تین بار۔ سچن رمیش ٹنڈولکر پچھلی دو دہائیوں کے عظیم بلے بازوں میں سے ایک بلے باز ہیں، جن کو کھیلتے ہوئے دیکھنا ہماری خوش قسمتی ہے۔ کیا وہ ایک فتح گر کھلاڑی بھی ہیں، یہ بحث ہمیشہ جاری رہے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعداد و شمار اس بارے میں کافی حد تک واضح کرتے ہیں کہ سچن کی بیشتر سنچریوں نے ٹیم کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

مختلف ملکوں کے خلاف سچن ٹنڈولکر کی سنچریاں

بمقابلہ	کل تعداد	ٹیسٹ میں	ایک روزہ میں
آسٹریلیا	20	11	9
سری لنکا	17	9	8
جنوبی افریقہ	12	7	5
انگلینڈ	9	7	2
نیوزی لینڈ	9	4	5
زمبابوے	8	3	5
پاکستان	7	2	5
ویسٹ انڈیز	7	3	4
بنگلہ دیش	6	5	1
نیمبیا	1	0	1
کینیا	4	0	4

INDIANS
DHL
INDIANS
Hero
سچن ٹنڈولکر

چندر پال
Digicel
WOODWORM
Digicel
BlackBerry
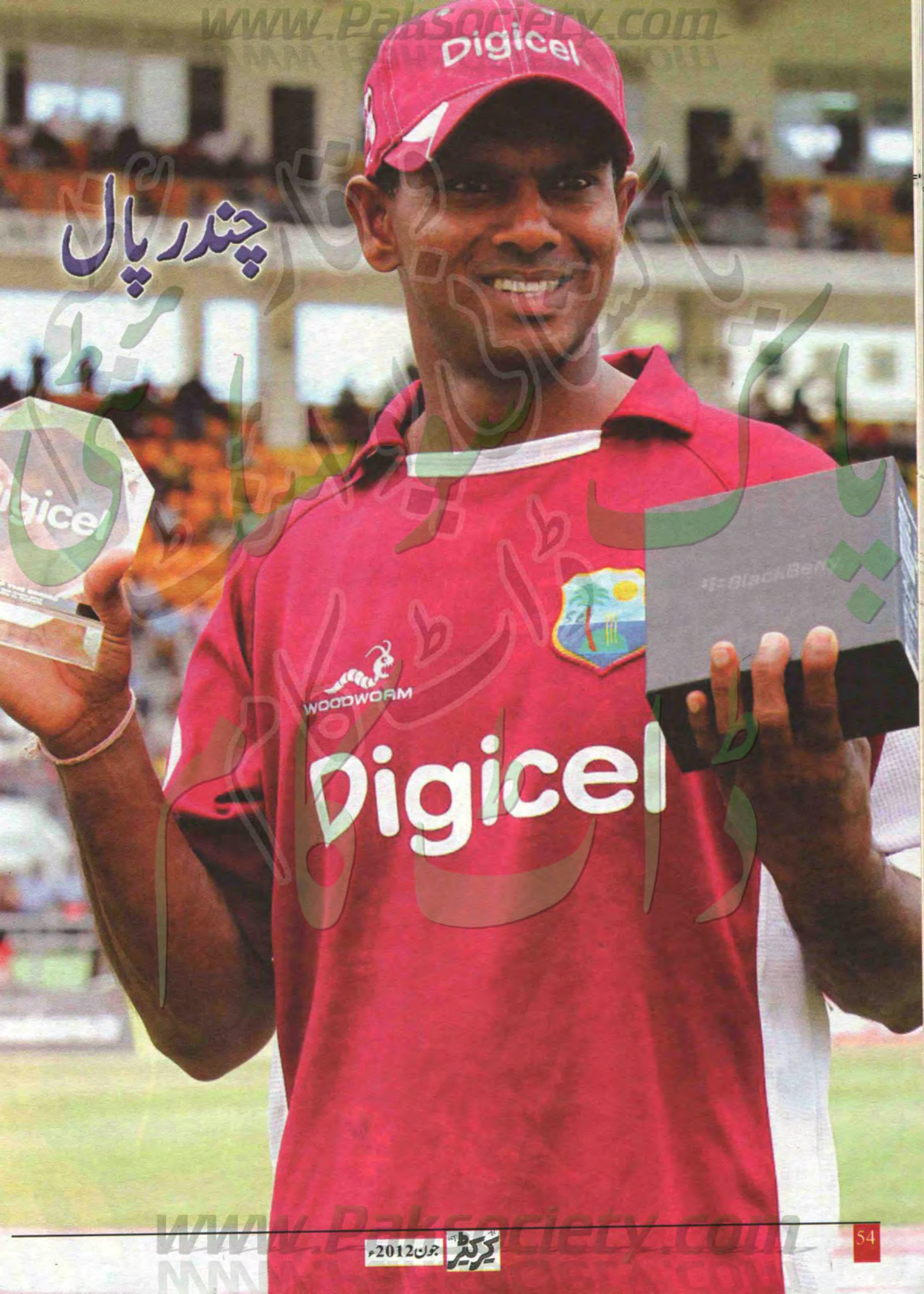
شیونرائن چندرپال 10 ہزار رنز بنانے والے بلے بازوں میں شامل

شیونرائن چندرپال کی ہر ملک کیخلاف کارکردگی

بمقابلہ	Mat	Inns	NO	Runs	HS	Ave	BF	SR	100	50	0	4s	6s
آسٹریلیا	38	20	5	1649	118	49.96	3698	44.59	5	11	1	167	7
بنگلہ دیش	6	8	3	273	101*	54.60	512	53.32	1	1	0	25	2
انگلینڈ	31	50	8	2124	147*	50.57	5039	42.15	5	14	5	251	4
بھارت	23	40	9	2038	140	65.74	4936	41.28	7	10	0	208	7
نیوزی لینڈ	13	20	3	729	126*	42.88	1818	40.09	1	6	2	90	3
پاکستان	14	26	3	986	153*	42.86	2139	46.09	1	6	3	103	3
جنوبی افریقہ	20	36	4	41619	203*	50.59	3890	41.61	5	7	2	188	5
سری لنکا	7	12	3	378	86*	42.00	931	40.60	0	3	0	28	2
زمبابوے	6	9	0	259	74	28.77	598	43.31	0	1	0	32	0
ہوم	69	114	22	5444	203*	59.17	13041	41.74	17	29	6	555	19
بیرون ملک	69	121	16	4510	140	42.95	10256	43.97	8	29	6	525	14
نیوٹرل	2	4	0	101	66	25.25	264	38.25	0	1	1	12	0
مجموعی	140	239	38	10055	203*	50.02	23561	42.67	25	59	13	1092	33

ویسٹ انڈیز کے شیونرائن چندرپال کرکٹ کی تاریخ کی چیدہ ترین شخصیات کے کلب میں شامل ہو گئے ہیں، یعنی 10ہزار رنز بنانے والے بلے بازوں میں۔ انہوں نے ونڈسر پارک، روسیو، ڈومینیکا میں آسٹریلیا کے خلاف جاری تیسرے ٹیسٹ کے چوتھے روز اپنے کیریئر کا یہ اہم ترین سنگ میل عبور کیا۔ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں ان سے قبل صرف 9 بلے بازوں کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے جن میں بہت ہی عظیم نام شامل ہیں۔ سرفہرست لٹل ماسٹر سچن ٹنڈولکر ہیں جن کے رنز کی تعداد 15470 ہے جبکہ چند ہی روز قبل آسٹریلیا کے رکی پونٹنگ بھارت کے راہول ڈریوڈ کو پیچھے چھوڑ کر دوسرے نمبر پر براجمان ہوئے ہیں۔ تیسرے ٹیسٹ کے چوتھے روز کی آخری گیند پر وہ بدقسمتی سے ایل بی ڈبلیو ہو گئے۔ انہوں نے 122 گیندوں پر 69 رنز بنائے اور حریف کپتان مائیکل کلارک کی تیسری وکٹ بنے۔ شیونرائن نے 140 ٹیسٹ پر مشتمل اپنے کیریئر میں 50.02 کی اوسط سے 10ہزار 55 رنز بنائے ہیں۔ 25 سنچریوں اور 59 نصف سنچریوں کی مدد سے وہ ویسٹ انڈیز کی تاریخ کے دوسرے بہترین کھلاڑی بن گئے ہیں۔ ان سے پہلے صرف برائن لارا ہی اس سنگ میل کو عبور کر پائے ہیں جو 11ہزار 953 رنز بنانے کے بعد 2006ء میں ریٹائر ہو گئے تھے۔ بلے بازی کے منفرد انداز کے باعث

Batsman	Matches	Runs	Average	100/50	% runs in losses
برائن لارا	63	5316	42.19	14/22	44.47
شیونرائن چندرپال	65	4446	38.66	8/26	44.82
سچن ٹنڈولکر	54	3991	37.65	11/17	25.79
ایلک اسٹیورٹ	54	2993	29.93	0/23	35.36
راہول ڈراوڈ	49	2778	29.87	4/12	20.90
ایلن بورڈر	46	2771	33.38	5/13	24.79

چندرپال ٹیسٹ کیریئر

Period	Matches	Runs	Average	100/50
Debut-1999	37	2234	40.61	2/18
2000-2004ء	43	2958	47.70	9/14
2005-2008ء	34	3011	62.72	9/18
2009-presentء	26	1852	52.91	5/9

شہرت پانے والے شیونرائن نے 1994 میں انگلستان کے خلاف ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا۔ 18 سالہ کیریئر اور 50 رنز کا اوسط ان کی عظمت کا غماز ہے۔ انہیں ویسٹ انڈیز کی جانب سے سب سے زیادہ یعنی 140 ٹیسٹ میچز کھیلنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے 10ہزار رنز بنانے والے تمام کھلاڑیوں کے مختصر اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کی دلچسپی کا باعث بنیں گے۔

10ہزار ٹیسٹ رنز بنانے والے بلے باز

نام	ملک	دورانیہ	مقابلے	اننگز	رنز	بہترین	اوسط	سنچریاں	نصف سنچریاں
سچن ٹنڈولکر	بھارت	1989ءتاحال	188	311	15470	248*	55.44	51	65
رکی پونٹنگ	آسٹریلیا	1995ءتاحال	165*	282	13346	257	52.75	41	62
راہول ڈریوڈ	بھارت	1996ءتا2012	164	286	13288	270	52.31	36	63
جیک کیلس	جنوبی افریقہ	1995ءتاحال	152	257	12379	224	56.78	42	55
برائن لارا	ویسٹ انڈیز	1990ءتا2006	131	232	11953	400*	52.88	34	48
ایلن بارڈر	آسٹریلیا	1978ءتا1994	156	265	11174	205	50.56	27	63
اسٹیوواہ	آسٹریلیا	1985ءتا2004	168	260	10927	200	51.06	32	50
مہیلا جیاوردنے	سری لنکا	1997ءتاحال	130	217	10440	374	51.17	31	41
سنیل گاوسکر	بھارت	1971ءتا1987	125	214	10122	236*	51.12	34	45
شیونرائن چندرپال	ویسٹ انڈیز	1994ءتاحال	140*	239	10055	203*	50.02	25	59

پاکستان بمقابلہ سری لنکا.....ٹیسٹ سیریز ریکارڈز

سیریز	سیزن	فاتح	مارجن
سری لنکا پاکستان میں	1981/82ء	پاکستان	2-0 (3)
سری لنکا پاکستان میں	1985/86	پاکستان	2-0 (3)
پاکستان سری لنکا میں	1985/86ء	ڈرا	1-1 (3)
سری لنکا پاکستان میں	1991/92ء	پاکستان	1-0 (3)
پاکستان سری لنکا میں	1994ء	پاکستان	2-0 (2)
سری لنکا پاکستان میں	1995/96ء	سری لنکا	2-1 (3)
پاکستان سری لنکا میں	1996/97ء	ڈرا	0-0 (2)
سری لنکا پاکستان میں	1999/00ء	سری لنکا	2-1 (3)
پاکستان سری لنکا میں	2000 ء	پاکستان	2-0 (3)
سری لنکا پاکستان میں	2004/05ء	ڈرا	1-1 (2)
پاکستان سری لنکا میں	2005/06ء	پاکستان	1-0 (2)
سری لنکا پاکستان میں	2008/09ء	ڈرا	0-0 (2)
پاکستان سری لنکا میں	2009ء	سری لنکا	2-0 (3)
نیوٹرل (یو اے ای میں)	2011/12ء	پاکستان	1-0 (3)

زیادہ سے زیادہ مجموعہ

ٹیم	اسکور	اوورز	رن ریٹ	اننگز	بمقام	تاریخ میچ
پاکستان	765/6d	248.5	3.07	2	کراچی	21 Feb 2009
سری لنکا	644/7d	155.2	4.14	1	کراچی	21 Feb 2009
سری لنکا	606	151.0	4.01	1	لاہور	1 Mar 2009
سری لنکا	600/8d	175.2	3.42	2	گال	21 Jun 2000

کم سے کم مجموعہ

ٹیم	اسکور	اوورز	رن ریٹ	اننگز	بمقام	تاریخ میچ
سری لنکا	71	28.2	2.50	1	کینڈی	26 Aug 1994
سری لنکا	73	24.5	2.93	3	کینڈی	3 Apr 2006
سری لنکا	90	36.0	2.50	1	کولمبو	12 Jul 2009
سری لنکا	101	43.0	2.34	3	کینڈی	23 Feb 1986
سری لنکا	109	42.4	2.55	1	کینڈی	23 Feb 1986

سات سو یا زائد رنز بنانے والے بیٹسمین

بیٹسمین	دورانیہ	میچز	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	سنچری	نصف سنچری	
کمار سنگاکارا	2002-2011	13	25	2	1830	230	79.56	7	7	0
انضمام الحق	1994-2006	20	31	5	1559	200*	59.96	5	7	2
سنتھ جیا سوریا	1991-2006	17	30	1	1490	253	51.37	4	6	0
اروینڈا ڈی سلوا	1985-2000	21	38	3	1475	168	42.14	8	1	3
یونس خان	2000-2011	18	28	2	1356	313	52.15	5	4	2
مہیلا جیا وردنے	1999-2011	21	40	2	1217	240	32.02	1	7	3
ارجنا رانا ٹنگا	1982-2000	22	39	3	1210	135*	33.61	1	9	6
تھیلان سمر اویرا	2002-2009	10	18	2	941	231	58.81	3	3	0
سعید انور	1994-2000	11	16	0	919	136	57.43	2	8	1
حشان تلکارتنے	1991-2002	13	22	6	820	115	51.25	2	4	1
رمیز راجہ	1985-1997	12	17	1	744	122	46.50	1	7	1
سلیم ملک	1982-1997	15	19	2	739	155	43.47	3	3	0
مارون اتاپتو	1997-2004	13	25	2	728	207*	31.65	1	3	4
محمد یوسف	1999-2009	15	26	1	725	112	29.00	1	3	1
شعیب ملک	2002-2009	9	15	3	717	148*	59.75	2	3	3

زیادہ وکٹیں لینے والے بالرز (30 یا زائد وکٹ)

بالرز	میچز	اننگز	اوورز	میڈن	رنز	وکٹیں	بہترین	اننگز	اوسط	5w
چاہ مرالی دھرن	16	25	782.5	184	2037	80	6/71	25.46	5	1
وسیم اکرم	19	32	545.4	152	1340	63	5/43	21.26	3	0
وقار یونس	13	22	360.3	53	1273	56	6/34	22.73	4	1
چمندا واس	18	28	645.5	131	1742	47	5/99	37.06	1	0
عمران خان	10	14	298.0	76	673	46	8/58	14.63	3	1
رنگانا ہیراتھ	9	17	455.5	104	1195	36	5/99	33.19	2	0
دانش کنیریا	7	12	375.2	61	1159	35	7/118	33.11	2	1
ثقلین مشتاق	7	14	466.1	119	1186	34	5/89	34.88	1	0
سعید اجمل	6	12	350.3	61	939	32	5/68	29.34	1	0
عمر گل	10	19	312.3	37	1126	32	6/135	35.18	1	0
وکرما سنگھے	12	20	370.0	76	1104	30	6/103	36.80	2	0

وکٹ کیپنگ ریکارڈز (15 یا زائد شکار)

وکٹ کیپر	میچز	اننگز	شکار	میچز	اسٹمپڈ	اننگز بہترین
معین خان	16	29	40	35	5	3 (3ct 0st)
کامران اکمل	8	15	31	30	1	5 (4ct 1st)
رمیش کالووتھرانا	11	17	22	16	6	3 (2ct 1st)

وکٹ کیپنگ ریکارڈز (15 یا زائد شکار)

وکٹ کیپر	میچز	اننگز	شکار	کیچ	اسٹمپڈ	اننگز بہترین
معین خان	16	29	40	35	5	3 (3ct 0st)
کامران اکمل	8	15	31	30	1	5 (4ct 1st)
رمیش کالووتھرانا	11	17	22	16	6	3 (2ct 1st)
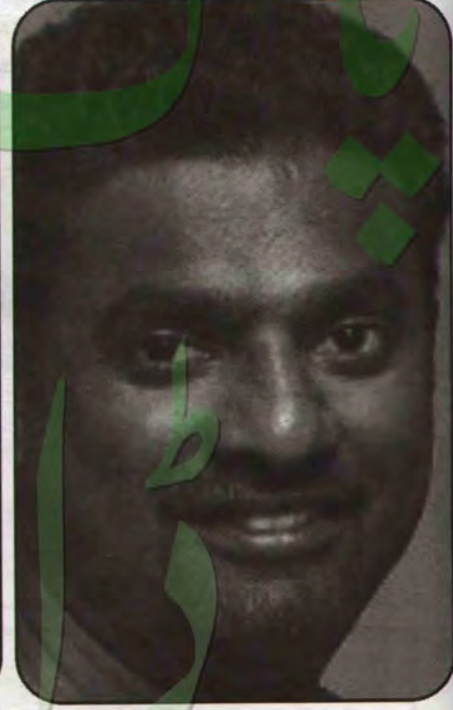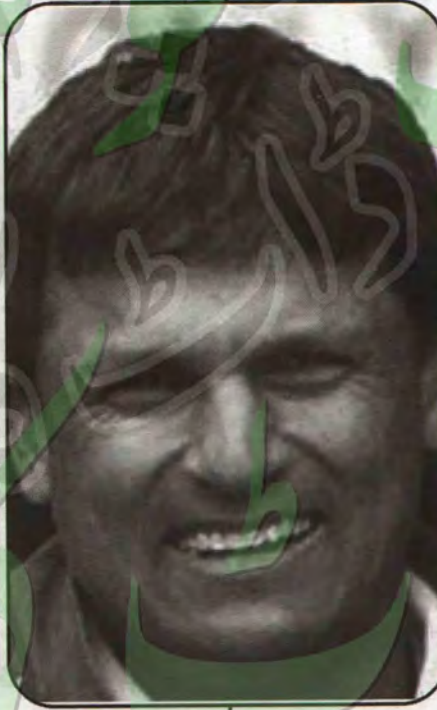
پارٹنرشپ ریکارڈز

وکٹ	رنز	بیٹسمین	ٹیمیں	بمقام	تاریخ
1st	335	مارون اتاپتو، سنتھ جیاسوریا	سری لنکا	کینیڈی	28 Jun 2000
2nd	217	سداتھ ویٹی منی، رائے ڈائیس	سری لنکا	فیصل آباد	14 Mar 1982
3rd	397	قاسم عمر، جاوید میانداد	پاکستان	فیصل آباد	16 Oct 1985
4th	437	مہیلا جیاوردنے، تھیلان سمراویرا	سری لنکا	کراچی	21 Feb 2009
5th	207	تھیلان سمراویرا، تلکارتنے دلشان	سری لنکا	لاہور	1 Mar 2009
6th	201	کمار سنگاکارا، پرسنا جیاوردنے	سری لنکا	ابوظہبی	18 Oct 2011
7th	169*	کامران اکمل، یاسر عرفات	پاکستان	کراچی	21 Feb 2009
8th	88	معین خان، وقار یونس	پاکستان	کراچی	12 Mar 2000
9th	145	یونس خان وسیم اکرم	پاکستان	راولپنڈی	26 Feb 2000
10th	90	وسیم اکرم، ارشد خان	پاکستان	کولمبو	14 Jun 2000

(چھ یا زائد وکٹ اننگز میں)

بالرز	اوورز	میڈن	رنز	وکٹیں	بمقام	تاریخ	میچ
عمران خان	29.3	8	58	8	8	لاہور	22 Mar 1982
روی رتنائیکے	23.2	5	83	8	8	سیالکوٹ	27 Oct 1985
دانش کنیریا	60.0	20	118	7	7	کراچی	28 Oct 2004
وقار یونس	14.0	4	34	6	6	کینڈی	26 Aug 1994
محمد آصف	23.0	7	44	6	6	کینڈی	3 Apr 2006
توصیف احمد	15.0	7	45	6	6	کینڈی	23 Feb 1986
عمران خان	22.5	3	58	6	6	لاہور	22 Mar 1982
چناہ مرالی دھرن	4.27	4	71	6	6	پشاور	5 Mar 2000
چناہ مرالی دھرن	53.0	19	98	6	6	کولمبو	19 Apr 1997
کمار دھرما سینا	45.2	13	99	6	6	کولمبو	9 Aug 1994
وکرما سنگھے	29.1	7	103	6	6	لاہور	4 Mar 1999
اسانتھا ڈیمیل	22.0	1	109	6	6	کراچی	7 Nov 1985
عمر گل	37.0	2	135	6	6	لاہور	1 Mar 2009
اقبال قاسم	65	18	141	6	6	فیصل آباد	14 Mar 1982
اُپل چندانا	7	47.5	179	6	6	ڈھاکہ	12 Mar 1999

پانچ یا زائد میچوں میں کپتانی کرنے والے قائد

کپتان	دورانیہ	میچز	جیتے	ہارے	ٹائی	ڈرا	فتح تناسب	شکست تناسب
سنتھ جیا سوریا	2000-2002	7	3	3	0	1	42.85	42.85
دلیپ مینڈس	1982-1986	7	1	3	0	3	14.28	42.85
ارجنا راناٹنگا	1994-1997	7	2	3	0	2	28.57	42.85
عمران خان	1986-1992	6	2	1	0	3	33.33	16.66
جاوید میانداد	1982-1985	6	4	0	0	2	66.66	0.00
رمیز راجا	1995-1997	5	1	2	0	2	20.00	40.00
یونس خان	2009-2009	5	0	2	0	3	0.00	40.00

200 پلس کی اننگز

بیٹسمین	رنز	منٹ	بالز	4s	6s	ٹیم	بمقام	میچ تاریخ
یونس خان	313	760	568	27	4	پاکستان	کراچی	21 Feb 2009
سنتھ جیاسوریا	490	253	348	33	4	سری لنکا	فیصل آباد	20 Oct 2004
مہیلا جیاوردنے	240	531	424	32	0	سری لنکا	کراچی	21 Feb 2009
توفیق عمر	236	712	496	17	1	پاکستان	ابوظہبی	18 Oct 2011
تھیلان سمراویرا	231	454	318	31	0	سری لنکا	کراچی	21 Feb 2009
کمار سنگاکارا	230	480	327	33	3	سری لنکا	لاہور	6 Mar 2002
تھیلان سمراویرا	214	414	338	32	0	سری لنکا	لاہور	1 Mar 2009
اعجاز احمد	211	519	372	23	1	پاکستان	ڈھاکہ	12 Mar 1999
کمار سنگاکارا	211	644	431	18	0	سری لنکا	ابوظہبی	18 Oct 2011
ماروان اتاپتو	207*	457	649	19	0	سری لنکا	کینڈی	28 Jun 2000
قاسم عمر	206	-	-	-	0	پاکستان	فیصل آباد	16 Oct 1985
جاوید میانداد	203*	-	-	-	1	پاکستان	فیصل آباد	16 Oct 1985
انضمام الحق	200*	353	397	23	2	پاکستان	ڈھاکہ	12 Mar 1999

آئی پی ایل کرکٹ.....شماریاتی تجزیہ

بیٹنگ

300 یا زائد رنز (نوٹ تمام اعداد و شمار گروپ میچوں کے اختتام تک ہیں)

6s	4s	0	50	100	SR	BF	Ave	HS	Runs	NO	Inns	Mat	بیٹسمین
59	46	0	7	1	160.74	456	61.08	128*	733	2	14	15	کرس گیل (آرسی بنگلور)
18	58	0	5	0	129.61	439	40.64	84	569	1	15	15	شیکھر دھون (دکن چارجر)
10	73	2	3	1	129.33	433	40.00	103*	560	2	16	16	اجنکا راہانے (راجستھان رائلز)
15	61	2	6	0	142.19	391	39.71	93	556	1	15	15	گوتم گھمبیر (کولکتہ نائٹ رائیڈر)
19	56	1	5	0	164.62	294	37.23	87*	484	1	14	14	وریندر سہواگ (دہلی ڈیئر ڈیولز)
	20	41	1	5	0149.68	320	43.54	78	479	2	13	13	کیمرون وائٹ (دکن چارجرز)
	4	63	0	2	0112.13	412	28.87	58	462	0	16	16	راہول ڈراوڈ (راجستھان رائلز)
7	53	1	2	0	126.31	342	27.00	75	432	0	16	16	مندیپ سنگھ (کنگز الیون پنجاب)
18	39	2	3	1	129.72	323	32.23	109*	419	2	15	16	روہیت شرما (ممبئی انڈینز)
10	38	0	2	0	118.07	343	27.00	69	405	1	16	16	روبن اوتھاپا (پونے واریئرز)
17	29	0	3	0	130.92	304	33.16	73	398	0	12	13	فلپ ڈی پلیسس (چینئی سپر کنگز)
17	28	0	2	0	129.83	305	33.00	68*	396	3	15	16	ڈیوڈ ہسی (کنگز الیون پنجاب)
9	33	0	2	0	111.65	326	28.00	73*	364	2	15	16	ویرات کوہلی (آرسی بنگلور)
14	24	0	0	0	135.58	267	40.22	47*	362	5	14	15	اسٹیون اسمتھ (پونے واریئرز)
13	30	1	0	0	126.76	269	24.35	44	341	1	15	16	سریش رائنا (چینئی سپر کنگز)
16	24	0	3	0	132.81	256	37.77	76	340	4	13	13	اویس شاہ

(راجھستان رائلز)

7	39	0	2	0	120.00	280	30.54	68*	336	2	13	13	شان مارش (کنگز الیون پنجاب)
14	19	1	2	0	131.42	245	40.25	81*	322	6	14	16	امباتی رے یودھ (ممبئی انڈینز)
15	26	1	3	0	161.11	198	39.87	64*	319	5	13	16	ابراہم ڈی ویلیئر (آرسی بنگلور)
4	37	1	2	0	115.07	272	31.30	74	313	2	12	12	سچن ٹنڈولکر (ممبئی انڈینز)
9	24	1	1	0	102.64	302	22.14	79	310	1	15	15	جیک کیلس (کولکتہ نائٹ رائیڈرز)
20	22	0	1	1	147.34	207	61.00	103*	305	3	8	8	کیون پیٹرسن (دہلی ڈیئر ڈیولز)
1	14	0	0	0	128.15	238	38.12	48	305	6	14	16	ڈیوائن براوو (چنئی سپر کنگز)

بالنگ----

15یا زائد وکٹیں

5	4	SR	Econ	Ave	BBI	Wkts	Runs	Mdns	Overs	Inns	Mat	بالرز
0	1	14.1	7.05	16.64	4/20	25	416	1	59.0	15	15	مورنے مورکیل (دہلی ڈیئر ڈیولز)
1	1	13.9	5.14	11.95	5/19	22	263	1	51.1	13	13	سنیل نرائن (کولکتہ نائٹ رائیڈرز)
0	1	14.0	6.00	14.04	4/16	22	309	1	51.3	13	13	لیستھ مالنگا (ممبئی انڈینز)
0	0	17.6	8.59	25.26	3/22	19	480	0	55.5	14	15	ونے کمار (آرسی بنگلور)
0	0	15.5	6.10	15.83	3/8	18	285	2	46.4	12	12	ڈیل اسٹین (دکن چارجرز)
0	1	16.5	7.91	21.88	4/34	17	372	0	47.0	12	12	پری وندر آوانہ (کنگز الیون پنجاب)
0	0	18.7	7.33	22.88	3/19	17	389	2	53.0	15	15	امیش یادیو (دہلی ڈیئر ڈیولز)
0	0	21.1	7.55	26.64	3/38	17	453	1	60.0	15	16	ظہیر خان (آرسی بنگلور)
0	0	21.3	7.35	26.18	3/18	16	419	1	57.0	16	16	پیوش چاؤلہ (کنگز الیون پنجاب)
0	0	16.0	6.50	17.33	3/21	15	260	0	40.0	10	10	مرالی دھرن (آرسی بنگلور)
0	1	16.3	7.93	21.60	4/44	15	324	0	40.5	13	13	کائرون پولارڈ (ممبئی انڈینز)
0	2	18.6	7.86	24.46	4/20	15	367	2	46.4	12	12	مناف پٹیل

(ممبئی انڈینز)

15 یا زائد چھکے ایونٹ میں

بیٹسمین	Mat	Inns	NO	Runs	HS	Ave	BF	SR	100	50	0	4s	6s
کرس گیل (آرسی بنگلور)	15	14	2	733	128*	61.08	456	160.74	1	7	0	46	59
کیون پیٹرسن (دہلی ڈیئر ڈیولز)	8	8	3	305	103*	61.00	207	147.34	1	1	0	22	20
کیمرون وائٹ (دکن چارجرز)	13	13	2	479	78	43.54	320	149.68	0	5	1	41	20
وریندر سہواگ (دہلی ڈیئر ڈیولز)	14	14	1	484	87*	37.23	294	164.62	0	5	1	56	19
شیکھر دھون (دکن چارجرز)	15	15	1	569	84	40.64	439	129.61	0	5	0	58	18
روہیت شرما (ممبئی انڈینز)	16	15	2	419	109*	32.23	323	129.72	1	3	2	39	18
فلپ ڈی پلیسس (چنئی سپر کنگز)	13	12	0	398	73	33.16	304	130.92	0	3	0	29	17
ڈیوڈ ہسی (کنگز الیون پنجاب)	16	15	3	396	68*	33.00	305	129.83	0	2	0	28	17
اویس شاہ (راجھستان رائلز)	13	13	4	340	76	37.77	256	132.81	0	3	0	24	16
ڈیوائن براوو (چنئی سپر کنگز)	16	14	6	305	48	38.12	238	128.15	0	0	0	14	16
مہنیش اگروال (آرسی بنگلور)	16	12	1	225	64*	20.45	158	142.40	0	1	0	19	15
ابراہم ڈی ویلیر (آرسی بنگلور)	16	13	5	319	64*	39.87	198	161.11	0	3	1	26	15
گوتم گمبھیر (کولکتہ نائٹ رائیڈرز)	15	15	1	556	93	39.71	391	142.19	0	6	2	61	15

گروپ میچوں کے بعد پوائنٹس ٹیبل

ٹیم	Mat	Won	Lost	Tied	N/R	Pts	R.R	FOR	Against
دہلی ڈیئر ڈیولز	16	11	5	0	0	22	+0.617	2365/283.5	2361/306.0
کو؛کتہ نائٹ رائیڈرز	16	10	5	0	1	21	+0.561	2150/285.1	2032/291.1
ممبئی انڈینز	16	10	6	0	0	20	-0.100	2313/312.3	2343/312.2
چنئی سپر کنگز	16	8	7	0	1	17	+0.100	2232/293.3	2144/285.4
رائل چیلنجر بنگلور	16	8	7	0	1	17	-0.022	2472/296.2	2505/299.3
کنگز الیون پنجاب	16	8	8	0	0	16	-0.216	2390/313.3	2455/313.1
راجھستان رائلز	16	7	9	0	0	14	+0.201	2516/316.0	2402/309.3
دکن چارجرز	16	4	11	0	1	9	-0.509	2312/298.4	2405/291.3
پونے واریئرز	16	4	12	0	0	8	-0.551	2321/319.2	2424/310.0

کپتانوں کی تبدیلی درست فیصلہ ہے......ڈیو واٹمور

قومی کرکٹ ٹیم کے کوچ ڈیو واٹمور کا کہنا ہے کہ اس وقت میں خود کو بہترین مقام پر موجود تصور کرتا ہوں۔ ہر میچ جیتنے کی گارنٹی نہیں لیکن نتائج کی پرواہ کیے بغیر کھلاڑیوں کو ذمہ داری اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ کرکٹ ویب سائٹ کو انٹرویو میں انہوں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرا ہدف پاکستان ٹیم کے لیے پہلی یا دوسری پوزیشن ہے اس مقصد کے حصول کیلئے ہمیں مستقل مزاجی سے پرفارمنس کے ساتھ بڑے فرق سے اور زیادہ فتوحات سمیٹنا ہوں گی۔ ہر پلیئر جانتا ہے کہ اچھے نتائج حاصل کرنے کیلیے مستقل مزاجی کس قدر اہم ہے، البتہ میرے خیال میں ٹیم چاہے ہارے یا جیتے، سب سے زیادہ ضروری ٹیم کے ہر رکن کا پرفارمنس میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔ جب ہر پلیئر اپنی ذمہ داری اٹھانا شروع کردے تو ٹیم خود بخود اوپر جانا شروع کردیتی ہے۔ واٹمور نے کہا کہ میں اس بات سے پوری طرح متفق نہیں کہ پاکستان کا بولنگ اٹیک اس کی فتوحات میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے، یہ بات بھی درست ہے کہ ٹیم میں ہدف کا تعاقب کرنے کی صلاحیت بہت اچھی نہیں، اس شعبے میں بہتری کی گنجائش موجود ہے لیکن مجھے اس بات میں رتی برابر بھی شک نہیں کہ پاکستان ٹیم کی بیٹنگ لائن میں بے پناہ ٹیلنٹ ہے۔ انہوں نے کہا میری سلیکٹرز سے بہت اچھی ہم آہنگی ہے، میرا گو کہ سلیکشن کے عمل میں ووٹ نہیں لیکن سلیکٹرز کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کرتا ہوں اور اچھی بات ہے کہ وہ میرے مشوروں کو سراہتے ہیں۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے کوچ ڈیو واٹمور نے کہا کہ پاکستان ٹیم ہر شعبے میں مضبوط ہے، اس کی صلاحیتیں صرف بولنگ تک محدود نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے تمام کھلاڑی بہترین کارکردگی کیلئے سخت محنت کررہے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ قومی ٹیم کو تارگٹ عبور کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں مگر ہم ان خامیوں کو دور کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کرکٹ ٹیم کا بیٹنگ لائن اپ بہت تجربہ کار اور بہترین ہے۔ سلیکشن کمیٹی کے ساتھ بہترین تعلقات ہیں اور ابھی تک ان سے بہترین ہم آہنگی موجود ہے جو آئندہ بھی برقرار رہے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ الگ الگ ٹیموں اور ٹی ٹوئنٹی کپتان کی تبدیلی درست فیصلہ ہے جس کے مستقبل میں مثبت نتائج برآمد ہوں گے، محمد حفیظ کو قیادت کی ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ مشاورت سے کیا گیا ہے۔ ڈیو واٹمور نے کہا کہ قومی ٹیم کے کھلاڑی دنیا کے ہر میدان میں کامیاب لوٹنے کے لئے پرعزم ہیں ی لنکا کے دورے کا با واٹمور نے امید ظاہر کی کہ کھلاڑیوں کو سری لنکا کی آب وہوا سے مانوس ہونے میں کچھ زیادہ وقت پیش نہیں آئے گی کیونکہ مہمان ٹیم کو سرلنکا میں تقریبا ایسے ہی ماحول سے سابقہ پڑے گا۔ واٹمور کا کہنا تھا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں یہاں گرمی میں پریکٹس کرنے کا موقع مل گیا سری لنکا کا موسم بھی گرم ہوگا اور کھلاڑیوں کو وہاں کے ماحول سے مناسبت پیدا کرنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئے گی۔ کچھ کھلاڑی اپنی تیاری کو یقینی بنانے کے لئے گرمی میں خوب محنت کررہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں بھرپور تیاری کے ساتھ میدان میں اترنا ہوگا کیونکہ ہم ایک بہت مضبوط ٹیم سے دو دو ہاتھ کرنے جارہے ہیں۔ گو کہ سری لنکا کی حالیہ ٹیسٹ معرکوں میں کارکردگی قابل ذکر نہیں رہی لیکن پھر بھی محدود اوورز کے مرحلے میں وہ آسٹریلیا میں ہونے والے سہ فریقی ٹورنامنٹ میں ایک سخت ثابت ہوا اس لیے پاکستان کو بہت جان لڑانا ہوگی۔ قومی سلیکشن کمیٹی نے دورہ سری لنکا میں تینوں طرز کی کرکٹ کے لئے علیحدہ دستوں کا اعلان کیا تھا، جس کے حوالے سے واٹمور کا کہنا ہے کہ وہ کھلاڑیوں کے انتخاب کے عمل سے مطمئن ہیں اور ہر کھلاڑیوں کو مختلف فارمیٹ میں اس کی مناسبت کے لحاظ سے منتخب کیا گیا ہے۔ آسٹریلین نژاد کوچ نے کہا کہ جہاں تک ٹیم کی قیادت کا تعلق ہے تو یہ میرا معاملہ نہیں، پی سی بی جو بھی فیصلہ کرے گا میں اس کی تائید کروں گا۔ انہوں نے دورے کے لئے کچھ ناتجربہ کار کھلاڑیوں کے انتخاب کی بھی حمایت کی اور کہا کہ موجودہ اسکواڈ میں کچھ نئے چہرے شامل ہیں جو یہ ایک مثبت پہلو ہے۔ واٹمور، جو ماضی میں کوچ کی حیثیت سے طویل عرصے تک سری لنکا میں خدمات انجام دے چکے ہیں، نے امید ظاہر کی کہ سری لنکا کی وکٹیں بلے بازی کے لیے مددگار ثابت ہوں گی۔

ڈیو واٹمور......کھلاڑیوں میں غیر مقبول کوچ

پاکستان کرکٹ ٹیم کے ہیڈ کوچ ڈیو واٹ مور سری لنکا میں چار سال گذارنے کے بعد یہاں کے سابق ٹیسٹ کھلاڑیوں میں بے حد غیر مقبول ہیں۔ 1996 میں واٹ مور کی کوچنگ میں سری لنکا نے پہلی بار ورلڈ کپ جیتا لیکن واٹ مور وہ مقام اور مرتبہ بنانے میں ناکام رہے جو پاکستان میں آنجہانی باب وولمر کو ملا تھا۔ سابق سری لنکن کرکٹرز نے آسٹریلوی ڈیو واٹ مور کو خود غرض، خودسر اور سازشی قرار دے کر پنڈورا بکس کھول دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ واٹ مور میں صلاحیت کی کمی نہیں ہے لیکن وہ اپنے رویے کی وجہ سے سینئر کھلاڑیوں کے خلاف بورڈ کے اعلی افسران سے برائیاں کرکے ان کے کیریئر سے کھیلتے رہے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے سابق آسٹریلوی ٹیسٹ کرکٹر کو دو سال کے لیے کوچ مقرر کیا ہے۔ واٹ مور کے بارے میں تحقیق کی گئی تو سری لنکن کھلاڑیوں کا کہنا تھا کہ وہ ایک قابل کوچ ہیں لیکن ان کے رویے نے انہیں غیر مقبول بنا دیا۔ کھلاڑیوں نے مل کر تہیہ کیا کہ جو ملک واٹ مور کی خدمات حاصل کرے گا اس کے کھلاڑیوں کو حقائق بیان کیے جائیں گے۔ 2007ء میں جب ڈاکٹر نسیم اشرف نے واٹ مور کو کوچ بنانے کے لیے انٹرویو کے لیے لاہور طلب کیا تو اس وقت مرلی دھرن، سنگا کارا، مہیلا جیاوردنے اور دیگر نے محمد یوسف کو ٹیلی فون کرکے انہیں بتایا کہ وہ اپنے ساتھی کھلاڑیوں کو واٹ مور کے بارے میں بریفنگ دیں۔ یوسف کی بریفنگ کے بعد پاکستانی کھلاڑیوں نے ڈاکٹر نسیم اشرف سے رابطہ کرکے انہیں واٹ مور کے بارے میں بتایا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت ان کے ہم وطن جیف لاسن کے نام قرعہ فال نکلا۔ واٹ مور بھی جانتے ہیں سری لنکن کرکٹرز وجہ سے انہیں پاکستانی کھلاڑیوں کی مخالفت بھی برداشت کرنا پڑی۔ تاہم 2012 میں صورتحال تبدیل ہوگئی اور اس بار پلیئرز پاور کو ذکا اشرف نے کچل دیا اور کھلاڑی واٹ مور کی مخالفت نہ کرسکے۔ سری لنکا کے ایک سابق ٹیسٹ کرکٹر کالو وتھارانا نے کہا کہ میں بورڈ کا ملازم ہوں اگر میں نے کوئی بات کردی تو میری نوکری جاسکتی ہے۔ انہوں نے نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ دیا۔ ایک اور سابق ٹیسٹ کرکٹر نے کہا کہ واٹ مور نے اپنے چار سالہ دور میں بورڈ کو کھلاڑیوں سے دور کردیا۔ وہ کئی سینئر کھلاڑیوں کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے انہیں ٹیم سے نکالنے کے لیے بورڈ کے افسران کا سہارا لیا۔ واٹ مور سری لنکا میں پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کے اہل خانہ یہاں کی سیاست سے واقف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے معاہدے کو طول دینے کے لیے کئی کرکٹرز کا کیریئر داؤ پر لگا دیا۔ کھلاڑیوں نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ پوری دنیا جانتی ہے کہ واٹ مور کا کردار کیا تھا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے انہیں کوچ بنا کر جوا کھیلا ہے اس کے نتائج جلد سامنے آئیں گے۔ پاکستانی کھلاڑی بھی جانتے ہیں کہ وہ ان کے کیریئر سے کھیلیں گے جلد ان کا اصل چہرہ سامنے آئے گا۔ ذرائع کے مطابق واٹ مور نے سب سے زیادہ نقصان سابق کپتان ارجونا رانا ٹنگا اور ان کے قریبی لوگوں کو پہنچایا۔ ایک اور کرکٹر نے کہا کہ ہمیں چھوڑیں بنگلہ دیش کے کھلاڑیوں سے بات کریں گے تو آپ کو واٹ مور کے بارے میں بہت ساری کہانیاں پتہ چل جائیں گی۔ ایک اور کرکٹر نے کہا کہ بھارت میں انہوں نے جو کیا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ واٹ مور نے آئی پی ایل کی ٹیم کولکتہ نائٹ رائیڈرز سے استعفی نہیں دیا انہیں نائٹ رائیڈرز نے عہدے سے ہٹایا تھا جب انہوں نے نائٹ رائیڈرز میں حالات خراب دیکھے تو پاکستان کرکٹ بورڈ سے رجوع کیا اور اسی دوران انہیں نائٹ رائیڈرز نے فارغ کردیا۔

واٹمور